آسمانی جنّت اور درباری جہنم
تالیف
مولانا امیر حمزہ

نام کتاب

آسمانی جنت اور درباری جہنم

تالیف

اسیر حمزہ

تہذیب و تسہیل

محمد اشتیاق اصغر

کمپوزنگ .... عبدالخالق

تعداد .... ایک ہزار

ناشر .... دارالاندلس

Dar ul Andlus

اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز

ملنے کا پتہ

دارالاندلس 4-لیک روڈ چوبرجی لاہور

042-7230549
Fax - 7242639
www.dar-ul-andlus

آسمانی جنت اور درباری جہنم

فصل اول

آیئے جنت کی سیر کریں

اہل جنت اور جنت کی نعمتیں

فصل دوم

بابا فرید گنج شکر کے دربار پر

''جعلی جنت''

فصل سوم

سلطان باہو

جنگ میں سلطان باہو کے دربار پر جب میں پہنچا......!!

فصل چہارم

پانچواں رب!!

پاکستان میں پانچویں رب کے دربار پر میں نے کیا دیکھا؟

فصل پنجم

''حق و باطل کی کشمکش

اہل توحید اور اہل شرک کے درمیان کشمکش کی داستان ...... آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک

فصل ششم

کیا برصغیر میں اسلام صوفیاء کے ذریعہ پھیلا؟

مسنون خطبہ ④

«إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ»

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ① يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ② يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۙ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ③

---

① آل عمران : ۱۰۲/۳ ـ ② النساء : ۱/۴ ـ ③ الاحزاب : ۷۰/۳۳ ـ ۷۱ ـ

④ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب خطبته ﷺ فی الجمعة : ۱۵۳/۶ ـ ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة ـ نسائی، کتاب صلاة العیدین باب کیف الخطبة ـ ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل ـ دارمی، باب اتباع السنة ـ مسند احمد: ۱۲۷/۴ ـ ۱۲۶ ـ

’’بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں' اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔‘‘

حمد وصلوٰۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔‘‘

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس جان سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ذریعے (جس کے نام پر) تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو قطع کرنے) سے ڈرو (بچو)۔ بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔‘‘

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ایسی بات کہو جو محکم (سیدھی اور سچی) ہو، اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔‘‘

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ!

''آسمانی جنت اور درباری جہنم'' محترم مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ کی ممتاز کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے کتاب و سنت کے دلائل سے جنت کے حسین مناظر کا دلکش تذکرہ کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کے دل میں اعمال صالحہ کا شوق پیدا ہو، وہ جنت بریں کا مشتاق بنے اور عقیدہ و عمل کا ایسا معیار قائم کرے کہ روز قیامت اس کا شمار انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظیم جنتوں میں ہو۔

اس کے بعد تصویر کا دوسرا رخ دکھاتے ہوئے زمین پر بنی جعلی جنتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں خانقاہی نظام کا خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ کفر و شرک اور ظلم و عدوان کے اس دور میں یہ کتاب روشنی کی کرن ہے۔ اس کے پہلے بھی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اب نئی کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ خود بھی پڑھیے اور صراط مستقیم سے بھٹکے لوگوں تک بھی پہنچانے کی سعی کیجیے۔ اللہ توفیق عطا فرمائے اور تمام تر کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ''دارالاندلس''

٢٥ شعبان ١٤٢٥ ھ

حرف آغاز

اللہ تعالیٰ ہی کا یہ خاص فضل اور احسان ہے کہ ''شاہراہ بہشت'' کی مقبولیت کے بعد میرے مہربان رب نے اپنی توحید کی عظمت اور شرک کی تردید پر زیرنظر دوسری کتاب ''آسمانی جنت اور درباری جہنم'' لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ **فللہ الحمد**۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو کر لوگوں کی ہدایت کا باعث بن چکے ہیں۔ اس کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا تھا، آٹھ سال بعد اب ۱۹۹۹ء میں اس کا جدید ترین باتصویر ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے، اس میں مفید اضافے کیے گے ہیں، ضعیف احادیث نکال کر صحیح احادیث سے اس کتاب کو مزین کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے پہلے مضمون میں آپ قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے مہمان خانے یعنی جنت کی سیر کریں گے...... دوسرے مضمون میں زمین پر بنی جعلی اور درباری بہشت کا آنکھوں دیکھا حال ملاحظہ کریں گے...... تیسرے اور چوتھے مضمون میں مزید دو درباروں پر ہونے والے مشاہداتی مناظر ملاحظہ کریں گے اور قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں محسوس کریں گے کہ موجودہ پرفتن اور شرک و بدعت کی آندھیوں کے دور میں اس درباری جہنم سے اللہ کی مخلوق کو نکال کر آسمانی جنت میں داخل کرنے کی کوشش کرنا کس قدر ضروری ہے۔

آخری مضمون ایک ایسا تاریخی اور علمی مضمون ہے جسے بڑی محنت اور عرق ریزی سے

مرتب کیا گیا ہے مگر اسے پڑھ کر آدم علیہ السلام سے لے کر آج تلک حق و باطل کی کشمکش کی داستان ذہن میں اتر جاتی ہے اور اس کتاب کے آخر پر قرآن و حدیث کے دلائل سے یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ حق کیا ہے اور اہل حق کون ہیں؟ اس حق کو پیش کرنے کے لیے دارالاندلس کے بھائیوں نے بڑی محنت کی اور اس کتاب کے جدید ایڈیشن کو ہر لحاظ سے خوبصورت بنانے کا حق ادا کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اجر عظیم سے نوازے جنھوں نے کسی بھی انداز سے اس کتاب کی اشاعت میں معاونت کی اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ہر پڑھنے والے کو نعمت حق کی سمجھ عطا فرمائے...... اور جسے یہ نعمت مل جائے اس سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ اس نعمت کو آگے پھیلائے اور ہمیں دعاؤں میں یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین!)

فصل اول

آئیے!
جنت کی سیر کریں

جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کے وسط میں ہے اور سب سے اوپر ہے اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ (بخاری)

آیئے! جنت کی سیر کریں

متقین کے لیے جنت میں تیار کردہ ان نعمتوں کا تذکرہ جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی اس خواب گاہ ارضی پر بسنے والے کسی بشر کے خیال میں آئیں!!

اللہ تعالیٰ مومن کے آخری لمحات کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

ٱلَّذِينَ تَتَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمُ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ (النحل: ٣٢)

''(ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی روحیں نکالنے لگتے ہیں اور (کفر وشرک سے) پاک ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہو تم پر، جاؤ اپنے اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

اب اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ایک انصاری شخص کے جنازے کے ساتھ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ گئے تو اللہ کے رسول ﷺ قبر کے پاس بیٹھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد ایسے بیٹھ گئے جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (یعنی ہمہ تن گوش)۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں لکڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین کھود رہے تھے پھر آپ نے سر اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو۔'' پھر فرمایا:

''مومن جب آخرت کی طرف جانے والا اور دنیا کو چھوڑنے والا ہوتا ہے تو اس کے پاس ایسے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج ہوں (یعنی ان کے چہرے بہت روشن ہوتے ہیں) ان میں سے ہر ایک کے پاس جنت کی خوشبو اور سفید لباس ہوتا ہے۔ پھر اس مومن کی جہاں تک نگاہ جاتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں اور وہ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کا فرشتہ (ملک الموت) آتا ہے، اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے:

((اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اخْرُجِيْ إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ))

''اے پاکیزہ روح! اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رضا مندی کی طرف چل۔''

پھر وہ نکلتی ہے اور ایسے بہتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشک میں سے بہ کر ٹپک پڑتا ہے...... پھر اس روح کو فوراً فرشتے پکڑ لیتے ہیں۔ جب بھی کوئی فرشتہ اسے پکڑتا ہے تو دوسرا اس کے ہاتھ میں ایک لمحہ بھی نہیں رہنے دیتا کہ اسے پکڑ لیتا ہے۔ وہ اسے جنتی لباس اور خوشبوؤں میں رکھ لیتے ہیں اور اس روح سے زمین پر پائی جانے والی عمدہ ترین کستوری سے کہیں زیادہ شاندار خوشبو مہکنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر وہ فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور جب بھی فرشتوں کے کسی پاکباز گروہ کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ''یہ پاکیزہ روح کون ہے؟'' تو وہ دنیا میں اس کا جو بہترین نام ہوتا ہے، اسے لے کر کہتے ہیں: ''فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔'' حتیٰ کہ آسمان دنیا ختم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ فرشتے اس روح کے لیے اوپر جانے کی اجازت مانگتے ہیں تو انھیں اجازت دے دی جاتی ہے اور پھر ہر دوسرے آسمان کے قریب جو مقرب فرشتے ہوتے ہیں وہ اس روح کے ساتھ چل پڑتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے بندے کا اعمال نامہ ''علیین'' میں لکھ دو اور اسے زمین کی طرف

واپس لوٹا دو کیونکہ میں نے اسی سے ان کو پیدا کیا اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی زمین سے ان کو دوسری مرتبہ اٹھاؤں گا۔'' پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ تب (قبر میں) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں: ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''میرا رب اللہ ہے: ''تیرا دین کیا ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''میرا دین اسلام ہے: ''پھر وہ کہتے ہیں: ''وہ شخص جو تم میں بھیجا گیا، کون ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''وہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔'' پھر وہ کہتے ہیں: ''تیرا علم کیا ہے؟'' تو وہ کہتا ہے:

((قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ))

''میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔''

پھر آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے: ''میرے بندے نے سچ کہا، جنت سے اس کے لیے بستر لگا دو اور اسے جنتی لباس پہنا دو اور ایک دروازہ اس کے لیے جنت کی طرف کھول دو۔'' پھر جنت سے اس کے پاس فرحت و انبساط کا سامان اور خوشبوئیں آنا شروع ہو جاتی ہیں اور جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک اس کی قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے پاس ایک حسین چہرے والا، خوبصورت لباس پہنے، عمدہ خوشبوئیں لگائے ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے: ''تجھے خوشخبری ہو ان نعمتوں کی جنھوں نے تجھے خوش کر دیا ہے، یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔'' مومن کہتا ہے: ''تو کون ہے؟ تیرا چہرہ ایسا چہرہ ہے کہ جس سے خیر ہی خیر چھلک رہی ہے۔'' تو وہ کہتا ہے:

((أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ))

''میں تیرا نیک عمل ہوں۔''

تب وہ مومن کہتا ہے:

((رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰی أَرْجِعَ إِلٰی أَهْلِیْ وَ مَا لِیْ)) [1]

''میرے رب! قیامت قائم کر (میرے رب! قیامت قائم کر) تاکہ میں اپنے اہل اور مال کے پاس جاؤں۔''

یہی وہ مومن ہے جس سے اللہ تعالیٰ یوں ہم کلام ہوتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفۡسُ ٱلۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرۡجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةٗ مَّرۡضِيَّةٗ ﴿٢٨﴾ فَٱدۡخُلِي فِي عِبَٰدِي ﴿٢٩﴾ وَٱدۡخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾ ﴾ (الفجر: ٢٧-٣٠)

''اے اطمینان پانے والی روح! اپنے رب کی طرف چل۔ تو اللہ سے راضی، اللہ تجھ سے خوش، جا! میرے بندوں میں شامل ہو جا، میری جنت میں داخل ہو جا۔''

جنت کے دروازے:

جنت کے آٹھ دروازے ہیں چنانچہ صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ۔ اَوْ فَيُسْبِغُ۔ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، اِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ))

''تم میں سے جس نے اچھے طریقے سے (مکمل اور سنت کے مطابق) وضو کیا پھر یہ کلمہ پڑھا:

---

[1] مسند احمد : ٢٨٧/٤ ۔ ابو داؤد طیالسی : ٧٨٩ ۔امام حاکم فرماتے ھیں: ''یہ حدیث صحیحین کی شرط کے مطابق ھے۔ امام ذھبی نے بھی اس کی تائید کی ھے۔ علامہ ابن القیم اور البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ھے۔ احکام الجنائز : ٢٠٢۔

((اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ)) ①

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جونسے دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔''

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ ۔ وَ فِيْ رِوَايَةٍ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ۔ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ)) ②

''جب رمضان المبارک آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔''

جنت کے دروازوں کی چوڑائی:

جنت کے دروازوں کی چوڑائی کے بارے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَ بُصْرَى)) ③

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے دو کواڑوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ اور حمیر شہر کے درمیان یا مکہ اور بصریٰ شہر کے درمیان ہے۔''

① صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الذکر المستحب عقب الوضوء: ۲۳۴ ۔

② صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب هل یقال رمضان :۱۸۹۸، ۱۸۹۹۔

③ بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل، باب: ۴۷۱۲ ۔ مسلم، کتاب الایمان، باب ادنیٰ اهل الجنة منزلة فیها: ۱۹۴ ۔ صحیح مسلم کی روایت میں ((كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرٍ)) کے الفاظ هیں یعنی جتنا مکه اور هجر بستی کے درمیان فاصله هے۔

جنت کی چابیاں:

((إِنَّ السُّيُوفَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ)) ①

''بے شک تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔''

جنت کی وسعت:

اللہ تعالیٰ جنت کی وسعت کے بارے بتلاتے ہوئے اپنے مومن بندوں کو جنت کی طرف لپکنے کی یوں تلقین فرماتے ہیں:

سَابِقُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ﴿٢١﴾ (الحدید: ۲۱)

''اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف لپکو کہ جس کی چوڑائی آسمان اور زمین جتنی ہے۔''

جبکہ اللہ کے رسول ﷺ اس کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((إِنَّ أُمَّ حَارِثَةَ أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَ قَدْ هَلَكَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ غَرْبُ سَهْمٍ فَقَالَتْ: " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ عَلِمْتَ مَوْقِعَ حَارِثَةَ مِنْ قَلْبِيْ فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ لَمْ أَبْكِ عَلَيْهِ وَ إِلَّا سَوْفَ تَرَىٰ مَا أَصْنَعُ فَقَالَ لَهَا : هَبِلْتِ أَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ؟ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَ إِنَّهُ فِي الْفِرْدَوْسِ الْأَعْلَىٰ)) ②

''حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں، حارثہ رضی اللہ عنہ میدان بدر میں

---

① مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الجهاد ، باب ما ذکر فی فضل الجهاد والحث فیه: ۱۹۳۲۰ اس کی سند صحیح ھے۔

② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار: ٦٥٦٧۔

شہید ہو گئے تھے، کہنے لگیں: ''اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ حارثہ کے ساتھ میری کتنی دلی محبت تھی، اگر تو وہ جنت میں گیا ہے تو میں نہیں روتی اور اگر ایسا نہیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں اس پر کتنا روتی ہوں؟'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''افسوس! کیا تو پاگل ہو گی ہے، کیا جنت ایک ہی ہے؟ وہ تو بہت ساری ہیں اور تیرا بیٹا تو سب سے اعلیٰ جنت ''الفردوس'' میں پہنچا ہے۔''

جنت کے سو درجوں کی وسعت اور الفردوس کی عظمت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ)) ①

''بے شک جنت میں سو درجے ہیں، اللہ نے ان درجوں کو اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔''

اور اسی حدیث کے بعد اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ أَعْلَى الْجَنَّةِ وَ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَ مِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ)) ②

''جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کے وسط میں ہے اور سب سے اوپر ہے اور فردوس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔''

---

① بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله: ۲۷۹۰۔

② بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله: ۲۷۹۰۔

جنت کی زمین اور موسم:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ وَ إِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ)) ①

"پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں موتیوں کے خیمے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ﴿١٣﴾ (الدھر:۱۳)

"اہل جنت نہ تو جنت میں دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔"

جنت کے ایک درخت کی عظمت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ أَوِ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا)) ②

"یقیناً جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر کوئی تیز رفتار تضمیر شدہ (دبلا پتلا مضبوط جسم کا مالک) گھوڑے پر سوار سو (۱۰۰) سال تک چلتا رہے تو وہ درخت ختم نہیں ہوگا۔"

تضمیر شدہ گھوڑا وہ ہوتا ہے جسے خوب کھلا پلا کر موٹا کیا جاتا ہے اور پھر باندھ کر اس کی خوراک آہستہ آہستہ کم کی جاتی ہے حتیٰ کہ بہت کم رہ جاتی ہے۔ چنانچہ ایسا گھوڑا پختہ جسم کا مالک اور انتہائی تیز رفتار ہو جاتا ہے۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء: ۳۴۹۔

② بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة : ۶۵۵۳ ـ مسلم، کتاب الجنة، باب ان فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام : ۲۸۲۸۔

جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہوگا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ)) ①

''جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔''

جنت میں کپڑے تیار کرنے والا درخت:

جنت میں ایک درخت ایسا ہے جو جنتیوں کے کپڑے تیار کرے گا، جنتی انھیں پھل کی طرح اس درخت سے اتاریں گے ۔ اس درخت کا نام ''طوبیٰ'' ہے۔ جیسا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''طوبیٰ'' کا ذکر کیا تو صحابہ نے سوال کیا کہ ''طوبیٰ'' کیا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((طُوبیٰ شَجَرَةٌ فِی الْجَنَّهِ مَسِیرَةُ مِائَةِ عَامٍ ثِیَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ تَخْرُجُ مِنْ أَكْمَامِهَا)) ②

''طوبیٰ'' جنت میں ایک درخت ہے جو سو (۱۰۰) سال کی مسافت کے فاصلہ پر پھیلا ہوا ہے، جنت والوں کے کپڑے اس درخت کے شگوفوں سے نکلیں گے۔''

جنت کے درخت اپنے نام کرانے کا طریقہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَقِیتُ إِبْرَاهِیمَ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِیْ فَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ ! اَقْرِیءُ أُمَّتَكَ مِنِّیَ السَّلَامَ وَ اَخبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَیِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَ أَنَّهَا

---

① ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی شجر الجنة : ۲۵۲۵۔

② مسند احمد: ۷۱/۳۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ٤/ ٦٣٩ ، ح ۱۹۸۵۔ شیخ البانی نے کہا اس کی سند حسن ہے ۔

قِيعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ)) ①

''اسراء والی رات میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا، انھوں نے کہا: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور انھیں خبر دینا کہ جنت پاکیزہ مٹی والی اور میٹھے پانی والی زمین ہے اور وہ چٹیل میدان ہے (اگر تمھاری امت اس میں درخت لگانا چاہتی ہے تو یاد رکھیے کہ) اس میں درخت لگانا (بونا) سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا ہے۔''

جنت کے قرآنی نام

۱۔ جنت — یہ نام معروف ہے، قرآن و حدیث میں بے شمار جگہ آیا ہے۔
(البقرة: ۳۵ ۔ آل عمران: ۱۳۳، ۱۴۲ ۔ المائدہ: ۷۲)

۲۔ دارالسلام — وَاللّٰهُ يَدْعُوْ إِلٰى دَارِ السَّلَامِ .... (یونس: ۲۵)

۳۔ جنۃ الخلد — یعنی ہمیشگی کا گھر۔ .... (الفرقان: ۱۵)

۴۔ دارالمقامۃ — جہاں ہمیشہ قیام کیا جائے گا۔......... (فاطر: ۳۵)

۵۔ جنۃ الماویٰ — یہ ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ (النجم: ۱۵)

۶۔ جنات عدن — اس میں بھی ہمیشگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ (توبہ: ۷۲، الرعد: ۲۳)

۷۔ دارالحیوان — وَ إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ۔ (العنکبوت: ۶۴)
یعنی جہاں تک زندگی کا تعلق ہے تو وہ تو آخرت کی زندگی ہے۔

۸۔ جنات النعیم — نعمتوں بھری جنتیں۔.........

(المائدة: ۶۵، یونس: ۹، الحج: ۵۶)

① ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی ان غراس الجنة...... الخ: ۳۴۶۲ ۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۱۰۵۔

۹۔المقام الامین ایسا مقام جہاں امن ہی امن ہوگا۔............(الدخان:۵۱)

۱۰۔مقعد الصدق تشریف فرما ہونے کی ایسی جگہ جس میں سچی عزت ہے۔(القمر:۵۵)

۱۱۔قدم الصدق قدم رنجہ فرمانے کا ایسا مقام جہاں سچا استقبال موجود ہے۔

(یونس:۲۱)

۱۲۔الفردوس اور یہ سب سے اعلیٰ جنت ہے۔(الکھف:۱۰۷۔ المومنون:۱۱)

جنت کی خوشبو کتنے فاصلے سے آئے گی......؟:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ عَامًا)) ①

”جس نے کسی ذمی کو قتل کیا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پناہ دی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور اس کی خوشبو ۷۰ سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔“

جنت میں موتیوں کے خیمے:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”بے شک مومن کے لیے جنت میں موتی کا ایک خیمہ اندر سے کھدا ہوا ہوگا، اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی، اس میں مومن کے گھر والے ہوں گے، وہ ان کے پاس جائے گا اور یہ گھر والے ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے۔“ ②

---

① (ابن ماجه، كتاب الديات، باب من قتل معاهدا : ۲۶۸۷ ـ السلسة الصحيحة : ۲۳۵۶۔

② (مسلم، كتاب الجنة، باب فى صفة خيام الجنة : ۲۸۳۸۔ بخارى، كتاب بدء الخلق، باب صفة الجنة : ۳۲۴۳۔

یعنی یہ مومن تو اس وسیع و عریض خیمہ نما محل میں اپنی سب حوروں کو دیکھے گا، خواہ وہ محل کے کسی بھی کمرے میں ہوں گی یا کہیں لان میں چہل قدمی کر رہی ہوں گی مگر یہ مومن کو نہ دیکھ پائیں گی کہ وہ محل کے کس کمرے میں، کس حور کے پاس ہے۔

کیا جنت میں نیند آئے گی......؟:

سیدنا جابر اور سیدنا عبداللہ بن ابی عوفی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلنَّوْمُ أَخُو الْمَوْتِ وَ لَا يَنَامُ أَهْلُ الْجَنَّةِ)) ①

''نیند موت کی بہن ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔''

جنت کا جمعہ بازار اور حسن و جمال کے نظارے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک جنت میں ایک بازار ہے، وہاں جنتی ہر جمعہ کو آئیں گے اور شمال کی جانب سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور ان کے کپڑوں میں (خوشبو کا) چھڑکاؤ کرے گی، اس پر وہ حسن و جمال میں اور زیادہ ہو جائیں گے اور جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے تو ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہو گا، تو انھیں ان کے گھر والے کہیں گے: ''اللہ کی قسم! ہمارے بعد تمھارا حسن و جمال بہت بڑھ گیا ہے۔'' وہ کہیں گے: ''اللہ کی قسم! ہمارے بعد تمھارا حسن و جمال بھی زیادہ ہو گیا ہے۔'' ②

---

① سلسلة الاحاديث الصحيحة : ١٠٨٧۔علامه البانی رحمه الله فرماتے هيں كه '' يه حديث اپنی بعض اسناد كی وجه سے صحيح هے۔''

② مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها ، باب سوق الجنة وما ينالون فيها من النعيم : ٢٨٣٣۔

غرض وہ جس طرف بھی نگاہ اٹھائیں گے تو انھیں ہر طرح کی نعمت اور بادشاہت کا سامان ہی نظر آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ (الدھر: ۲۰)

''اور (اے پیغمبر!) جب تو جنت کو دیکھے گا تو وہاں ہر طرح کی نعمت اور بڑی بادشاہت کا سامان ہوگا۔''

جنت دیکھنے کے بعد سیدنا جبریل علیہ السلام کے تاثرات:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا تو جبریل علیہ السلام کو جنت میں بھیجا اور کہا: ''جاؤ! ذرا اسے دیکھو اور یہ بھی کہ میں نے اہل جنت کے لیے کیا تیار کیا ہے؟'' جبریل علیہ السلام گئے، جنت کو دیکھا اور جو کچھ اللہ نے جنت والوں کے لیے تیار کیا ہے، اسے بھی دیکھا، پھر وہ واپس آئے اور اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کی: ''آپ کی عزت کی قسم! اس جنت کے بارے جو سنے گا وہ اس میں داخل ہو کر رہے گا۔'' پھر جنت کے بارے حکم دیا گیا اور اسے سختیوں کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ جبریل علیہ السلام کو جنت والوں کے لیے جو تیار کیا ہے، اسے دیکھنے کا حکم دیا۔ اب جو جبریل علیہ السلام نے دیکھا تو واپس لوٹ کر کہا: ''آپ کی عزت کی قسم! میں تو ڈر گیا ہوں کہ اس میں اب کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔'' [1]

[1] ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء حفت الجنة بالمکارہ: ۲۵۶۰۔ ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی خلق الجنة والنار: ۴۷۴۴۔ شیخ البانی صاحب نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مطلب یہ کہ وہ جنت ایسی عالی شان ہے کہ جسے اس کے بارے پتا چل گیا کہ وہ اس قدر نعمتوں بھری ہے تو وہ ہر قدم پر اپنے اللہ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھے گا، اپنا عقیدہ وعمل اس حد تک درست رکھے گا جس کے نتیجے میں وہ اس جنت میں داخل ہو کر رہے گا...... مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس جنت پر مصائب اور آزمائشوں کا پردہ ڈال دیا کہ جن سے سرخرو ہو کر آدمی جنت میں جا سکے گا تو اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ اس میں اب کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔ غرض دنیا کے مصائب و آلام اور یہاں گناہ کی وقتی لذتیں اور مواقع بھی ایسے ہیں کہ کوئی خال خال ہی جنت میں داخل ہو سکے گا۔

اہل جنت اور جنت کی نعمتیں

اللہ تعالیٰ سے جنت کا سودا کرنے والا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ ٱشۡتَرَىٰ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَنفُسَهُمۡ وَأَمۡوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلۡجَنَّةَۚ يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَيَقۡتُلُونَ وَيُقۡتَلُونَۖ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقّٗا فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِ وَٱلۡإِنجِيلِ وَٱلۡقُرۡءَانِۚ وَمَنۡ أَوۡفَىٰ بِعَهۡدِهِۦ مِنَ ٱللَّهِۚ فَٱسۡتَبۡشِرُواْ بِبَيۡعِكُمُ ٱلَّذِي بَايَعۡتُم بِهِۦۚ وَذَٰلِكَ هُوَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ١١١﴾ (التوبة: ۱۱۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنت کے بدلے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے، وہ مومن کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ذمے تورات، انجیل اور قرآن میں کیا ہوا پکا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ لہٰذا (مجاہدو!) یہ تجارت جو تم نے اپنے اللہ تعالیٰ سے کر لی ہے، اس پر خوشی مناؤ اور یہی تو عظیم کامیابی ہے۔“

غور فرمایئے! سامان تجارت جنت ہے، خریدار اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اپنی جان بیچنے والا اس کا عاجز بندہ ہے کہ جس کی جان کو خود اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اس کاروبار اور معاہدے کی دستاویز قرآن کا فرمان ہے اور جو ذات اس معاہدے کی اطلاع دینے والی ہے وہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ ہیں...... کس قدر عظیم کاروبار ہے، یہ کیسی پر عظمت اور قابل رشک تجارت ہے، یہ اللہ جسے چاہے نصیب کرے۔

جنت میں کون جائے گا......؟:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا:

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا ہم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے؟'' آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم دن کے وقت سورج کو دیکھنے میں کوئی دقت محسوس کرتے ہو جبکہ مطلع صاف ہو، بادل بھی نہ ہوں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''نہیں!'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم بیداری کی حالت میں چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی دقت محسوس کرتے ہو جبکہ مطلع صاف ہو، بادل بھی نہ ہوں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا! ''نہیں!'' تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس طرح تم چاند سورج کو دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتے ایسے ہی قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرو گے۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو اعلان کرنے والا یوں اعلان کرے گا: ''ہر گروہ جو جس کی عبادت کرتا تھا اسی کے پیچھے چل پڑے۔'' تو جو اللہ کے علاوہ بتوں اور آستانوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا، (وہ ان کے پیچھے چل پڑیں گے اور پل صراط سے گزرتے ہوئے) آگ میں گرنے لگیں گے۔ جب کوئی بھی باقی نہیں رہے گا سوائے ان لوگوں کے جو محض اللہ کی

عبادت کرتے تھے، وہ نیک بھی ہوں گے، گناہ گار بھی ہوں گے، علاوہ ازیں اہل کتاب میں سے بھی ہوں گے۔ پھر یہودیوں کو بلایا جائے گا، انھیں کہا جائے گا: ''تم کس کی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''اللہ کے بیٹے عزیر کی۔'' تو کہا جائے گا: ''تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد، تم یہ بتلاؤ کہ چاہتے کیا ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم پیاسے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں پانی پلا دے۔'' فرشتوں کی طرف اشارہ کیا جائے گا کہ تم انھیں جہنم میں داخل کیوں نہیں کرتے؟ چنانچہ انھیں جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ وہ جہنم ایسی ہوگی گویا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو ہڑپ کر رہا ہے اور وہ آگ ان شرک کرنے والوں کو میدان محشر سے سراب کی طرح محسوس ہوگی۔ پھر یہ لوگ اس جہنم میں گرنا شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ پھر عیسائیوں کو بلایا جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا: ''تم کس کی عبادت کرتے تھے؟'' وہ جواب دیں گے: ''ہم اللہ کے بیٹے مسیح (علیہ السلام) کی پوجا کرتے تھے۔'' انھیں کہا جائے گا: ''تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد۔'' پھر ان سے پوچھا جائے گا: ''تم کیا چاہتے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم پیاسے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں پانی پینے کے لیے مل جائے۔'' تو فرشتوں کی طرف اشارہ کیا جائے گا کہ تم انھیں جہنم میں وارد کیوں نہیں کرتے؟ چنانچہ وہ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے اور وہ انھیں سراب دکھائی دے گی۔ جہنم کا بعض بعض کو ہڑپ کر رہا ہوگا (جیسے سمندر کی بڑی موج چھوٹی موج کو اپنے اندر سمو کر بلند ہوتی ہے) اور وہ آگ میں گرنا شروع ہو جائیں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو فقط اللہ کی عبادت کرتے تھے، وہ نیک بھی ہوں گے، گناہ گار بھی ہوں گے، تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ اپنی ایک صورت میں آئیں گے جو پہلی صورت سے، جسے وہ دیکھ چکے ہوں

گے، ملتی جلتی ہوگی اور کہیں گے: ''ہر گروہ جو جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پیچھے جا چکا مگر تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟''

تو اہل توحید کہیں گے: ''ہمیں دنیا میں جب ان گمراہ لوگوں کی ضرورت تھی، اس وقت ان سے جدا رہے ان کا ساتھ نہیں دیا (اب ان کے ساتھ کیوں جائیں)، ہم تو اپنے سچے رب کا انتظار کر رہے ہیں، جسے ہم دنیا میں پوجتے تھے۔''

اس وقت اللہ تعالیٰ کہے گا: ''میں تمھارا رب ہوں۔'' تو یہ اہل توحید کہیں گے: ''ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' وہ دو تین مرتبہ کہیں گے:

''لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا''

''ہم تو اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہیں کرتے۔''

حتیٰ کہ قریب ہوگا کہ ان اہل توحید میں سے کچھ لوگ واپس پلٹنا شروع ہو جائیں۔ تب اللہ تعالیٰ کہیں گے: ''کیا تمھارے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی نشانی ہے کہ جس کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکو؟'' وہ کہیں گے: ''ہاں!'' تب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولیں گے تو تمام اہل توحید اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔''[1]

اہل توحید کے طرز عمل پر غور فرمائیں کہ جس کی توفیق انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عطا فرمائیں گے اور وہ کہیں گے کہ یہ شرک کرنے والے آستانوں اور خانقاہوں کے پجاری جب دنیا میں ہمارے ساتھی نہیں تھے تو اب ہم ان کے ساتھی کیسے بن جائیں!! دنیا میں بھی ان کا اور ہمارا راستہ الگ الگ تھا اور اب بھی الگ ہے۔ پھر ان کی احتیاط دیکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانے بغیر سجدہ نہیں کر رہے کہ کہیں شرک نہ ہو جائے۔ دراصل بات یہ ہے کہ دنیا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ: ٤٥٨١۔ مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ: ١٨٣۔

میں بھی ان کی احتیاط کا یہی طرز عمل تھا جو آخرت میں ظاہر ہوگا اور یہی ان کی کامیابی کا باعث بنے گا۔ (ان شاء اللہ!)

قیامت سے پہلے ہی جنت میں جانے والے:

انسانوں میں سب سے پہلے جنت میں جانے والے ابو البشر آدم علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْنَا يَـٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ﴿٣٥﴾ (البقرة: ٣٥)

''ہم نے کہا: ''اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو سیر ہو کر (پیٹ بھر کر) کھاؤ۔''

مومن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ يَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ)) [1]

''بے شک مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت میں لٹکا ہوا ہے حتیٰ کہ اللہ اسے اس کے جسم میں قیامت کے دن لوٹا دے گا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض مومنین ایسے بھی ہیں کہ جنھیں اللہ تعالیٰ عالم برزخ کے بجائے قیامت سے قبل ہی جنت میں داخل کر دیں گے۔ جبکہ شہداء کے بارے تو قرآن و حدیث میں صراحت سے موجود ہے جیسا کہ سورۂ یٰس میں ایک مومن کا ذکر ہے کہ جسے پیغمبروں کا ساتھ دینے اور اپنی قوم کو توحید کا وعظ کرنے کی پاداش میں مشرک قوم نے جب

---

[1] مؤطا امام مالك، كتاب الجنائز، باب ما جاء في جامع الجنائز: ٤٩ ـ نسائي، كتاب الجنائز، باب ارواح المومنين: ٢٠٧٥ ـ ابن ماجه: ٤٢٧١ـ

شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ (يسين: ٢٧-٢٦)

"اسے کہہ دیا گیا کہ جا! جنت میں داخل ہو جا۔"

اور جب وہ جنت میں پہنچا تو جنت کو دیکھ کر اور اپنے اللہ تعالیٰ کی ضیافتیں دیکھ کر اس نے الفاظ کی صورت میں اپنے جو تاثرات بیان کیے، اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن کا حصہ یوں بنایا:

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾ (يسين: ٢٧-٢٦)

"کہنے لگا: "اے کاش! میری قوم کے لوگوں کو معلوم ہوتا ان بخششوں کے بارے جو میرے رب نے مجھ پر کیں اور مجھے اپنے عزت دار بندوں میں شامل کر لیا۔"

یہ شہید ہونے والا توحید کا فرزند ایسی بات کیوں نہ کہتا جبکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی کا اس طرح لطف اٹھایا ہوگا۔ فرمایا:

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ (الدهر: ٢١)

"اور ان کا رب انھیں شراب طہور پلائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو اپنا قرب عطا فرمانے کا ذکر یوں کیا:

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ (القمر: ٥٥)

"یہ لوگ سچی عزت کی جگہ بڑے صاحب اقتدار شہنشاہ اعظم کے قریب ہوں گے۔"

اور جنتیوں کے لیے اپنی مہمان نوازی کا تذکرہ یوں فرمایا:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ (حم السجدة: ٣٢-٣١)

''وہاں جو کچھ تم چاہو گے ملے گا اور ہر چیز جس کی تم خواہش کرو، وہ تمھاری ہو گی۔ یہ ہے مہمان نوازی اس اللہ کی طرف سے جو مغفرت کرنے والا بڑا مہربان ہے۔''

قیامت سے قبل شہداء کے جنت میں جانے اور وہاں رہنے کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یوں بیان فرمائی ہے:

((أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِيْ إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ؟ وَ نَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا۔ فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُّتْرَكُوْا مِنْ أَنْ يُّسْأَلُوْا قَالُوْا: يَا رَبِّ! نُرِيْدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِيْ أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى۔ فَلَمَّا رَاٰى أَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا))[1]

''ان شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندے کے پیٹوں میں ہیں اور ان پرندوں کے لیے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں اور جنت میں جہاں ان کا دل چاہتا ہے نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں جا ٹھہرتے ہیں۔ ان کے پروردگار نے ان کی طرف جھانکا اور پوچھا: ''تمھیں کچھ چاہیے؟'' وہ کہیں گے: ''ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں، اس کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت کیسے ہوسکتی ہے؟'' یہ سوال اللہ تعالیٰ تین مرتبہ دہرائیں گے۔

[1] مسلم، کتاب الامارة، باب بیان ان ارواح الشهداء ...... الخ: ۱۸۸۷۔ ترمذی، کتاب التفسیر، سورة آل عمران: ۳۰۱۱۔

جب وہ شہید دیکھیں گے کہ جب تک کچھ مانگیں گے نہیں سوال ہوتا رہے گا، تب وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں تاکہ تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید کیے جائیں۔'' جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ انھیں کسی چیز کی ضرورت نہیں تو انھیں چھوڑ دیا جائے گا۔''

جنت میں صرف اہل توحید جائیں گے:

مسند احمد میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمبی حدیث روایت کرتے ہیں، جس میں ہے کہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کی سفارش کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

((أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اُدْخِلُوا جَنَّتِي مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا قَالَ: فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ)) [1]

''میں سب رحم کرنے والوں سے کہیں زیادہ مہربان ہوں، ان سب کو جنت میں داخل کر دو جو میرے ساتھ معمولی سا بھی شرک نہیں کرتے تھے۔'' فرمایا: ''وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''

ثابت ہوا سفارش صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو اہل توحید ہیں مگر بعض گناہ کیے ہوں گے۔

مشرک جنت میں نہیں جائے گا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] مسند احمد : ۱/۵ ۔ السنة لابن ابی عاصم تحقیق البانی: ۳۳۵، ۳۶۷ ۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور علامہ البانی نے کہا ''اس کی سند حسن ہے۔''

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ﴾ (المائدہ: ۷۲)

''جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور آگ اس کا ٹھکانا ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔''

اور جہاں تک نیکوکار اہل توحید کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں فرمایا:

﴿ ٱلَّذِينَ يَرِثُونَ ٱلْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾ (المومنون: ۱۱)

''یہ لوگ جو فردوس کے وارث ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا؟:

جنت میں سب سے پہلے امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ داخل ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ)) ①

''میں سب سے پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔''

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُولُ: مُحَمَّدٌ۔ فَيَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ)) ②

''میں قیامت کے روز جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا پھر میں دروازے پر دستک دوں گا تو دربان کہے گا: ''کون؟'' میں کہوں گا: ''محمد (ﷺ)۔'' تب وہ کہے گا: ''کیوں نہیں، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ ﷺ سے پہلے کسی کے

---

① مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی انا اول الناس یشفع فی الجنة: ۱۹۶۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ انا اول الناس من یشفع فی الجنة: ۱۹۷۔

لیے دروازہ نہ کھولوں۔"

تمام امتوں سے پہلے امت محمد ﷺ جنت میں جائے گی، جیسا کہ امام الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں:

((نَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ نَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ)) ①

"ہم سب سے آخر میں آنے والے ہیں (لیکن) قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔"

امت محمد ﷺ میں سب سے پہلے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ جنت میں داخل ہوں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے، انھوں نے مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔" سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، کہنے لگے، "اے اللہ کے رسول! میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا اور یہ دروازہ دیکھ لیتا" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! أَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ)) ②

"اے ابوبکر! میری امت سے تو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔"

اللہ کے رسول ﷺ کا جنت میں مقام:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ

① مسلم، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ٨٥٥۔

② ابو داؤد، كتاب السنة، باب في الخلفاء : ٤٦٥٢۔

الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ)) ①

''جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ پھر میرے لیے وسیلے کا سوال کرو، یہ جنت میں ایک مقام (جگہ) ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے خاص بندے کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔''

اللہ کے رسول ﷺ کی نہر کوثر:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب سورۂ کوثر نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ مَجْرَاهُ عَلَى الْيَاقُوتِ وَ الدُّرِّ تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَ مَاءُهُ أَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ الثَّلْجِ)) ②

''جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، وہ یاقوتوں اور موتیوں پر بہ رہی ہے (اس کے بعض کنکر موتی اور یاقوت کے ہیں) اور اس کی مٹی کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہے اور اس کا پانی شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے اور برف سے بھی زیادہ سفید رنگ ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَمَا أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِنَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ

---

① صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، : ۳۸٤۔

② ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة الجنة : ٤٣٣٤ ۔ البانی صاحب نے اس کو صحیح کہا ہے۔

الْمُجَوَّفِ، قُلْتُ: مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ!؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِیْ أَعْطَاكَ رَبُّكَ فَإِذَا طِيْبُهُ أَوْ طِيْنُهُ مِسْكٌ اَذْفَرُ» ①

"ایک مرتبہ میں جنت میں چل رہا تھا کہ اچانک ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کنارے موتیوں کے قبوں کی طرح تھے۔ میں نے کہا: "اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انھوں نے کہا: "یہ وہ کوثر ہے جو آپ کو آپ کے رب نے عطا کی ہے۔" اس کی مٹی یا اس کی خوشبو (راوی کو شک ہے) بہت زیادہ مہکنے والی کستوری تھی۔"

جنتیوں کا استقبال:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَسِيقَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ رَبَّهُمْ إِلَى ٱلْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَٰبُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَٱدْخُلُوهَا خَٰلِدِينَ ﴿٧٣﴾ (الزمر:۷۳)

"وہ لوگ کہ جو پرہیز گار ہیں انھیں مختلف وفود کی صورت میں لے جایا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس آجائیں گے تو جنت کے دروازے کھلے ہوں گے اور جنت کے محافظ انھیں سلام کرتے ہوئے، خوش آمدید کہتے ہوئے عرض کریں گے: "اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔"

جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کا حسن:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کو چمکنے والے

---

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ٦٥٨١ ـ ترمذی میں ھے کہ "اس کے دونوں کنارے سونے کے ھیں۔" ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ الکوثر: ٣٣٦١ـ

چاند جیسی ہوں گی۔ وہاں انھیں نہ تھوک آئے گی نہ پاخانہ آئے گا، نہ ناک کی ریزش نکلے گی، اس جنت میں ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیاں انتہائی خوشبودار لکڑی کی ہوں گی اور ان کا پسینا کستوری کا ہوگا اور ان جنتیوں میں سے ہر ایک کے لیے دو بیویاں ہوں گی، حسن کی وجہ سے ان حوروں کے گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کا گودا دکھلائی دے گا۔ ان جنتیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا، نہ ہی ان کو آپس میں غصہ آئے گا، ان کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے، وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔''①

جنتیوں کا کھانا:

جنت میں مومن کا دل جس کھانے کو چاہے گا وہی اسے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفَٰكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾

(الواقعہ: ۲۱-۲۰)

''اس میں جو پھل چاہیں گے ملے گا اور جس پرندے کا گوشت پسند کریں گے حاضر ہوگا۔''

اور فرمایا:

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ ٱلْأَنفُسُ وَتَلَذُّ ٱلْأَعْيُنُ ﴿٧١﴾ (الزخرف: ۷۱)

''اس میں ہر وہ چیز ہوگی جو دل کو پسند آئے گی اور نگاہوں کو لذت دینے والی ہو گی۔''

اور فرمایا:

---

① مسلم، كتاب الجنة، باب اول زمرة تدخل الجنة : ٢٨٣٤ ـ بخاري ، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة :٣٢٤٦ ـ

إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿٥﴾
عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ﴿٦﴾ (الدهر:٦-٥)

"نیک لوگ (جنت میں) شراب کے ایسے جام پییں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک بہتا چشمہ ہوگا جس کے پانی کے ساتھ اللہ کے بندے شراب پییں گے اور جہاں چاہیں گے اس کی شاخیں نکال لیں گے۔"

اور مزید فرمایا:

وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾

(المطففين:٢٨-٢٧)

"اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی، یہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پییں گے۔"

ایک دوسری جگہ فرمایا:

يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ﴿٢٦﴾

(المطففين:٢٦-٢٥)

"انھیں نفیس ترین مہر لگائی ہوئی (سربند) شراب پلائی جائے گی، جس پر کستوری کی مہر لگی ہوگی۔"

اس کی صفت کے بارے میں فرمایا:

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾

(الصافات:٤٦-٤٧)

"چمکتی ہوئی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی، نہ ان کے جسم کو اس سے کوئی ضرر ہوگا اور نہ ان کی عقل اس سے خراب ہوگی۔"

اور فرمایا:

لَّا يُصَدَّعُونَ عَنۡهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ (الواقعہ:١٩)

''جس سے سر چکرائے گا، نہ عقل میں فتور آئے گا۔''

جنتی کا پسینا کستوری جیسا ہو گا اور قوت سو آدمیوں جتنی ہو گی:

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''یہودیوں میں سے ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا کیا خیال ہے، کیا جنتی کھائیں اور پییں گے بھی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! بے شک ہر جنتی کو سو آدمیوں کی قوت دی جائے گی، کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات میں۔'' وہ کہنے لگا: ''جو کھائے پیے گا تو اسے حاجت بھی ہو گی اور یہ بھی ہے کہ جنت میں کوئی گندگی نہیں ہو گی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''وہاں حاجت یہی ہو گی کہ ایک دفعہ پسینا ان کے جسم سے بہے گا جو کستوری کی طرح ہو گا اور پیٹ ساتھ لگ جائے گا۔''[١]

مسلم کی ایک حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ جنتیوں کو نہ پاخانہ آئے گا، نہ پیشاب اور نہ ناک کی ریزش، کھانا کھانے کے بعد انھیں کستوری کی خوشبو جیسا ڈکار آئے گا اور کستوری کا سا پسینا بھی آئے گا۔ حمد اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تکبیر خود بخود ایسے ہی جاری ہو گی جیسے انسان کا سانس جاری ہے۔[٢]

جنتیوں کی عمر اور شکل و شباہت:

اس کے بارے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① مسند احمد: ٣٦٧/٤ ۔ حدیث صحیح ھے، علامه البانی نے اسے صحیح الجامع الصغیر (١٦٢٨) میں ذکر کیا ھے۔

② مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفات الجنة واھلھا...... الخ: ٢٨٣٥۔

((يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِينَ أَبْنَاءَ ثَلَاثِينَ أَوْ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِينَ سَنَةً)) ①

"جنت والے جنت میں داخل ہوں گے بغیر داڑھی مونچھ اور جسم کے بالوں کے، سرمگیں آنکھوں والے، ۳۰ یا ۳۳ سال کی عمر کے۔"

اور دوسری روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو نہ ان کے جسم پر بال ہوں گے، نہ داڑھی مونچھ ہوگی، سر کے بال قدرے گھنگریالے ہوں گے، سرمگیں آنکھیں ہوں گی، آدم علیہ السلام کی طرح ساٹھ ہاتھ قد ہوگا اور چوڑائی سات ہاتھ ہوگی۔" ②

جنت میں بلند مقام والے:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ)) ③

"بے شک جنت والے آپس میں ایک دوسرے کو اپنے اوپر بلند مقام جنتیوں کو یوں دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق میں چمکدار ستارہ مغرب یا مشرق میں غروب ہوتا دیکھتے ہو، یہ سب ان کی آپس میں فضیلت کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔"

---

① ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی سن اهل الجنة: ۲۵۴۵۔

② صحيح الجامع الصغير: ۷۹۲۸ ۔ مسند احمد: ۲/۲۹۵۔

③ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الجنة و انها مخلوقة: ۳۲۵۶۔ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب ترائی اهل الجنة: ۲۸۳۱۔

حورعین کا حسن و جمال اور ان کی پنڈلیوں کی خوبصورتی:

جنت میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کی شادی حورعین سے کر دیں گے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں ارشاد فرمایا:

وَزَوَّجْنَٰهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ (الدخان: ٥٤)
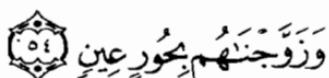
''اور ہم ان کی شادی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔''

جنتی عورتوں کے حسن کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَٰلِ ٱللُّؤْلُوِ ٱلْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ (الواقعہ: ٢٢-٢٣)

''اور ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔''

سورۂ الرحمٰن میں ان کے حسن کے بارے میں فرمایا:

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٧﴾ كَأَنَّهُنَّ ٱلْيَاقُوتُ وَٱلْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ (الرحمن: ٥٦-٥٨)

''ایسی خوبصورت جیسے ہیرے اور موتی، جنھیں ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان اور جن نے نہیں چھوا۔''

اور فرمایا:

فِيهِنَّ خَيْرَٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ (الرحمن: ٧٠)
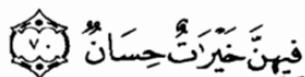
''ان میں اچھی خصلت والی خوبصورت عورتیں ہوں گی۔''

سورۂ نباء میں فرمایا:

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ (النباء: ٣٣-٣٤)

''اپنے شوہروں کی ہم عمر، بھرپور جوان ہوں گی اور چھلکتے ہوئے جام ہوں گے۔''

سورۃ الصافات میں فرمایا:

وَعِندَهُمْ قَٰصِرَٰتُ ٱلطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾

(الصافات:٤٨-٤٩)

''اور ان کے پاس شرمیلی اور خوبصورت بڑی آنکھوں والی ایسی نازک اندام حوریں ہوں گی جیسے انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی (ملائم اور سفید) جھلی۔''

اور نبی کریم ﷺ ان کے حسن کے بارے میں فرماتے ہیں:

((وَ لَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَىٰ أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَ لَمَلَأَتْهُ رِيحًا وَ لَنَصِيفُهَا عَلَىٰ رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا)) ①

''اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو زمین و آسماں کے درمیان جو کچھ ہے سب خوشبو سے بھر جائے اور روشن ہو جائے اور اس کے سر پر جو دوپٹا ہے وہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

((وَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَىٰ مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ)) ②

''ہر جنتی کے لیے دو بیویاں ہوں گی جو اس قدر حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا۔''

---

① صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین و صفتهن: ٢٧٩٦۔

② بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی الجنة: ٣٢٤٥ ـ مسلم، کتاب الجنة، باب اول زمرة تدخل الجنة: ٢٨٣٤۔

حوروں کا گیت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَزْوَاجَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُغَنِّينَ أَزْوَاجَهُنَّ بِأَحْسَنِ صَوْتٍ مَا سَمِعَهَا أَحَدٌ قَطُّ إِنَّ مِمَّا يُغَنِّينَ)) [1]

''جنت والوں کی بیویاں اپنے خاوندوں کے لیے گیت گائیں گی، ایسی خوبصورت آوازوں سے کہ جنھیں کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا۔''

ان کے گیت کے کچھ الفاظ یوں ہیں ؎

نَحْنُ الْخَيْرَاتِ الْحِسَانِ
أَزْوَاجُ قَوْمٍ كِرَامِ
يَنْظُرْنَ بِقُرَّةِ أَعْيَانِ

''ہم بہت اچھی اور خوبصورت ہیں، معزز لوگوں کی بیویاں ہیں جو خوش کن نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔''

ان کے گانے میں یہ الفاظ بھی ہوں گے ؎

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا يَمُتْنَ
نَحْنُ الآمِنَاتُ فَلَا يَخَفْنَ
اَلْمُقِيمَاتُ فَلَا يَظْعَنَ

''ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں جو فوت نہیں ہوں گی، ہم امن والی ہیں جنھیں کوئی خوف نہیں۔ ہم ہمیشہ (یہیں جنت میں) قیام کرنے والی ہیں، یہاں سے کہیں نہیں جائیں گی۔''

---

[1] صحيح الجامع الصغير و زياداته الباني: ١٥٦١۔

حورعین کی غیرت:

مسند احمد میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''دنیا میں جب کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف پہنچاتی ہے تو حورعین میں سے اس کی بیوی کہتی ہے: ''اللہ تجھے برباد کرے، اسے تکلیف نہ پہنچا، بے شک وہ تیرے پاس پردیسی ہے، عنقریب وہ تجھے چھوڑ کر ہماری طرف آجائے گا۔'' ①

جنت والوں کی خواہشات اور ان کا پورا ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَ عِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ : اَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ قَالَ: بَلٰى وَ لٰكِنْ أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ قَالَ: فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَ اسْتِوَاءُهُ وَ اسْتِحْصَادُهُ فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ! فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعالىٰ: دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ ! فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ! فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللّٰهِ لَا نَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ، وَ أَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم)) ①

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گفتگو فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آدمی تھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آخرت میں) ایک بندہ جنت والوں میں سے اپنے رب سے کھیتی باڑی کی اجازت مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''کیا تو ایسی

---

① مسند احمد : ٥/٢٤٢ ۔ صحيح الجامع الصغير : ٧١٩٢ ۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة : ١٧٣۔

جگہ نہیں کہ جو تو چاہتا ہے تجھے مل رہا ہے؟'' وہ کہے گا: ''اے اللہ! یقیناً ایسی ہی جگہ ہے لیکن میں کھیتی باڑی کو پسند کرتا ہوں۔'' وہ بیج بوئے گا اور پلک جھپکتے وہ اگ آئے گا، سیدھا ہو جائے گا اور قابل کاشت ہو جائے گا۔ چنانچہ اس دیہاتی نے یہ بات سن کر کہا: ''اللہ کی قسم! یقیناً وہ یا تو قریشی ہوگا یا انصاری کیونکہ وہ کھیتی باڑی والے لوگ ہیں اور ہم کھیتی باڑی والے لوگ نہیں ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ اس کی یہ بات سن کر ہنس پڑے۔''

اسی طرح اگر کوئی جنتی اولاد کی خواہش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش بھی ایک ہی گھڑی میں پوری کر دیں گے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهٰی الْوَلَدَ فِی الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَ وَضْعُهُ وَ سِنُّهُ فِیْ سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِیْ)) [1]

''مومن جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو ایک ہی گھڑی میں (اس کی حور کو) حمل ٹھہرے گا، بچہ پیدا ہو کر جوان بھی ہو جائے گا، جیسے وہ چاہتا ہوگا۔''

جنت والوں کے نوکر اور خادم:

جنت والوں کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ انتہائی خوبصورت لڑکے پیدا فرمائیں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾
(الواقعہ: ۱۷-۱۸)

''ان پر لڑکے گھومیں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جو شراب کے جاری چشمہ میں سے بھرے ہوئے جام لیے ہوئے ہوں گے۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب: ۲۳۴۸۔

سورۂ طور میں ان کی خوب صورتی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ (الطور:٢٤)

''ایسے خوبصورت جیسے چھپا کے رکھے ہوئے موتی۔''

جنتیوں کا اجتماع اور ان کی باتیں:

جنتی ایک دوسرے کو ملنے جایا کریں گے اور پاکیزہ مجالس میں جمع ہو کر باتیں کیا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾

(الحجر:٤٧)

''ان کے سینوں میں ایک دوسرے کے بارے جو تھوڑا بہت رنج ہوگا وہ ہم نکال دیں گے اور بھائیوں کی طرح تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے۔''

اور فرمایا:

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ (الطور:٢٥-٢٦)

''یہ لوگ ایک دوسرے سے (دنیا میں گزرے ہوئے، حالات پوچھیں گے، کہیں گے: ''ہم پہلے اپنے گھروں میں ڈرے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر کار اللہ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والی لو کے عذاب سے بچا لیا۔ ہم پہلی زندگی میں اس سے دعائیں مانگتے تھے، وہ واقعی بڑا ہی محسن اور رحیم ہے۔''

اور جنتی لوگ اہل شرک (برے لوگوں) کا تذکرہ بھی کریں گے جو دنیا میں ان کو غلط عقائد اور اعمال سکھلاتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾ يَقُولُ أَءِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾ أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَٰمًا أَءِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَٱطَّلَعَ فَرَءَاهُ فِي سَوَآءِ ٱلْجَحِيمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَٱللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ ٱلْمُحْضَرِينَ ﴿٥٧﴾ (الصافات: ٥٠-٥٧)

''پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پوچھیں گے، ان میں سے ایک کہے گا: ''دنیا میں میرا ایک دوست تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا: ''کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟...... کیا واقعی جب ہم مر چکے ہوں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا ڈھانچا بن جائیں گے تو ہمیں جزا و سزا دی جائے گی......؟'' ...... (پھر وہ کہے گا): ''اب کیا تم دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ لوگ کہاں ہیں (جو ہمیں دنیا میں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے تھے)؟'' یہ کہہ کر جونہی وہ جھکے گا تو جہنم کی گھاٹی میں اسے دیکھ لے گا، اس سے مخاطب ہو کر کہے گا: ''اللہ کی قسم! تو تو مجھے تباہ کر دینے والا تھا، اگر میرے رب کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو آج میں بھی ان لوگوں میں سے ہوتا جو عذاب میں مبتلا ہیں۔''

خوش کن اعلان:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(جنتیوں کے لیے) اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: ''تمھارے لیے یہ نعمت ہے کہ تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے اور یہ کہ ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں اور یہ کہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور یہ کہ نعمتوں میں رہو

گے کبھی پراگندہ حال نہیں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے:

وَنُودُوٓاْ أَن تِلۡكُمُ ٱلۡجَنَّةُ أُورِثۡتُمُوهَا بِمَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ ﴿٤٣﴾

(الاعراف:۴۳)

''اور جنتیوں کے لیے اعلان کر دیا جائے گا کہ یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث بنا دیے گئے ہو، اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔''[1]

جنت والوں کے لیے سب سے افضل تحفہ:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائیں گے: ''اے اہل جنت!'' وہ جواب دیں گے: ''حاضر، اے ہمارے رب! تمام خیر و بھلائی تمھارے ہاتھ میں ہے۔'' اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: ''کیا تم راضی ہو گئے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم راضی کیوں نہ ہوتے جبکہ آپ نے ہمیں وہ چیزیں عطا کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''میں تمھیں ان سے افضل چیز نہ دوں؟'' وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! اس سے افضل کیا ہو سکتا ہے؟'' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

((أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا))[2]

''میں تمھیں اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ دیتا ہوں کہ اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔''

مسلم میں جناب صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح الجامع الصغیر: ٦٥٢٥۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء ما لادنی اهل الجنة من الکرامة: ٢٥٦٣۔ احمد: ٩/٣۔

[2] مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب فی دوام نعیم اهل الجنة: ٢٨٣٨۔

"جب جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "کیا تم کچھ اور چاہتے ہو جو میں تمھیں عطا کروں؟" وہ کہیں گے: "(اے اللہ!) تو نے ہمارے چہروں کو سفید کیا، ہمیں جنت میں داخل کیا، آگ سے ہمیں نجات دی۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَ جَلَّ)) ①

"اللہ تعالیٰ پردہ ہٹائیں گے (تو وہ جنتی اللہ تعالیٰ کے چہرہ کی طرف دیکھیں گے تو) انھیں کوئی چیز اتنی پیاری نہیں لگے گی جتنا اللہ عزوجل کے چہرے کا دیدار۔"

پھر یہ آیت پڑھی:

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ﴿٢٦﴾ (یونس:۲۶)

"جنھوں نے اچھے عمل کیے (ان کے لیے) جنت ہے اور زیادہ بھی ملے گا۔" ②

سورۃ القیامۃ میں فرمایا:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ (القیامۃ:۲۲-۲۳)

"بہت سے چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"

سب سے ادنیٰ جنتی کو کیا ملے گا......؟

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام

---

① بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب : ۷۵۱۸ ۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب احلال الرضوان علی اهل الجنة : ۲۸۲۹۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤية المومنین فی الاخرة ربهم: ۱۸۱۔

نے اپنے رب سے پوچھا:

''جنتیوں میں سب سے ادنیٰ جنتی کا مقام کیا ہو گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ایک آدمی اس وقت آئے گا جب سب جنتی جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو اسے کہا جائے گا: ''جنت میں داخل ہو جا۔'' تو وہ کہے گا: ''میرے پروردگار! کیسے داخل ہو جاؤں جبکہ سب لوگ اپنے محلات میں چلے گئے اور انھوں نے اپنی اپنی جگہیں اور نعمتیں سنبھال لیں؟'' تب اسے کہا جائے گا: ''کیا تو اس بات پر خوش ہو جائے گا کہ تجھے وہ کچھ دیا جائے جو دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس تھا؟'' تو وہ کہے گا: ''میرے رب! میں راضی ہو گیا۔'' پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''تیرے لیے یہ بھی ہے اور اتنا ہی اور بھی عطا کرتا ہوں۔'' (چار دفعہ اللہ تعالیٰ یہ کہیں گے) پانچویں مرتبہ وہ جنتی کہے گا: ''میرے رب! میں راضی ہو گیا'' اور کہے گا: ''یا رب! یہ تو سب جنتیوں سے اونچا مقام ہو گیا؟''[1]

مسلم کی ایک دوسری روایت بھی بڑی دلچسپ ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سب سے آخر میں جو جنت میں جائے گا، پل صراط پر (چلتے ہوئے) کبھی وہ چلے گا، کبھی وہ اوندھے منہ گرے گا اور کبھی آگ اس کو جلائے گی۔ جب جہنم سے پار ہو جائے گا تو پیچھے مڑ کر اسے دیکھے گا اور کہے گا: ''بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جس نے مجھے (جہنم) سے نجات دی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا کہ پہلے اور بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔'' پھر اسے ایک درخت دکھائی دے گا تو کہے گا: ''اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے نزدیک کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں بیٹھوں اور اس کا پانی پیوں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے آدم کے بیٹے! اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو تو اور سوال کرے گا؟'' وہ کہے گا:

---

① مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنة منزلة فیھا : ۱۸۹۔

''نہیں، اے میرے رب!'' اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ میں پھر کوئی سوال نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا، کیونکہ وہ ایسی نعمت کو دیکھ رہا ہے جس پر اس سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کر دیں گے۔ وہ اس کے سایہ میں رہے گا اور اس کا پانی پیے گا۔ پھر اسے ایک اور درخت دکھلائی دے گا جو اس سے بھی اچھا ہو گا۔ وہ پھر وہی سوال کرے گا جو پہلے درخت کو دیکھ کر کیا تھا اور وعدہ کرے گا کہ پھر سوال نہیں کروں گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے میرے ساتھ عہد نہیں کیا تھا کہ میں پھر سوال نہیں کروں گا؟ اب اگر میں تجھے اس درخت کے قریب کر دوں تو تو پھر سوال کرے گا۔'' وہ پھر عہد کرے گا کہ اب سوال نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اسے معذور سمجھیں گے، کیونکہ وہ ایسی نعمت کو دیکھ رہا ہے جس پر صبر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کر دیں گے۔ اب جب وہ قریب ہو گا تو جنت کے دروازے کے پاس اسے اس سے بھی اچھا درخت نظر آئے گا۔ چنانچہ دوبارہ وہی مکالمہ چل پڑے گا۔ وہاں وہ جنتیوں کی آوازیں بھی سنے گا۔ پھر وعدہ کرتا چلا جائے گا اور اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کو دیکھ کر پھر سوال کرتا رہے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دیں گے اور فرمائیں گے: ''کیا تو اس پر راضی ہے کہ تجھے ساری دنیا کا دوگنا دے دوں؟' وہ کہے گا: ''اے اللہ! تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''میں مذاق نہیں کرتا بلکہ میں تو جو چاہتا ہوں کر سکتا ہوں۔'' [1]

مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''جنت میں پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہو گا تو اس کے پاس موٹی آنکھوں والی

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب آخر اھل النار خروجا: ۱۸۷)

خوبصورت حوروں میں سے دو بیویاں آئیں گے اور کہیں گی:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَاكَ لَنَا وَ أَحْیَانَا لَكَ قَالَ فَیَقُوْلُ مَا أُعْطِیَ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُعْطِیْتُ)) ①

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تجھے ہمارے لیے زندہ رکھا اور ہمیں تیرے لیے زندہ رکھا۔'' تب وہ جنتی کہے گا: ''جس قدر مجھے دیا گیا اس قدر تو کسی کو دیا ہی نہیں گیا۔''

میرے بھائیو! جنت کی وسعت اور فراخی کا اندازہ لگانے کے لیے بخاری کی یہ حدیث بھی ملاحظہ کریں اور اپنے رحیم و کریم مولا کی عنایتوں پر قربان ہو جائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَ لَا تَزَالُ الْجَنَّةُ تَفْضَلُ حَتَّی یُنْشِیَ لَهَا خَلْقًا))

''جنت میں بہت زیادہ جگہ خالی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایک (نئی) مخلوق پیدا کریں گے۔''

اندازہ لگائیں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کو اس قدر جنتیں عطا فرمانے کے بعد بھی جنت ختم نہ ہوگی اور نہ بھر سکے گی کہ اللہ تعالیٰ مزید مخلوق پیدا کر کے اسے بھریں گے۔

اہل جنت کی طرف سے شکریہ کے الفاظ:

اور یہ ساری نعمتیں دیکھ کر وہ یوں بول اٹھیں گے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾ (الزمر: ٧٤)

''وہ کہیں گے: ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور

---

① (مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها: ۱۸۸)

ہمیں ایسی زمین کا وارث بنایا کہ جس جگہ ہم چاہتے ہیں رہتے ہیں ، نیک کام کرنے والوں کا کیا ہی خوب بدلا ہے۔"

اور کہیں گے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ (فاطر: ٣٤-٣٥)

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب بڑا بخشنے والا قدر دان ہے، جس نے اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے والے گھر میں لا اتارا، ہمیں اس جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں یہاں تھکن ہو گی۔"

جنت کی رنگینیوں کے بارے رسول اللہ ﷺ کا خوش کن اعلان:

پیارے قارئین کرام! اگرچہ ہم نے قرآن حکیم کی آیات اور صحیح احادیث مبارکہ کے ذخیرے سے جنت کے یہ منظر آپ کے سامنے پیش تو کیے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جنت کے بارے میں جو اللہ نے تیار کر رکھی ہے حقیقی منظر کشی نہیں کی جا سکتی۔ یہ چند نظائر اور نمونے ہیں کیونکہ جنت کو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالىٰ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِنْ بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَءَ ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ ﴾ [1]

(1) (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب فلا تعلم نفس ما اخفی لهم : ٤٧٨٠)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے بہشت میں وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، کسی کان نے نہیں سنیں اور نہ ہی کسی آدمی کے خیال میں ہی گزریں۔ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے واقفیت اور آگاہی تو الگ رہی (ان کا کسی کو گمان و خیال بھی پیدا نہیں ہوا) پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ﴿١٧﴾ (السجدۃ:١٧)

''کوئی نہیں جانتا کہ آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کیا چیزیں چھپا رکھی گئی ہیں۔ یہ ان کاموں کا بدلا ہوگا جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔''

بابا فرید گنج شکر کے دربار پر

”جعلی جنت“

اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر نور میں لاتا ہے جبکہ کافروں کے دوست طاغوت ہیں جو انھیں نور سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں اور یہی لوگ جہنمی ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ: ۲۵۷)

''جعلی جنت''

بابا فرید گنج شکر کے دربار پر جنت یا درباری جہنم

دلہن کو حجرہ میں پہنچا دیا گیا ...... جب علی احمد صابر کو مراقبۂ فنا سے فرصت ملی تو خدیجہ بی بی سے پوچھا: ''تو کون ہے؟'' ......عرض کرنے لگی: ''آپ کی زوجہ!'' ...... تب علی احمد صابر نے فرمایا: ''خدا تو فرد ہے، (اسے) زوجہ سے کیا کام!'' ...... یہ کہنا تھا کہ فوراً زمین سے آگ نکلی اور خدیجہ کا جسم جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا......!!

درباروں کے حالات بیان کرنے سے متعلق ہم نے جو سلسلہ شروع کیا ہے بعض لوگ اس سے خوش ہیں اور بعض بہت زیادہ ناراض ...... اور یہ سوال بھی زیر گردش ہے کہ تم نے آخر یہ سلسلہ کیوں شروع کیا ......؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ابن بطوطہ جو تاریخ عالم کا ایک نامور سیاح ہے، یہ آٹھویں صدی ہجری کا ہے اور مراکش کے شہر ''طنجہ'' میں پیدا ہوا۔ پچیس (۲۵) سال کی عمر میں وہ دنیا بھر کی سیاحت کو نکلا اور جب وہ بوڑھا ہو گیا تو واپس وطن لوٹا...... اس دور میں عالم اسلام کس حال میں تھا......؟ یہ ملاحظہ کرنے کے لیے میں نے ابن بطوطہ کا سفر نامہ پڑھنا شروع کیا...... میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ابن بطوطہ مسلمانوں کی جس سلطنت اور علاقے میں بھی جاتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی معروف درگاہ یا خانقاہ پر ٹھہرتا ہے، کچھ دن قیام کرتا ہے پھر گدی نشین کے ہاتھوں کہیں دستار فضیلت سر پر

سجاتا ہے اور کہیں دربار کی خلعت خلافت زیب تن کرتا ہے...... یہ سفرنامہ پڑھ کر صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس دور میں پورا عالم اسلام قبر پرستی اور درباری شکنجے کی نذر ہو چکا تھا...... حتیٰ کہ یہی ابن بطوطہ جب شام کے ملک کا سفر کرتا ہے، وہاں دمشق کے حالات بیان کرتا ہے اور وہاں کے صوفیاء اور علماء کا تذکرہ کرتا ہے تو خانقاہی پیروں اور مقلد مولویوں کا تذکرہ حسب معمول کرتا ہے، مگر یہاں جو شخص اسے معمول سے ہٹ کر دکھائی دیتا ہے اور جس کے عقائد کو ابن بطوطہ فاسد عقائد سے تعبیر کرتا ہے اور جو اسے پورے عالم اسلام میں انوکھا اور نرالا شخص دکھائی دیتا ہے...... وہ ہے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ جو عالم اسلام کو صوفیت اور تقلید کی دلدل سے نکال کر توحید اور جہاد کی شاہراہ پر گامزن کرنا چاہتا تھا۔ ابن بطوطہ اعتراض کرتا ہے کہ سب اس کے دشمن ہیں اور وہ اکیلا ہی اپنے سفر پر گامزن ہے...... غرض تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ چنگیز کے بعد اس کے پوتے ہلاکو خان نے پورے عالم اسلام کو تاراج کر دیا...... اور وہ کہ جن کی ولایتوں اور کرامتوں کے چرچے تھے، وہ زندہ اور مردہ حضرات سب کے سب زمین بوس کر دیے گے، انھیں ماننے والوں کی کھوپڑیوں کے مینار بنا دیے گے، ان کے خون سے دریا سرخ کر دیے گے مگر کیا مجال کہ کسی ''سیدنا'' کو ہی غیرت آئی ہو اور اس نے ہلاکو کی ہلاکت کو روکا ہو......!! ...... تاریخ صرف ایک نام بتلاتی ہے، وہ نام ہے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہ جس نے جس طرح توحید کی دعوت کا کام کیا اسی طرح اس نے فرزندان توحید...... اور دوسرے لوگوں کو اسلام کی غیرت دلا کر جہاد کا راستہ اپنایا اور ہلاکت کے اس طوفان سے مصر اور شام کو محفوظ کر لیا۔

قارئین کرام!...... آج پھر عالم اسلام درباری اور خانقاہی جکڑ بندی میں جکڑا ہوا ہے، انسانیت یہاں ذلیل ہو رہی ہے، جعلی رب بن جانے والوں کا اب کوئی شمار نہیں رہا...... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی حد پھلانگی جا چکی ہے، ہزاروں جعلی کعبے اس زمین پر بن چکے ہیں اور اب جعلی بہشت بھی ایک دربار پر قائم کر دی گئی ہے......!!...... تو ان درباروں پر ہونے والے واقعات کو بیان کرنے کا میرا مقصد صرف یہی ہے کہ یہ جرم کہ جس کی زد

میں عالم اسلام ہے، اس سے مسلمانوں کو آگاہ کر دوں...... آنے والے طوفان ہلاکت سے خبردار کر وں...... آیئے! اس طوفان کی ابھی سے پیش بندی کریں، لوگوں کو راہ توحید پر لائیں تاکہ نہ صرف یہ کہ وہ اس دنیا کے ہلاکت خیز طوفان سے بچیں بلکہ وہ قیامت کے طوفان اور زلزلوں سے بھی بچ جائیں کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق قبر پرستوں پر قائم ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَ هُمْ أَحْيَاءٌ وَ مَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ» ①

"بے شک وہ بدترین لوگ ہوں گے جنھیں قیامت آلے گی اور وہ زندہ ہوں گے اور وہ ایسے لوگ ہوں گے جو قبروں کو عبادت گاہ بناتے ہیں۔"

بابا فرید گنج شکر کے مزار پر

میں اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ پاک پتن پہنچا، بے پناہ رش میں ایک تنگ گلی سے ہو کر دربار میں پہنچے تو دائیں طرف ایک قدیم اور پرانا مزار دکھائی دیا۔ اس کے اندر متعدد قبریں تھیں، ایک قبر سب سے بڑی تھی، لوگ اس پر سجدہ ریز تھے، چومنے والے چوم رہے تھے......!! میں نے اس قبر کا کتبہ پڑھا تو اس پر لکھا تھا...... "حضرت سید قطب عالم، موج دریا۔"

قطب کون ہوتا ہے؟

آٹا پیسنے والی چکی کے درمیان میں جو کلی یعنی محور ہوتا ہے، اسے قطب کہتے ہیں۔

① مسند احمد : ۱/۴۳۵ ۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اِسْنَادُهُ جَيِّدٌ" اس حدیث کی سند اچھی ہے۔ تحذیر الساجد : ۱۲۔

دربار میں متعدد جگہوں پر لگے ہوئے کتبوں کے فوٹو جن پر "اللہ" محمد رسول اللہ ﷺ ......اور حاجی خواجہ قطب فرید" کے نام لکھ کر ان کو یکساں مقام کی حامل ہستیاں بنا دیا گیا!! اور نام نہاد بہشتی دروازے پر لگایا گیا "باب جنت" کا کتبہ

درباری زبان میں "قطب عالم" کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت پوری دنیا کا محور ہے یعنی اسی حضرت کے بل بوتے پر اس دنیا کی گردش جاری ہے..... جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا تو رہی ایک طرف، اس قطب عالم کی قبر پر جو بہت بڑا اور قدیم گنبد ہے، یہ اب بوسیدہ ہو چکا ہے، کہیں یہ گر نہ پڑے، اس خوف سے اس کے نیچے جگہ جگہ لکڑی کے عارضی ستون بنائے گئے ہیں!!.....سوچ رہا تھا..... یہ کیسا قطب عالم ہے کہ جس کا اپنا گنبد گرنے کو ہے۔ کیا اس کی قبر پر گرنے والوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں آتی.....؟ مگر سمجھ کا اس جگہ کام ہی کیا ہے، یہاں تو حال یہ تھا کہ جو چادر اس قبر پر پڑی تھی اس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

تیرے در پر سجدہ ریزی یہی میری بندگی ہے
کہ ذرا لپٹ کر رو لوں تیرے سنگ آستاں پہ

غرض لوگ اس قطب عالم کی قبر پر (جو بابا فرید کا پوتا ہے) سجدہ ریزی کر کے رو رہے تھے۔ موج عالم کی عبادت و بندگی بجا لا کر سفید پتھر کی بنی ہوئی قبر پر گر رہے تھے اور اوپر سے بوسیدہ اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار گنبد گرنے کو تھا۔ چنانچہ ہم یہاں سے نکلے اور نکلتے ہی دائیں طرف بابا فرید کے مزار پر نظر پڑی، دروازے کے اوپر یہ شعر دکھائی دیا۔

ہم نے یہ بندگی کا طریقہ بنا لیا
اپنے بابا کو یاد کیا سر جھکا لیا

بندہ اور بندگی:

موج دریا بندہ تھا..... بابا فرید بھی ایک بندہ تھا ..... یہاں جو لوگ نظر آ رہے ہیں..... یہ بھی بندے ہیں..... پھر بندے اپنے جیسے بندوں کی بندگی کیوں کرتے ہیں؟ ..... یہ بات تو ٹھیک ہے کہ بندوں میں مقام و منزلت کا فرق ہے اور اسی سے دنیا کے حسن میں رنگ ہے۔ ایک کا رنگ کالا ہے دوسرے کا گورا ہے، ایک بدصورت ہے دوسرا خوبصورت ہے، مگر ہیں تو دونوں ہی بندے۔ اسی طرح ایک ذہین ہے دوسرا کند ذہن ہے،

ایک عالم ہے دوسرا جاہل ہے، ایک شخص نیک ہے دوسرا برا ہے، مقام و منزلت کا یہ فرق تو ہے، اس سے کون بے وقوف ہے جو انکار کرتا ہے۔ مگر اس فرق کے باوجود ہیں تو یہ سب بندے، ہیں تو سب آدم علیہ السلام کی اولاد سے...... تو پھر بندے ہی اپنے جیسے بندوں کی بندگی کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ ان بندوں کو بنانے والا خالق کائنات اپنے بندوں کو ان کے بنانے کا مقصد بھی اپنے قرآن میں بتلا رہا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ (الذاریات:٥٦)

''میں نے انسانوں اور جنوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

یاد رکھیے! ''عبد'' کا معنی ہے بندہ اور بندہ وہی ہے جو اللہ کی بندگی کرے۔ وہ بندہ کیسے ہوسکتا ہے جو کسی بندے کی بندگی کرے اور جس کی بندگی کی جائے وہ بندہ کہاں رہتا ہے، وہ تو رب بن رہا ہوتا ہے!!...... جبکہ رب ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے، سب اسی کی بندگی کرنے والے اس کے بندے ہیں...... غور کیجیے!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھلا کس کا مقام ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے بندے ہیں اور اس وقت تک کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ اللہ کو وحدہ لا شریک لہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ ماننے کا اقرار نہ کرے...... ذرا کلمہ شہادت تو پڑھیے:

((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ حْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

غور کیجیے! پہلے اللہ کے رسول ﷺ کے بندے ہونے کا اقرار ہے، اس کے بعد رسالت کا اقرار ہے اور پھر قرآن میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو بڑی محبت سے اپنا بندہ کہا، صرف ایک مقام ملاحظہ کیجیے:

وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبْدُ ٱللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا۟ يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ (الجن:١٩)

''اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اسے (اللہ کو) پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ (مشرک) اس پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہو گئے۔''

تو جب اللہ کے آخری رسول ﷺ بھی اللہ کے بندے ہیں، اللہ کی بندگی کرتے ہیں، اللہ ہی کو پکارتے ہیں..... تو پھر اور ایسا کون ہوسکتا ہے کہ جس کی بندگی کی جائے، اسے سجدہ کیا جائے اور اس کی عبادت و بندگی کا طریقہ بنایا جائے اور اس کی عبادت کرنے کے مختلف اشعار اس کے دربار پر کندہ کیے جائیں.....؟

گستاخی کی انتہا:

دروازے کے اوپر ایک شعر پر جب میری نگاہ پڑی تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا..... اللہ کے، اس کے رسول ﷺ کے اور رسول معظم کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہی لوگ تو گستاخ ہیں..... بے شک یہی گستاخ ہیں..... یہ شعر آپ بھی ملاحظہ کیجیے اور پھر انصاف کا دامن مضبوطی سے تھام کر فیصلہ کیجیے کہ گستاخ کون ہے؟ ؎

اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید

ایک شعر کے دو پلڑے ہیں۔ ایک پلڑے میں اللہ تعالیٰ ہے، وہ اللہ ذوالجلال والاکرام کہ قیامت کے روز جس کی مٹھی میں ساری زمین ہوگی اور اس کے داہنے ہاتھ پر ساتوں آسمان ہوں گے۔ اللہ انھیں بار بار اچھالیں گے اور فرمائیں گے:

((اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكَ الْأَرْضِ؟)) [1]

---

[1] بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ "ملك الناس": ۷۳۸۲۔

"(آج) میں بادشاہ ہوں، دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟"

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میرے پاس دو فرشتے آئے اور میں مکہ کی ایک وادی میں تھا...... ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "کیا یہ وہی ہے؟" اس نے کہا: "ہاں" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "میرا وزن ایک شخص کے ساتھ کیا گیا تو میرا پلڑا بھاری رہا، پھر دس کے ساتھ کیا تو میرا پلڑا بھاری رہا، پھر میرا وزن سو آدمیوں سے کیا گیا تو میں ان سے بھاری رہا۔ پھر ہزار سے تو بھی میرا پلڑا بھاری رہا اور ان کا پلڑا اتنا اوپر اٹھا تھا کہ گویا وہ میرے اوپر گر پڑیں گے، پھر ان میں سے ایک نے کہا: "اگر اس کا وزن پوری امت کے ساتھ کیا جائے تو بھی اس کا پلڑا بھاری رہے گا۔"[1]

ایسے ہی تمام انبیاء کے بعد عالم انسانیت میں اگر کوئی سب سے بڑی ہستی ہے تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان کے بعد فاروق اعظم پھر عثمان غنی اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہم کا مقام ہے۔

اس کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سب ایک پلڑے میں ہیں اور دوسرے میں اکیلا بابا فرید ہے...... آہ! ان گستاخیوں پر زبانیں گنگ کیوں ہیں...... خاموشی کس لیے ہے......سکوت کا آخر سبب کیا ہے؟ کیا محض اس لیے کہ یہ گستاخیاں ایک دربار سے متعلق ہیں، وہ دربار کہ جو حکومت کی سرپرستی میں ہے، محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے، نام نہاد ولایت کی چادر میں لپٹا ہوا ہے، اب حکومت ہی بتلائے کہ اللہ کریم کی گستاخی اور امام الانبیاء سمیت آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی گستاخی کا مقدمہ کس پر چلایا جائے......؟ بہرحال مقدمہ چلے نہ چلے، ہم تو محبان پروردگار کو، اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں سرشار مسلمانوں کو، صحابہ کا پیار اور الفت دل میں سجانے والوں کو یہ بتلائے دیتے ہیں، باخبر کر رہے ہیں کہ گستاخ کون ہے،

[1] دارمی، المقدمة، باب کیف کان اول شان النبی ﷺ: ۱۴۔

محبّ کون ہے؟ حقائق تمھارے سامنے ہیں ۔ اب فیصلہ تمھارے ہاتھوں میں ہے اس کے بعد تمھارا جسے جی چاہے گستاخ کہہ لو...... جسے دل چاہے محبّ کہہ لو...... اللہ دیکھ رہا ہے جو عنقریب انصاف کرنے والا ہے۔ (ان شاء اللہ!)

بہشتی دروازہ:

بابا فرید کی قبر جس گنبد میں ہے، اس کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازے کو جنت کا دروازہ کہا جاتا ہے اور یہ صرف عرس کے دنوں میں کھلتا ہے۔ عرس کے دنوں میں اس دروازے سے ہو کر دوسرے دروازے سے لوگ باہر آ جاتے ہیں ۔ اس دوسرے دروازے کو نوری دروازہ کہتے ہیں، یہ سال بھر کھلا رہتا ہے...... ہم بہشتی دروازے کی طرف گئے تو اسے دو تالے لگے ہوئے تھے، سامنے ڈیوڑھی تھی اور تینوں جانب جنگلا تھا۔ اس جنگلے کے سامنے پھر چاروں طرف بڑا سا جنگلا بنایا گیا ہے، اوپر چھت ڈال کر ہال کمرا سا بنا دیا گیا ہے۔ یہاں مرد اور عورتیں بیٹھے تھے اور بہشتی دروازے کو دیکھ رہے تھے، دعائیں مانگ رہے تھے، التجائیں کر رہے تھے۔ اس درازے پر عبارت اس طرح کندہ کی گئی ہے:

''باب جنت''

''مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْبَابَ أَمِنَ''

''حسب الارشاد جناب سرور کائنات ﷺ''

ایک جنت وہ ہے جسے پروردگار عالم نے اپنے اہل توحید بندوں اور بندیوں کے لیے بنایا ہے...... اب چونکہ رب کے مقابلہ میں رب بننے کا مقابلہ بھی قبوری دنیا میں جاری ہے تو جو رب کے کام ہیں ان کا مقابلہ کیوں نہ کیا جائے !!...... چنانچہ اللہ کی جنت کے مقابلے کے لیے زمین پر ایک درباری جنت بنا دی گئی اور دروازے پر یہ لکھ دیا گیا۔

فردوس که جزو زمین است
همیں است همیں است همیں است
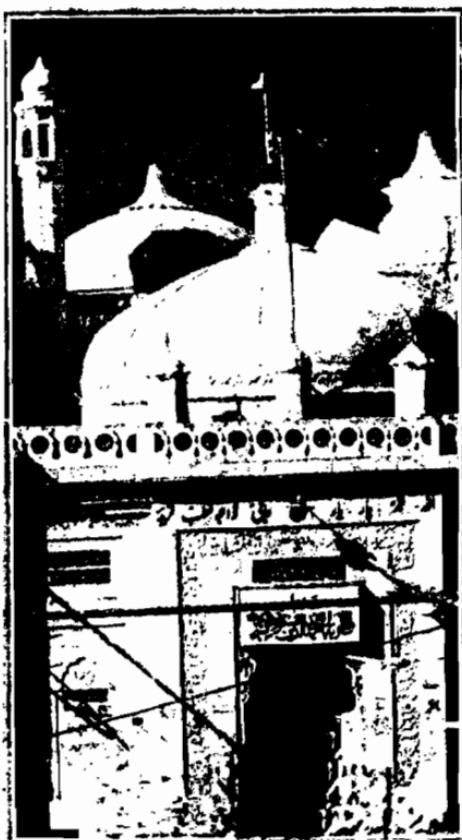
بابا فرید کے مزار کے صدر دروازے پر لکھا ہوا شعر ۔

اللہ محمد چار یار - حاجی خواجہ قطب فرید

''زمین کا وہ حصہ جو فردوس ہے، وہ یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے۔''

آسمانی اور زمینی جنت کا فرق:

جو جنت اللہ نے بنا رکھی ہے، اہل توحید جب اس کے دروازوں کے پاس پہنچیں گے تو ان کے استقبال کا منظر کچھ اس طرح ہوگا:

حَتّٰٓى إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَٰبُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَٱدْخُلُوهَا خَٰلِدِينَ ﴿٧٣﴾ (الزمر:۷۳)

''حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس آجائیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے، تو اس کے دربان ان سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر، بڑے اچھے رہے تم، اب اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تشریف لے جاؤ۔''

اب اس مصنوعی اور زمینی جنت پر لوگوں کی خواری اور ذلت کے مناظر ملاحظہ کیجیے!

گرمی کا موسم ہے، دربار سے لے کر شہر کے بازار سے ہوتے ہوئے چند کلومیٹر تک لوگ ساری ساری رات، سارا سارا دن بھوکے پیاسے ''بہشتی لائن'' میں لگے ہوئے ہیں، پسینے میں شرابور ہیں، گرمی نے برا حال کر رکھا ہے...... اور ادھر ان میں سے جو کوئی بہشتی دروازے کے قریب پہنچتا ہے تو وہاں کے انسانی داروغے رش کی وجہ سے بہشتیوں پر لاٹھیاں برساتے ہیں!!...... جو آگے پہنچ جاتے ہیں انھیں متعدد ہاتھ اچک لیتے ہیں...... کوئی دھکا دیتا ہے...... کوئی اٹھا کر اندر دربار میں پھینک دیتا ہے...... اور کوئی انھیں جلدی سے نوری دروازے سے باہر دھکیل دیتا ہے...... اس دوران کئی بے ہوش ہوجاتے ہیں...... کپڑے پھٹ جاتے ہیں، چشمے ٹوٹ جاتے ہیں...... کئی زخمی ہو جاتے ہیں اور کئی دم گھٹ کر مر بھی جاتے ہیں۔

(1987ء میں)12 سال قبل "زمینی بہشتی دروازہ" کی چند انوکھی جھلکیاں

روزنامہ جنگ کے حوالے سے

بہشتی دروازے کے داروغے کون؟:

ہم ایک جلسہ پر مولانا حافظ عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ کے ہمراہ ساہیوال جا رہے تھے کہ اس بہشتی دروازے کی بات چل نکلی تو مولانا کہنے لگے کہ ''میرے ایک شاگرد نے مجھے بتلایا کہ جب ہم کالج میں پڑھا کرتے تھے تو دربار کی انتظامیہ کے لوگ سکولوں و کالجوں سے اہل حدیث طلباء کو تلاش کر کے لے جاتے اور وہاں بہشتی دروازے پر متعین کرتے تاکہ یہ بہشتیوں پر اچھی طرح کنٹرول کریں، کیونکہ دوسرے لوگ عقیدت کی وجہ سے ناکام ہو چکے تھے، جبکہ یہ لوگ ان بہشتیوں کو خوب پھینٹا لگاتے تھے......'' غرض طالب علم اور وہ بھی اہل توحید! انھیں ایسا کام اللہ دے...... چنانچہ وہ ان بہشتیوں کو اس مصنوعی جنت سے گزرنے کا مزہ خوب چکھاتے!!

بہشتی یا جہنمی دروازہ:

آسمانی اور زمینی بہشتی دروازوں کا فرق تو آپ نے ملاحظہ کر لیا...... حقیقت یہ ہے کہ یہ زمینی بہشت جس کے بارے اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس دروازے پر یہ لکھ دیا گیا ہے:

''حسب الارشاد سرور کائنات ﷺ''

تو کہاں فرمایا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے کہ بابا فرید کی قبر کا دروازہ بہشتی دروازہ ہوگا؟ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے رسول ﷺ نے اس دنیا کی زندگی میں جنت کی خوشخبریاں سنائیں، ان کی قبروں پر کوئی بہشتی دروازہ نہ بن سکا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے روضۂ مبارک پر کوئی بہشتی دروازہ نہیں ہے تو یہ سات سو سال بعد بہشتی دروازہ اور وہ بھی اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق کیسے بن گیا؟ ایسی من گھڑت باتوں کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کرنے والوں کو اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ کر لینا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
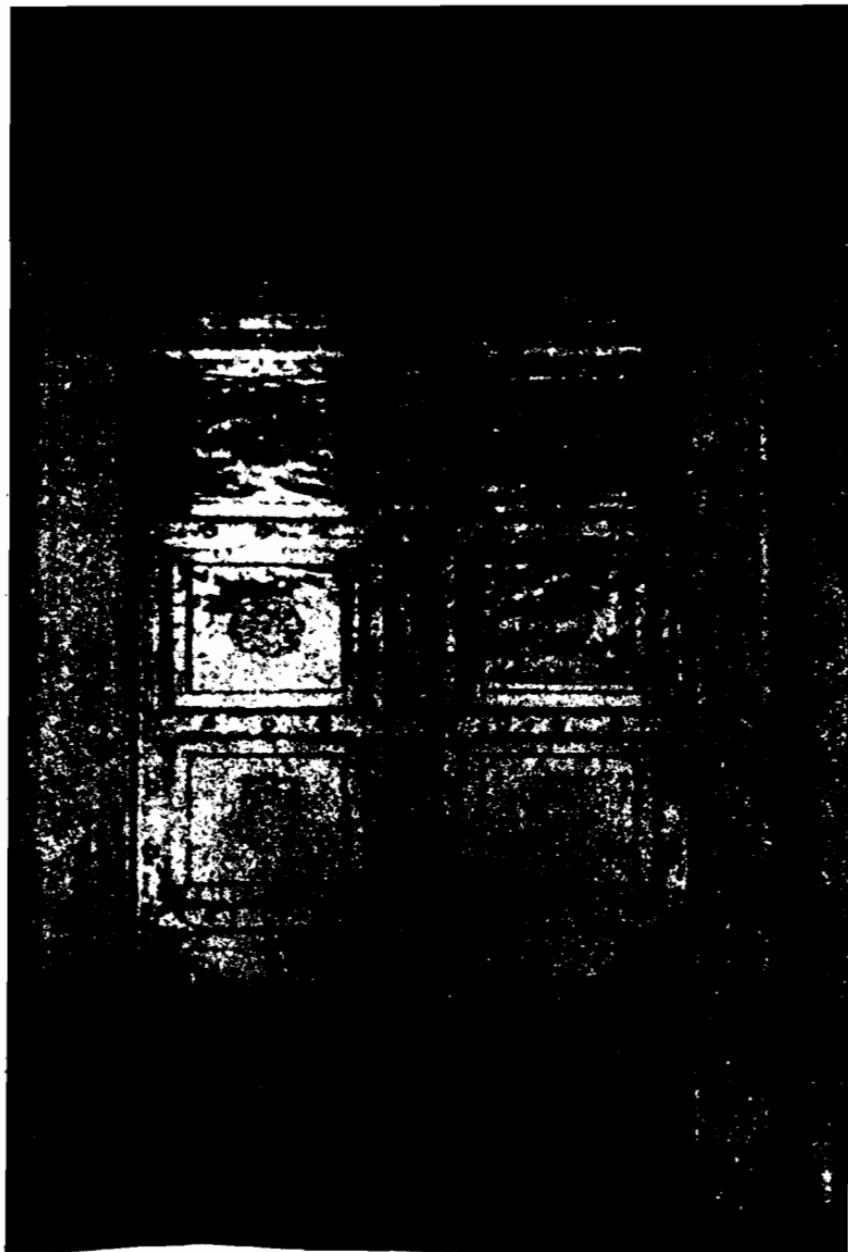
پونے چھ فٹ لمبا اور اڑھائی فٹ چوڑا لکڑی کا وہ دروازہ کہ جسے خانقاہی اور گدی نشین لوگ بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔ اور اس کے متعلق گدی نشینوں نے پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کا یہ عقیدہ بنا دیا ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا گویا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور وہ تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہو کر بخش دیا گیا!!

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))[1]

"جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔"

اب اللہ کے رسول ﷺ اور بابا فرید کے درمیان سات صدیوں کا فاصلہ ہے، تو اس سے بڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ پر کیا جھوٹ ہوگا کہ آپ کے فرمان پر یہ بہشتی دروازہ بنایا گیا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خواب میں نظام الدین اولیاء کو یہ دروازہ بنانے کا حکم دیا ہے یا یہ کہ:

> "نظام الدین دہلوی نے بچشم باطن دیکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مع اصحاب رضی اللہ عنہم و آل اطہار اور اولیائے عظام روضۂ بابا صاحب کے مشرقی دروازہ سے نکل کر جنوب و مشرقی گوشہ پر تشریف فرما ہیں اور اس جگہ حضور فرما رہے ہیں:
>
> "اے نظام الدین!...... تو با آواز بلند یہ کہہ دے اور یہ بشارت و مغفرت جن و انس کو سنا دے کہ ہمیں رب العزت سے فرمان ہوا ہے کہ جو کوئی اس دروازے سے گزرے گا امان پائے گا۔" (روزنامہ پاکستان ۲۱ جولائی ۱۹۹۱ء)

ایسے ہی اور بھی بہت سے بے سرو پا مضحکہ خیز عقائد بھی لوگوں نے اس دروازے سے قائم کر رکھے ہیں، جن کی جھلک آپ اس مضمون میں گاہے گاہے ملاحظہ کریں گے...... تو ایسی باتیں کرنے والوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دین قرآن و حدیث کا نام ہے اور وہ مکمل ہو چکا ہے۔ ایسے خواب، مکاشفے اور چشم باطن کی صوفیانہ اور درباری باتیں بالکل باطل اور شیطان کے جال ہیں، جبکہ وہ قرآن و حدیث کے بھی نہ صرف صریحاً مخالف ہوں بلکہ اسلامی شعائر کی اہمیت و تقدیس کو بھی کم کرنے کی سازش ہوں۔

غور کیجیے! اللہ کے رسول ﷺ کی طرف نسبت کر کے یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے اس درباری دروازے کو "باب بہشت" کہا ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں یہ دربار جہنم

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی : ۱۰۷۔
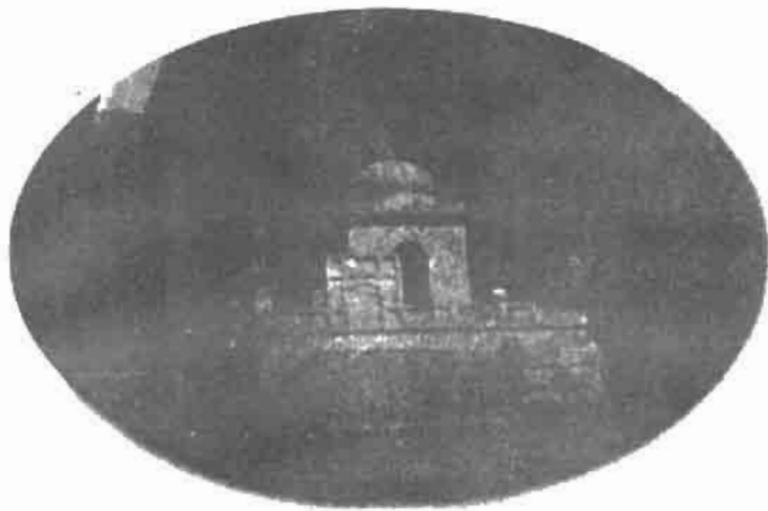
چونکہ گورو نانک کو بابا فرید سے نہایت عقیدت تھی لہٰذا اسی مناسبت سے کنویں کے سامنے یہ گردوارہ بنایا گیا ہے!!

دریائے بے کنار ہے قطرہ فرید کا
ملتا نہیں کسی کو کنارہ فرید کا
میخانۂ فرید پہ مستوں کی دھوم ہے
مستانہ ہو رہا ہے زمانہ فرید کا
بس یا فرید کہتے ہی جنت ملی ہمیں
اللہ بھی چاہتا ہے بہانہ فرید کا

اس خانقاہی عقیدے کا عکس کہ جس کے مطابق بس "یا فرید" کہہ لیں جنت مل جائے گی!!
(حوالہ کتاب "بہشتی دروازہ" از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری ص: 10)

کے دہکتے ہوئے انگارے سے بھی بڑھ کر ہیں۔ ملاحظہ کیجیے! آپ ﷺ کا فرمان، ان درباروں اور آستانوں کے بارے میں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَأَنْ يَّجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَّجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ)) ①

"اگر تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارا اس کے کپڑوں کو جلا دے پھر اس کے بدن کو جا لگے، تو یہ انگارا اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر کا مجاور بنے۔"

ذرا انصاف سے فیصلہ کیجیے کہ یہ فریدی دروازہ جنت کا دروازہ ہے یا کہ جہنم کا......کوئی لاکھ اسے جنت کا دروازہ کہتا رہے مگر اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ جہنم کا دروازہ ہے اور جیسے یہاں دھکے پڑتے ہیں قیامت کے روز بھی جہنم کے دروازے پر جہنمیوں کو اللہ تعالیٰ کے موحد فرشتے ایسے ہی دھکے دیں گے۔ سورۂ طور میں ہے:

يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿١٣﴾ (الطور:١٣)

"اس روز انھیں دھکے مار مار کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔"

بہشتی دروازے پر جنگ:

جون ۱۹۹۶ء میں اس دربار کے گدی نشینوں میں لڑائی ہو گئی، جس طرح دنیاوی بادشاہوں کے مابین تخت کے حصول کے لیے لڑائی ہوتی ہے، اسی طرح ان روحانی بادشاہوں کے درمیان بھی روحانی بادشاہت کے حصول کے لیے جنگ شروع ہو گئی۔ چنانچہ گدی نشین خاندان میں سے مسز فوزیہ بختیار دیوان نے گدی خود حاصل کرنے کی کوشش کی اور یوں بے نظیر اور نواز شریف کی طرح مودود اور فوزیہ کے درمیان ٹھن گئی۔ چنانچہ گدی نشین صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا مگر وہ اس حملہ سے بچ گئے، انھوں نے دھمکی دی کہ "آئندہ

① صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر: ٩٧١)

از مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری مدظلہ

ہدیۂ عظیمہ

حضرت باباصاحب کے ناموں کے تعویذ

انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے عموماً انسان کے اپنے گناہوں کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ جرموں کی معافی کا بہت بڑا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا تذکرہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے ذکر الصالحین کفارۃ یعنی نیک بندوں کا ذکر گناہوں کو مٹانے والا ہے جب گناہ معاف ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے جو تکالیف و مصائب ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے رفع فرما دیتا ہے۔ اسی نکتہ کے پیش نظر حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ کے اسماء مبارکہ کے عدد نکال کر تعویذات تیار کئے ہیں حضرت باباصاحب علیہ الرحمۃ کے وسیلہ جلیلہ سے ان شاء اللہ العزیز یہ تعویذات ہر مرض کے دفع کرنے اور ہر جائز مقصد کے حصول، کشائش رزق، سلامتی سفر، رہائی از قید وغیرہ کے لئے تیر بہدف ثابت ہوں گے۔

فرید الدین — ۳۸۹ یقین شرط ہے ۵۹۳ — گنج شکر

۹۷	۱۰۰	۱۰۳	۸۹
۱۰۲	۹۰	۹۶	۱۰۱
۹۱	۱۰۵	۹۸	۹۵
۹۹	۹۴	۹۲	۱۰۴

۱۴۸	۱۵۱	۱۵۴	۱۴۰
۱۵۳	۱۴۱	۱۴۷	۱۵۲
۱۴۲	۱۵۶	۱۴۹	۱۴۶
۱۵۰	۱۴۵	۱۴۳	۱۵۵

۲۹۰	۲۹۳	۲۹۶	۲۸۳
۲۹۵	۲۸۴	۲۸۹	۲۹۴
۲۸۵	۲۹۸	۲۹۱	۲۸۸
۲۹۲	۲۸۷	۲۸۶	۲۹۷

بابا فرید کے نام کا وہ تعویذ جس کے متعلق یہ عقیدہ قائم ہو چکا ہے کہ یہ ہر مرض سے نجات، رزق میں کشادگی، سفر میں حفاظت، قید سے رہائی وغیرہ کا باعث ہے (عکس از کتاب ''حضرت بابا فرید'' مرتب ساجزادہ محمد محبت اللہ نوری ص: ۱۶)

چوبیس گھنٹوں کے اندر مجھ پر قاتلانہ حملے میں ملوث ملزموں کو گرفتار نہ کیا گیا تو وہ آج درگاہ شریف کا بہشتی دروازہ نہیں کھولیں گے۔" (جنگ:۲۱ مئی ۱۹۹۶ء)

عرس کے موقع پر جب گدی نشین نے جنت کا دروازہ نہ کھولنے کی دھمکی دی تو وہ مرید جو دیوان صاحب سے مشکلیں حل کروانے آئے تھے، انھوں نے جب اپنے مشکل کشا کو مشکل میں پایا تو خبر ہے کہ زائرین، عقیدت مندوں اور مریدین کی بڑی تعداد نے دیوان مودود پر قاتلانہ حملہ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ یعنی اب مشکل کشا صاحب بے بس ہو چکے تھے اور ان کی بے بسی کا اظہار خود ان سے مرادیں مانگنے والے کر رہے تھے۔ جبکہ دوسری جانب فوزیہ دیوان نے کہا کہ "قتل کا مقدمہ جھوٹا ہے اور اگر صحیح حقائق کو منظر عام پر نہ لایا گیا تو کسی بھی وقت میرے لاکھوں عقیدت مند اور مریدین میرے ایک اشارے پر خون کی ندیاں بہا دیں گے۔" (خبریں:۲۶ مئی ۱۹۹۶ء)

قارئین کرام! یہ لڑائی اس وجہ سے ہے کہ قبر کی کمائی ہر دو جانب سے رال ٹپکائی کا باعث ہے اور دھمکیاں مریدوں کے حوالے سے دی جا رہی ہیں، جس طرح کہ حکومتوں کے سربراہ فوج کی قوت کے حوالے سے مخالفوں کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ اس موقع پر ان سے مرادیں مانگنے والوں سے ہم عرض کریں گے کہ تمھارا مشکل کشا مشکل پڑنے پر تمھارا محتاج ہو گیا!! اگر اب بھی تم اپنے محتاجوں کو مشکل کشا مانتے رہو تو تمھاری مرضی، ہمارا فرض تھا تم تک بات پہنچا دینا۔

کعبۃ اللہ کا مقابلہ:

اللہ تعالیٰ اپنے گھر کعبہ کے بابرکت اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَمَن دَخَلَهُۥ كَانَ ءَامِنًا ۗ ﴿٩٧﴾ (آل عمران:۹۷)

اور بیشک اولیاء اللہ بارگاہِ احدیت تک پہنچنے کا بہترین واسطہ ہیں اور حضرت بابا فرید رضی اللہ عنہ بے شک ولی اللہ اور قطب وقت تھے۔ لہذا ان کا تعلق اور ان سے نسبت و ربط وصول الی اللہ کا ذریعہ اور ظاہر ہی ہے کہ پاکیزہ عقیدت کے ساتھ بہشتی دروازہ گزرنا ارتباط و عقیدت قلبیہ کا وسیلہ اور سابقہ عقیدت میں اضافہ کا سبب ہے۔ بنا بریں علیہ ہم عقیدت مند مسلمان اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور مغفرت کا وسیلہ سمجھ کر گزرتے ہیں۔ اور وہ کریم جل شانہ ایسے ذرائع و وسائل کی قدر فرماتا ہے۔

چنانچہ شرح الصدور ص۵۹ میں ہے کہ بعض صالحین منکر نکیر کے سوال وجواب کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں ایک صاحب بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کا خادم تھا جو حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی لوئی اپنے کندھوں پر اٹھایا کرتا تھا۔ اس نے کہا میں تو منکر نکیر کے جواب میں یہی کہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ اس کا پتہ کس کو ہو سکتا ہے اس خادم نے فرمایا کہ میری قبر پر بیٹھ جانا تاکہ تم میرا جواب سنو۔ چنانچہ جب وہ فوت ہو گیا تو وہ اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور انھوں نے منکر نکیر کے جواب اس خادم کو یہ کہتے سنا کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو جب کہ میں نے اپنی گردن پر حضرت بایزید (علیہ الرحمۃ) کی لوئی اٹھائی تھی۔ بس اتنا سنتے ہی فرشتے چلے گئے۔

"بہشتی دروازہ" سے گزرنے کی ترغیب دینے کے لئے من گھڑت واقعہ سے استدلال کرنے کا انوکھا انداز، جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر بایزید بسطامی کے خادم کی مغفرت صرف اس بنا پر ہو سکتی ہے کہ وہ ان کی لوئی (کندھے پر رکھنے والی چادر) اٹھایا کرتا تھا، تو بہشتی دروازہ سے گزرنے والے کی مغفرت و بخشش کیوں نہ ہوگی؟

"اور جو اس میں داخل ہو گیا اسے امن مل گیا۔"

اور یہ امن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے وقت سے یعنی چار ہزار سال سے جاری ہے۔ اب اس بیت اللہ کا مقابلہ، قرآن کی آیت کا مقابلہ اور فرمان الٰہی کا مقابلہ کرنے کے لیے درباری بہشتی دروازے پر عربی میں یہ جملہ لکھ دیا گیا ہے:

" مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْبَابَ أَمِنَ "

"جو اس دروازے میں داخل ہو گیا اسے امن مل گیا۔"

جنت کا ٹکٹ:

عیسائیوں کے پوپ اور پادری جنھیں یورپ میں مذہبی، اقتصادی اور سیاسی اقتدار حاصل تھا، انھوں نے جنت کے ٹکٹ بنا کر بیچنے شروع کر دیے۔ اب ان ٹکٹوں کا اجرا درباری صوفیوں کی طرف سے بھی شروع ہو گیا ہے۔ محکمہ اوقاف کی طرف سے بہشتی دروازہ سے گزرنے کے لیے باقاعدہ ٹکٹ جاری کیا جاتا ہے، جو صرف وزراء، اراکین اسمبلی، صحافی اور مالدار حضرات کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ پاکپتن کے اہل توحید ساتھیوں نے ایک ٹکٹ میرے لیے بھی حاصل کر لیا تھا، جسے یہ ٹکٹ مل جائے اسے میلوں لمبی لائن میں لگنے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ اس بہشتی پاس کے بل بوتے پر بہشتی دروازہ پار کر سکتا ہے...... تو یہ ہے درباری جعلی بہشتی دروازہ، جہاں امیر اور غریب کا امتیاز روا رکھا گیا ہے...... اور جو اصلی آسمانی بہشت ہے تو اس کے بارے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ هِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَ هُوَ خَمْسُمِائَةٍ)) ①

---

① ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء ان فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنياء: ٢٣٥٤ ـ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب منزلة الفقراء: ٤١٢٢! شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ھے ـ

حضرت سیدنا وغوثنا الغوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید کو خواب میں ستر بار احتلام ہوا اور ہر بار الگ الگ عورت دیکھی۔ صبح ہوئی تو بہت پریشان ہو کر حضور قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور قدس سرہٗ نے اس کے عرض کرنے سے پہلے ہی ارشاد فرمایا۔ پریشان نہ ہونا میں نے لوح محفوظ میں دیکھا تھا کہ تو نے فلاں فلاں عورت کے ساتھ زنا کرنا ہے تو میں نے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالٰی نے ان ستر زناؤں کو ستر احتلاموں میں تبدیل کر دیا ہے۔ (بہجۃ الاسرار)

تو اس طرح یہاں بھی اللہ تعالٰی کے خصوصی فضل وکرم کی بارش ہوتی ہے اور حضرت بابا صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس خاص نسبت کی طفیل بہت سے گناہوں سے حفاظت ہو سکتی ہے۔

باب مدرسہ غوث اعظم سے گزرنا باعث نجات ہے

نیز قلائد الجواہر وغیرہ کتابوں میں ہے۔ قال الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ ایما مسلم عبر علی باب مدرستی فان عذاب یوم القیامۃ یخفف عنہ۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص مسلمان میرے مدرسہ کے دروازے پر سے گزر گیا پس بیشک اس سے قیامت کے دن عذاب ہلکا کر دیا جائے گا۔

بہشتی دروازہ سے داخل ہونے والے کو امن ملنے کا عجب استدلال بحوالہ کتاب ''بہشتی دروازہ از محمد محب اللہ نوری، ص: ۷''

"غریب مسلمان امیر مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے اور وہ قیامت کا (آدھا دن) پانچ سو سال کا ہوگا۔"

یہ تو اس امیر کی بات ہے جو جنتی ہے جبکہ وہ امیر اور سیٹھ آدمی جہنمی ہے، اسے جب اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ یوں چیخ پکار کرے گا:

يَٰلَيۡتَهَا كَانَتِ ٱلۡقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ أَغۡنَىٰ عَنِّي مَالِيَهۡۜ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّي سُلۡطَٰنِيَهۡ ﴿٢٩﴾ (الحاقة:٢٧-٢٩)

"اے کاش! میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہو جاتی، آج میرا مال میرے کچھ کام نہیں آیا، میرا سارا جاہ و جلال ختم ہو کر رہ گیا۔"

تب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے:

خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ ٱلۡجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي سِلۡسِلَةٖ ذَرۡعُهَا سَبۡعُونَ ذِرَاعٗا فَٱسۡلُكُوهُ ﴿٣٢﴾ (الحاقة:٣٠-٣٢)
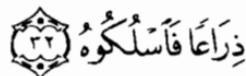
"اسے پکڑو، اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر جہنم میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔"

پھر اسے مذاق کرتے ہوئے کہا جائے گا:

ذُقۡ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ (الدخان:٤٩)
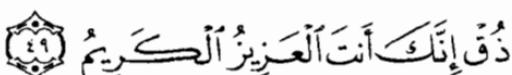
"اب مزا چکھ کہ تو بڑا زبردست عزت دار ہے۔"

جبکہ رہے وہ مسکین لوگ جو کہ توحید والے اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے ہیں اور اس دنیا میں دنیا دار لوگ انھیں غلام، کمین اور بے وقعت خیال کرتے ہیں......تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھ دیں گے اور دنیا والے یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ یہ تھا دنیا میں وہ بے وقعت آدمی کہ جسے اللہ نے آج جنتوں کا بادشاہ بنا دیا

ہے...... تو اے غریبو اور مسکینو! کس قدر قابل ترس ہو تم لوگ کہ اس دنیا کے مزے بھی نہ اڑا سکے اور درباری، بہشتی دروازے سے گزر کر تم اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے کی تیاریاں بھی کر رہے ہو......۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ایسے برے بختوں پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے، جس قدر رویا جائے تھوڑا ہے، جس قدر حسرت کے آنسو بہائے جائیں ناکافی ہیں۔

جعلی رب کا حجرہ:

فرید الدین گنج شکر کے وسیع دربار میں ایک حجرہ دکھلائی دیا۔ لوگوں کا یہاں بے پناہ رش تھا۔ چنانچہ ہم اس حجرے کے پاس گئے تو اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

''حجرہ مبارک حضرت مخدوم پاک سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری ختم اللہ الارواح، سلطان الاولیاء، قطب عالم، غیاث ہژدہ ہزار عالمین۔''

تصوف کے سینہ بسینہ انسائیکلو پیڈیا میں کل جہانوں کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے اور ان اٹھارہ ہزار جہانوں کے جو غوث (فریاد رس) ہیں، ان غوثوں یعنی فریاد رسوں کا سب سے بڑھ کر غوث یعنی فریاد رس، علاؤالدین علی احمد صابر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام روحوں پر مہر ہے، ولیوں کا سلطان اور جہان کا قطب ہے...... اس قدر کثیر صفات والی ہستی کا ہے یہ حجرہ!

حجرے میں کیا ہوتا ہے؟

یہ علی احمد صابر بابا فرید کا بھانجا ہے۔ سینہ بسینہ روایات کے مطابق بابا صاحب ایک کچے دھاگے کے ساتھ نہ جانے ولایت کے کس جرم کی پاداش میں بارہ سال تک ایک کنویں میں الٹے لٹکے رہے!! ...... کچے دھاگے کے ساتھ کوئی لٹک سکتا ہے یا نہیں، عقل اس بات کو مانتی ہے یا نہیں، درباری تصوف کو اس سے کوئی غرض نہیں، اسے تو بس کرامتوں سے غرض ہے اور وہ سینہ بسینہ ہوتی ہیں، ان کے بارے دلیل نہیں پوچھی جاتی۔ تو غرض بابا

صاحب کی عدم موجودگی میں...... لنگر تقسیم کرنے کی ڈیوٹی بابا کے بھانجا صاحب کے سپرد ہوئی۔ وہ گیارہ سال سات ماہ اور کچھ دن یہاں لنگر تقسیم کرتے رہے...... ایک روز بابا صاحب کی بہن یہاں آئی، انھوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ تو سوکھ کر کانٹا بن گیا ہے، بھائی سے یعنی بابا سے شکایت کی، بابا نے بھانجے سے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا: ''آپ نے لنگر تقسیم کرنے کو کہا، سو میں کرتا رہا، آپ نے کھانے کا حکم ہی نہیں دیا، سو میں نے بارہ سال کھایا ہی نہیں۔'' یہ داستان ہے اس حجرے کے شان نزول کی...... اب بارہ سال نہ کھانے کی بات گھڑ کر لوگ بھلا اسے انسان کب رہنے دیں گے......!! آپ القاب تو دیکھ چکے کہ ان کے ذریعے اسے رب بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی...... مگر شاید ابھی کچھ ابہام باقی تھا جو دور کر دیا گیا...... اور یہ کس طرح دور کیا گیا؟ آپ اشعار اور تحریر جو اس حجرے کے اردگرد علی احمد کے بارے کندہ ہے، اسے ملاحظہ کیجیے؟ لکھا ہے ؎

علی دروازہ احمد کا در احمد ہے اللہ ھو
علی احمد ہے اللہ ھو علی احمد ہے اللہ ھو

یعنی علی احمد ہی تو ہے اور وہ اللہ ہے اور پھر اس جعلی رب کو یوں مخاطب کیا گیا ہے ؎

مولا دروازہ احمد کا در احمد ہے اللہ ھو
آقا کریم صابر شاہوں کے شاہ صابر

جعلی رب کی بیوی جل کر خاک ہوگئی !!:

بابا فرید کی بہن یعنی علی احمد کی ماں نے اپنے بیٹے کے لیے اپنے بھائی سے رشتہ مانگا۔ بابا نے انکار کر دیا مگر بہن نہ مانی، آخر رشتہ ہوگیا۔ علی احمد کا نکاح حضرت بابا فریدالدین کی صاحبزادی خدیجہ بی بی عرف شریفہ (شریفاں) سے ہوگیا۔ دلہن کو حجرۂ عروسی میں پہنچا دیا گیا۔ تہجد کے وقت جب علی احمد صابر کو مراقبہ فنا سے فرصت ملی تو خدیجہ بی بی سے پوچھا:

''تو کون ہے؟'' عرض کی: ''آپ کی زوجہ۔'' تب علی احمد صابر نے فرمایا: ''خدا تو فرد ہے زوجہ سے کیا کام؟'' یہ کہنا تھا کہ فوراً زمین سے آگ نکلی اور خدیجہ کا جسم جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا!!

اس داستان پر ذرا غور کیجیے! علی احمد صابر بابا فرید کا خلیفہ ہے، پھر بھانجا ہے، پھر ان کے حکم سے لنگر تقسیم کرتا رہا ہے۔ ماموں نے ہی بھانجے کو ولایت کا پروانہ دیا ہے...... مگر بھانجا رب بن گیا اور ماموں فرید جو بھانجے سے کہیں بلند مرتبہ ہے، اس کا خون، اس کا لخت جگر، اس کی صاحبزادی آگ میں جل کر ڈھیر ہو گئی۔ گنج شکر کی بیٹی اپنے باپ کے مرید کا جلوہ برداشت کیوں نہ کر سکی؟...... کیا وہ گنج شکر کی بیٹی نہ تھی...... بابا فرید کا خون نہ تھی؟...... اگر تھی تو پھر جل کر راکھ کا ڈھیر کیوں ہوئی؟...... اس دربار کے مریدوں کو غور کرنا چاہیے اس فلسفے پر!!...... نہ سمجھ آئے تو ہماری کتاب ''اللہ موجود نہیں......؟'' کا مطالعہ کریں، اللہ تعالیٰ سیدھا راستہ دکھائے گا۔ (ان شاء اللہ!)

گنج فریدی کے حیا سوز مناظر:

علی احمد صابر جنھیں رب بنا دیا گیا، ان کا اصل دربار تو ہندوستان کے شہر کلیر میں ہے۔ وہاں نہ جانے کیا ہوتا ہو گا، مگر وہاں کچھ بھی ہوتا ہو گا اس کا اندازہ اس حجرے پر ہونے والے مناظر سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک شعر اس حجرے پر یوں بھی درج تھا ؂

مخدوم کا حجرہ بھی گلزار مدینہ ہے
یہ گنج فریدی کا انمول نگینہ ہے

آیئے۔ اب گنج فریدی کے نگینے ملاحظہ کیجیے۔

ملنگ نے عورت کے گالوں کو تھپتھپایا اور......:

مخدوم صابر پیا کے حجرے کی چوکھٹ پر لوگوں کا ہجوم تھا، عورتیں بھی مردوں میں گھس

کر ایک ہی جگہ بیٹھی تھیں۔ ایک لمبے چوغے والا ملنگ عورتوں کے پاس بیٹھا تھا۔ قوال حضرات موسیقی کی دھنوں میں شرکیہ اشعار کے راگ الاپ رہے تھے، نوٹوں کی بارش ہو رہی تھی...... بیٹھے بیٹھے بابے پر وجد طاری ہو گیا، وجد میں ہی اس نے پاس بیٹھی ایک عورت کے سر کو پکڑا، گالوں کو تھپتھپایا!!...... اور پھر اٹھ کر دھمال ڈالنا شروع کر دی ، پھر حجرے کو سجدہ کرنے لگا......!! ہم سے گنج فریدی کا یہ انمول اور حیا سوز منظر دیکھا نہ گیا...... پیچھے مڑے تو ڈھول کی تھاپ پر ایک نوجوان رقص کر رہا تھا...... اب تو پاک پتن کے پیر حضرات خود ہی اپنے بیٹوں کی شادیوں پر مجرا کروانے لگے ہیں جس کی روداد اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہے۔ اپنی خانقاہی مقدس ریت کے مطابق وہ رقص معرفت کے لیے باقاعدہ طوائفوں کو بلاتے ہیں۔

حجرے کو اک زخمی سجدہ:

اس دوران ایک اور نوجوان پر وجد طاری ہو گیا...... ''حق فرید یا فرید''...... کے نعرے بلند ہونے لگے اور وہ اس حجرے سے سجدہ کر کے بابا فرید کے دربار کی طرف منہ کر کے تپتے ہوئے سنگ مرمر کے فرش پر اپنا ماتھا اور ناک گھسیٹتا ہی چلا گیا ، اس کی چمڑی ادھڑ چکی تھی...... وہ بے ہوش ہو گیا...... لوگوں نے پکڑا تو وہ دیوانوں کی طرح لڑکھڑانے لگا......

عورتوں اور مردوں کی مخلوط خواب گاہ:

اب ہم اس حجرے سے ملحق ایک بہت بڑے ہال کمرے میں داخل ہو گئے ۔ یہاں عورتیں مرد سب اکٹھے آرام کر رہے تھے، کوئی سو رہا تھا، کوئی بیٹھا تھا، کوئی اونگھ رہا تھا۔ کئی عورتیں بھی فرش پر سو رہی تھیں۔ گنج فرید کے یہ مخلوط مناظر نہ جانے رات کو کیا رنگ لاتے ہوں گے!! ہم یہ سوچتے ہوئے جگہ کی تنگی کی بنا پر ، عورتوں اور مردوں کو پھلانگتے ہوئے ایک ملنگ کے پاس جا پہنچے۔ بھائی سیف اللہ صاحب اسے تبلیغ کرنے لگے، ان مخلوط مناظر کو غیر شرعی بتلانے لگے...... تو وہ جلال میں آ کر کہنے لگا: ''میں جانتا ہوں تم کون ہو؟...... تم

العزیز السعید علیٰ باب الفرید

پہلے کہاں قیام کیا

بہشتی دروازہ کب کھلا

آدابِ زیارت

زائر پاکیزہ بدن ولباس سے مزار گہربار پر پہنچے تو خشوع وخضوع سے دوگز مزار سے دور کھڑا ہوکر اجازت طلب کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر داخل ہو۔ مزار شریف کی طرف منہ کرے اور کعبہ شریف کو پیٹھ کرکے عجز وانکساری سے ۳۔ بار سلام عرض کرے اور کچھ قرآن کریم سے پڑھ کر نذرانہ کرے اور مراقبہ میں محو ہوجائے حتیٰ کہ صاحبِ مزار کی روح سے ملاقات ہوجائے تب صاحب مزار سے فیض و حاجت طلب کرے

اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔ واللہ اعلم

ابوالاسد محمد اللہ دتہ صدر تنظیم ائمہ وخطباء ضلع پاکپتن شریف

بہشتی دروازہ کی زیارت کے آداب کا عکس، جس میں بتایا گیا ہے کہ زیارت کرتے وقت زائر منہ تو بہشتی دروازہ کی طرف کرے جبکہ پیٹھ کعبۃ اللہ کو کرے!! (بحوالہ: العزیز السعید ص: ۹)

کس اللہ کی بات کرتے ہو؟...... ہم کسی اللہ کو نہیں جانتے!! ہم تو اپنے پیر کو جانتے ہیں!!...... اور یہ جو تم نے عورتوں اور مردوں کی رٹ لگا رکھی ہے تو آخر عورتوں کے بنانے کا مقصد کیا ہے؟...... یہ کس لیے بنی ہیں؟'' (نعوذ باللہ من ذالک) غرض وہ کوئی اصلاح کی بات سننے سمجھنے کی حالت میں ہی نہ تھا۔ چنانچہ ہم جلدی جلدی اس جگہ سے باہر نکل آئے کہ جہاں اللہ کریم کی بھی گستاخی اور شرم وحیا کی بھی تباہی و بربادی ہو رہی تھی۔

مسجد کی ویرانی:

یہاں سے نکلنے کے بعد گنج فرید کا ایک اور نگینہ ہم نے گنج شکر کے دربار پر عورتوں والی جگہ پر دیکھا۔ ایک عورت بال بکھیرے ہوئے وجد کی حالت میں تھی، مرد بھی یہاں موجود اس منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے...... تو یہ تھے گنج فریدی کے چند انمول نگینے جو ہم دیکھ پائے...... گنج شکر کی وہ کرامت کہ جس کے بارے مشہور ہے کہ بابا فرید کے کہنے سے نمک شکر ہو گیا تھا اور شکر نمک بن گئی تھی، اسے سنا تو سب نے ہے، دیکھا کسی نے نہیں ہے، مگر دربار گنج شکر پر بے حیائی کے یہ انمول تحفے، حیا سوزی کے یہ نگینے، شرک کے یہ خزینے، رقص وسرود کے یہ شکری گنج یہاں ضرور دیکھے جا سکتے ہیں۔ جبکہ اس دربار کی مسجد جو بہت بڑی ہے، اسے دیکھا تو ویران پڑی تھی!! دربار پر لاکھوں دنیا موجود تھی مگر یہاں کوئی ایک بھی نہ تھا جو مسجد میں دکھائی دے!!

قوالیوں کے ذریعہ لوگوں کے عقائد تباہ کرنے کی کوششیں:

قارئین کرام!...... اب مارکیٹ میں قوال بدر میاں داد کے چھوٹے بھائی شیر میاں داد کی قوالیوں پر مشتمل ایک نئی کیسٹ بازار میں آئی ہے، جو بابا فرید اور ان کے مزار کے متعلق قوالیوں پر مشتمل ہے۔ جہاں یہ لوگوں کے عقیدے خراب کر رہی ہے وہیں گدی نشینوں اور درباری قبوری حضرات کے فاسد عقائد کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ اس کی چند جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ کریں کہ جن قوالیوں کو سن کر بابا فرید کے گدی نشین سر دھنتے ہیں۔ یہ قوال
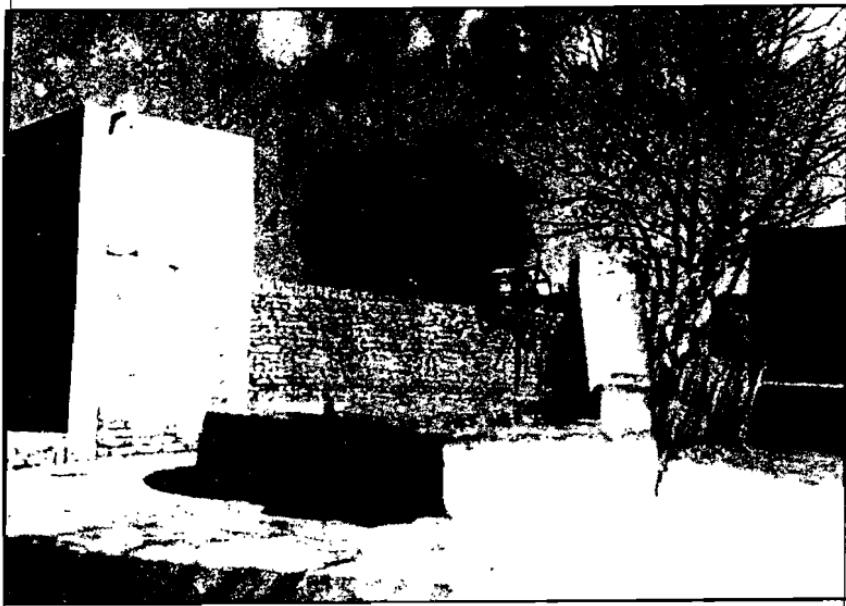
دربار پر واقع ایک کنواں جس کے متعلق لوگوں نے عجیب و غریب نفع و نقصان پر مبنی عقائد وابستہ کیے ہوئے ہیں۔اس کے ساتھ ہی ایک درخت نظر آرہا ہے' خانقاہی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اگر اس پر کپڑے کی کترنیں اور دھاگے باندھے جائیں تو تمام قسم کی مشکلات اور تکلیفات ختم ہو کر بگڑی سنور جاتی ہے۔

شیر میاں داد اپنی پہلی قوالی کچھ اس طرح کہتا ہے ؎

میں ڈھکیاں چڑھ آئی چنی رنگ دے فرید الدین میری
رنگ ہووے صابر دا ہووے پانی وچ اجمیری......
سنیا بابا نی تو لکھاں دنیا تاری......
نظر کر بابا جی، بگڑی بن جائے میری
میں ڈھکیاں چڑھ آئی، لنگھ کے پتن فریدی
چھٹ گئے در سارے، توں نظر جدوں دی کیتی

میں ڈھکیاں چڑھ آئی دل دے روگ مٹاون
منگتے اس در توں، کدے نہ خالی جاون
میں ڈھکیاں چڑھ آئی، جمعرات نوں بابا
در تیرا میرے لئی جیویں خانہ کعبہ
میں ڈھکیاں چڑھ آئی، لے کے جھولی خالی
بابا موڑ دا نئیں! در توں کدے سوالی

دیکھیے! اس قوالی میں جو آج کل ہر گھر، دکان، ویگن، بس اور کار میں سنی جا رہی ہے، قوال اللہ تعالیٰ کا در چھوڑ کر بابا فرید کے آستانے پر ہی اپنا ماتھا ٹیکتے ہوئے انہی کو ہی اپنا بگڑی بنانے والا ثابت کر رہا ہے اور صبغۃ اللہ یعنی اللہ کے رنگ کی بجائے مخلوق کے شرکیہ رنگ میں رنگے جانے کی خواہش کر رہا ہے۔ چونکہ یہ بدنصیب اللہ تعالیٰ کا در اقدس چھوڑ کر اس کے مدمقابل الٰہ بنا کر ان کا دامن تھام چکا ہے، اس لیے کہہ رہا ہے کہ جب سے میں نے بابا فرید کے مزار سے ناتا جوڑا ہے، تمام در مجھ سے چھوٹ گئے ہیں حتیٰ کہ اللہ کا در بھی!...... اسی لیے تو وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کو چھوڑ کر کسی اور کے آگے دامن پھیلا رہا ہے

بابا فرید کے دربار کے متعلق کہ جس میں بہشتی دروازہ واقع ہے، خانقاہی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اس دربار میں لگی ہر اینٹ پر ۱۱ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا گیا ہے او یہ کہ بابا فرید کی تدفین کے وقت انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی روحیں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ بہشتی دروازہ کے متعلق یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس دروازہ میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ اور انبیاء کے ساتھ کئی بار گزرے۔......!!

مندرجہ بالا عکس بھی اسی فاسد عقیدہ کی نشاندہی کر رہا ہے (بحوالہ العزیز السعید علی باب الفرید از محمد اللہ دتہ خطیب دربار مکی، ص: ۶، ۷)

اور کہہ رہا ہے کہ اللہ کے دربار سے تو شاید لوگ خالی جھولی لوٹ جاتے ہوں، لیکن اس قبر و مزار کے باسی بابا فرید کے در پر منگتے بن کر آنے والے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتے بلکہ وہ اپنی من کی مرادیں حاصل کر کے ہی لوٹتے ہیں اور پھر صاف لفظوں میں بابا فرید کو اللہ کے مقابل لا کھڑا کرتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے گھر خانہ کعبہ کے مقابلے میں بابا فرید کے مزار کو خانہ کعبہ قرار دے دیا ہے کہ ''در تیرا میرے لئی، جیویں خانہ کعبہ۔''

اف ! افسوس ! صد افسوس!! ان درباری گدی نشینوں اور ان کے قوالوں پر کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو چیلنج کرنے کے بعد ہر شہر میں خانہ کعبہ (مزار) بنا رکھا ہے اور پھر ایسی ہی قوالیاں گا گا کر لوگوں کو ان کے طواف کی اور عبادت کی دعوت دینے میں مصروف ہیں۔

مردہ بچہ زندہ ہو گیا!!:

یہی قوال اپنی دوسری قوالی میں اللہ تعالیٰ کی زندہ کرنے اور مارنے کی قوت بھی بابا فرید کو دے رہا ہے کہ وہ بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ جب کہ قرآن مجید فرقان حمید '' یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ '' (کہ مارنا اور زندہ کرنا صرف اللہ ہی کا خاصہ ہے) کی صدائیں بلند کر کے اس کی تردید کر رہا ہے۔ لیکن انھیں اس سے کیا...... سنیے! قوال کیا کہہ رہا ہے ؎

صابر دے پیر دے نال، پکیاں لگ گئیاں
اک مائی دا بچہ مریا، در فرید تے آئی
بچہ رکھ کے چوکھٹ اُتے، پائی حال دہائی
اوسے ویلے گنج شکر دی، رحمت جوش وچ آئی
مریا بچہ زندہ ہویا، لیندی اے گل مائی
صابر دے پیر دے نال، پکیاں لگ گئیاں

اس کے بعد یہ قوال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ یا مسجد کی طرف جانے کی دعوت دینے کی بجائے بابا فرید کی قبر اور مزار کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تم سے سب کچھ

چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے لیکن دیکھنا کہیں بابا کے مزار اور دربار پر حاضری نہ چھوڑنا۔ اگر یہاں مستقل حاضری دیتے رہے تو تیرا ہر بگڑا کام بن جائے گا۔ لہٰذا کہتا ہے ؎

سفر پاک پتن نہ چھڈیں بن جاؤ کم تیرا
شیر داد دے بھاگ جگاون والا بابا میرا

تیسری قوالی میں بابا فرید کو تقدیر بدلنے والا ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

خواجہ قطب الدین دا پیارا، کرماں دے چھٹے مار دا
تقدیراں نوں موڑ دکھاوے ٹٹیاں نوں جوڑ دکھاوے
پل وچ ڈبدے بیڑے، بابا اک نظر نال تار دا......

حالانکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ تقدیروں کے فیصلے صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ لیکن یہ لوگ تقدیروں کے جوڑ توڑ اور ڈوبے بیڑے تارنے وغیرہ کے تمام اختیارات بابا فرید کے پاس ثابت کر رہے ہیں!!

اللہ تعالیٰ عرش پر حق فرید کا ورد کرتا ہے!!:

ایک جگہ یہ قوال دعویٰ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی عرش پر حق فرید کا ورد کرتا ہے۔ کہتا ہے ؎

اپنے رب نوں کیتا راضی، جت لئی فرید نے عشق دی بازی
ایویں نئیں رب عرشاں اتے، حق فرید پکار دا
خواجہ قطب الدین دا پیارا، کرماں دے چھٹے مار دا
کھل گیا دروازہ جنتاں والا، فریدالدین سرکار دا

اس قوالی میں بار بار کورس کی شکل میں یہ مصرعہ گایا گیا ہے کہ ''خواجہ قطب الدین دا پیارا، کرماں دے چھٹے ماردا'' ...... جبکہ اللہ تعالیٰ کے موحد بندے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قرآن میں بیان کردہ جنتوں میں داخل ہوں گے اور اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ جب

خانقاہی دنیا میں طریقت و معرفت کے اس نفع بخش کاروبار میں کسی دوسرے فریق کو کسی صورت میں شریک ہونے نہیں دیا جاتا۔ فریق ثانی کی شرکت سے بچنے کے لئے اگر اس کے علمبرداروں کو شیر خوار بچے کو بھی خلیفہ بنانا پڑے تو وہ اس سے بھی نہیں چوکتے۔ بس خواہش یہ ہوتی ہے کہ یہ صنعت 'یہ گدی ہمارے پاس ہی رہے۔ اور ہم ہی اس کے مخدوم ٹھہریں۔ اس کی موجودہ دور میں ایک اخباری جھلک ملاحظہ ہو:

سلطان باہوؒ کے مزار پر بچے کی سجادہ نشینی کیخلاف درخواست مسترد

درخواست گزار کے اعتراضات کا متعلقہ عدالت ہی جائزہ لے سکتی ہے وہاں رجوع کیا جائے ہائیکورٹ

صاحبزادہ غلام جیلانی کے بیٹے نے اپنے ایک سالہ بھائی کو سجادہ نشین مقرر کرنے کیخلاف رٹ کی تھی

لاہور (خبر نگار خصوصی) ہائیکورٹ نے حضرت سلطان باہو کے مزار پر کمسن بچے کو سجادہ نشین مقرر کرنے کیخلاف دائر درخواست مسترد کردی۔ یہ درخواست صاحبزادہ محمد مجیب سلطان نے دائر کی تھی جس میں کہا گیا کہ درخواست گزار کے والد صاحبزادہ حضرت غلام جیلانی نے اپنے ایک سالہ بیٹے نجیب سلطان کو ایک اخباری اشتہار کے ذریعے اپنے بعد سجادہ نشین مقرر کیا ہے جو غیر قانونی اقدام ہے۔ درخواست میں اس نامزدگی کیخلاف ماتحت عدالت سے دعویٰ مسترد ہونے کے فیصلہ کو چیلنج کیا گیا۔ عدالت نے فیصلے میں لکھا کہ مدعا علیہ جو اس وقت سجادہ نشین ہیں ابھی زندہ ہیں اور اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کب تک زندہ رہیں جب تک کمسن بچہ جوان نہیں ہو جاتا اور ہو سکتا ہے کہ پھر درخواست گزار یہ اعتراض بھی نہ اٹھائے چونکہ ابھی کمسن بچے نے سجادہ نشین کا عہدہ نہیں سنبھالا اور نہ ہی اس کے فوری عہدہ سنبھالنے کا الزام ہے۔ اس لئے درخواست میں لگائے گئے الزامات مفروضوں اور تصوراتی ہیں تاہم یہ تصور نہ کیا جائے کہ عدالت نے کمسن کی سجادہ نشین کے طور پر نامزدگی درست قرار دی ہے۔ درخواست گزار کے اعتراضات کا متعلقہ عدالت ہی جائزہ لے سکتی ہے۔ درخواست گزار مدعا علیہ کی تقرری کیخلاف مجاز عدالت سے رجوع کر سکتا ہے اور عدالت قانون کے مطابق اس کا فیصلہ کرے۔

انھیں حاصل ہوگا تو یہی ان پر ان کے کرموں والے مولیٰ کریم کے کرموں کا ''چھٹا'' ہوگا۔ لیکن ان گدی نشینوں نے اللہ کی جنت کے مقابلے میں دنیا میں ہی بابا فرید کی جنت بنا ڈالی اور اس میں سے کتنے ہی لوگوں کو گزار کر جنت کے سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں اور یہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو بابا فرید کی اس مصنوعی اور جعلی جنت کے دروازے سے گزر جاتا ہے یا دربار پر ایک لمحہ بھی گزارتا ہے، اس کی شکل نورانی ہو جاتی ہے جبکہ دنیا دیوانی ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب میں فرماتے ہیں:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿١٥﴾

(فاطر:١٥)

'' اے دنیا کے انسانو! تم سب کے سب (خواہ ولی اور نبی ہی کیوں نہ ہو) میرے در کے فقیر اور منگتے ہو۔''

یہی تعلیم ہمارے پیارے نبی ﷺ نے دی ہے، لیکن بابا فرید کے گدی نشین اور قوال اللہ تعالیٰ کی ذات سے مقابلہ کرتے ہوئے کیا دعوت دے رہے ہیں، ملاحظہ ہو ؎

بابا میں خالی نئیں جانا تیرے در تے آن کے
بابا خیر پادے مینوں اپنی منگتی جان کے
گنج شکر میرے پیر، میں تیرے در تے رہنا
تیتھوں منگنا میرے بابا تیتھوں لینا
میں تے بیٹھ گئی آں بوہے اگے پلا تان کے
میں خالی نئیں جانا تیرے در تے آن کے

(نعوذ باللہ من ذلك الھفوات!)

ولیوں کی دھمالیں!!:

اب دربار کی آمدنی بڑھانے کے لیے اور لوگوں کو عرس اور میلے پر لانے کے لیے قوال حضرات بابا کی قبر کو جنت قرار دیتے ہوئے لوگوں کو کہہ رہے ہیں کہ یہاں تو ولی بھی دھمالیں ڈالتے ہیں، تم کیوں ابھی تک محروم ہو؟ لہٰذا اس کی دعوت دیتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں ۔

کناں سوہنا لگدا، دربار پیر فرید دا
کھل گیا رحمتاں والا، بازار پیر فرید دا
گنج شکر دی شادی آئی اے
اج جگ دی کل خدائی اے
کناں سوہنا لگدا ، دربار......
ایتھے آ جاؤ جیڑیاں بھلیاں نے
بابے دیاں جنتاں کھلیاں نے

کنا سوہنا لگدا، دربار پیر فرید دا
ایتھے بابے دے در آؤندے نے
ایتھے ولی دھمالاں پاؤندے نے
چلو چل کے چادراں چڑھا لیئے
اج پیر فرید منا لیئے
کناں سوہنا لگدا...............................

بابا فرید کی قبر پر ''حج'' کیسے کیا جاتا ہے؟:

آخر میں یہ قوال کہہ رہا ہے کہ جو بابا کے مزار پر آ کر بابے کی قبر کے پھیرے لگا تا ہے یعنی طواف کرتا ہے، اس کا تو حج ہو گیا اور جو بھی یہاں آتا ہے، اس کے گناہ اور عیب ڈھل جاتے ہیں یعنی بالکل معاف کر دیے جاتے ہیں، وہ بخش دیا جاتا ہے اور بابا فرید سب کی سنتا ہے، فریاد رسی بھی کرتا ہے اور وہ زمانے میں لوگوں کی لاجیں رکھتا ہے یعنی ان کی عزتوں کا رکھوالا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا۟ لَن تَمَسَّنَا ٱلنَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُودَٰتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِى دِينِهِم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ (آل عمران:٢٤)

''میں جسے چاہوں عزت دوں اور جسے چاہوں ذلت سے دوچار کر دوں، میں ہی لوگوں کی فریادیں سن کر ان کے دکھ درد دور کرتا ہوں اور میں ہی تمام مخلوقات کا محافظ ونگہبان ہوں۔''

جبکہ یہاں یہ ساری صفات اللہ میں نہیں بلکہ بابا فرید میں ثابت کر کے شرک کی آندھیاں چلائی جا رہی ہیں۔ آپ اس قوال کے اللہ کی توحید پر نشتر چلانے والے بول ملاحظہ کریں، وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہا ہے ؎

چنگا رہ گیا چنگا رہ گیا
جیہڑا میرے بابا دے دوارے بہ گیا
حج ہو گیا یارو حج ہو گیا
میرے عیب جھڑ گئے ، میرے عیب جھڑ گئے
جدوں بابا فرید نال نین لڑ گئے

- - - - - - - - - - - - - - - - -

میں جھلاں پکھیاں میں جھلاں پکھیاں

میرے بابا نے زمانے دیاں لاجاں رکھیاں
سوں(قسم) رب دی ، مینوں سوں رب دی
میرا بابا فرید سوہنا سنے سب دی
گلاس کچ دے گلاس کچ دے
میرے بابا دے دوارے تے ملنگ نچ دے

احسان ہو گیا ۔ ایہدا ۔ احسان ہو گیا
گنج شکر میرا آپ نگہبان ہو گیا
میرے عیب ڈھل گئے ، میرے عیب ڈھل گئے
پاکپتن وچ جنتاں دے بوہے کھل گئے
سن عرضاں ، او بابا ......! سن عرضاں!
تو تکیا تے ہو گئیاں دور مرضاں !

چنگا رہ گیا یارو چنگا رہ گیا
جیہڑا میرے بابا دے دوارے بہ گیا

قارئین کرام! یہ چند مناظر تھے جو اس مزار کے حوالے سے ہم نے پیش کیے کہ روز بروز بڑھتے ہی جا رہے ہیں...... اور اللہ کی مخلوق کو جنت کے دروازوں سے دور کر کے جہنم کے دروازوں پر کھینچ کھینچ لا رہے ہیں۔

آخری بات:

اللہ جانتا ہے...... کہ اس کی مخلوق کی دنیوی اور اخروی بربادی کا یہ حال دیکھا نہیں جاتا

اور اسے دیکھ کر میرا منظر عام پر لانے کا مقصد یہ ہے کہ میں علمائے وقت اور جذبۂ توحید سے سرشار نوجوانوں کو یہ احساس دلاؤں...... کہ تم کب تک صرف مسجدوں میں محصور رہو گے، محض مدرسوں کی چٹائیوں کے ساتھ چمٹے رہو گے...... تم مزاروں، پارکوں، چوراہوں، کلبوں، گلیوں اور مختلف ایوانوں میں کب پہنچو گے...... لاکھوں لوگ گمراہ ہو رہے ہیں، انھیں ہدایت کی طرف بلانے کی ذمہ داری کس پر ہے؟ وہ ایک سجدہ جو غیر کے سامنے ہزار سجدوں سے نجات دلاتا ہے، اس سجدے کی خبر اس گمراہ مخلوق کو کون دے گا؟

اے داعیان کرام! مبلغین عظام! ...... اے واعظین محترم!...... ان لوگوں کی ہمدردی سے تمھارے سینے کب ابلیں گے، اس طرح سے کہ جس طرح داعیٔ برحق محمد رسول اللہ ﷺ کا سینہ ان کی گمراہیوں پر کڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

فَلَعَلَّكَ بَـٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَـٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَـٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا ﴿٦﴾ (الکھف:٦)

''اے میرے رسول (ﷺ)! شاید کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو، اگر یہ اس دعوت توحید پر ایمان نہ لائے......''

تو اے داعیان کرام! موجودہ گمراہیاں، جنھیں آپ ملاحظہ کر رہے ہیں، انھیں دیکھ کر بھی اگر آپ کے سینے میں ہمدردی پیدا نہیں ہوتی، داعیٔ برحق ﷺ کے پیارے سینے کی سی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو پھر یاد رکھیے...... ''داعی'' کے جس منصب پر آپ فائز ہیں، عنقریب آپ اللہ ذوالجلال والاکرام کے ہاں اس کا جواب دینے والے ہیں، جواب سوچ رکھیے!

سلطان باہو

جھنگ میں سلطان باہو کے دربار پر جب میں پہنچا......!!

(کچھ نئے) مسلمانوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی ذات انواط مقرر کر دیں جیسے مشرکین کے لیے ذات انواط ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! تم نے تو وہی بات کہی جو یہود نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ ہمارے لیے بھی کوئی الٰہ مقرر کر دیں جیسے ان کے لیے الٰہ ہیں، یقیناً تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔'' (ترمذی)

سلطان باہو
''چل ایتھوں بھج ونج''

برہمن نے کہا: ''بہتر یہ ہے کہ آپ ان کے پیشاب کی بوتل یہاں لے آئیں۔''
مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ جب اس برہمن طبیب نے حضرت پیر صاحب کے پیشاب والی بوتل کو اٹھا کر دیکھا!! تو بے ساختہ اس کی زبان پر کلمہ...... ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ...... جاری ہو گیا......!!!

ضلع جھنگ کے شہر شورکوٹ میں ایک دفعہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ یہی وہ علاقہ ہے جہاں سلطان باہو کا مشہور دربار ہے کہ جن کے بارے ان کے مریدوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حق باہو کا نام ہی لے لیں، بس فوری جنت مل جاتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تو لوگوں کو بخشنے کے لیے حق باہو (کا مرید اور ان سے نسبت والا ہونے) کا بہانہ ڈھونڈتا ہے...... چنانچہ میں نے اس دربار کو دیکھنے کا بھی پروگرام بنا لیا اور یہاں کی معلومات کے لیے شاہ کوٹ شہر سے محمد ارشد صاحب کو اپنے ہمراہ لیا۔ ارشد صاحب آبائی طور پر گدی کے مرید رہے ہیں اور وہ سالہا سال تک یہاں حاضری دیتے رہے ہیں۔ پھر اللہ نے انھیں توفیق دی اور توحید کی نعمت سے ان کے دامن کو بھر دیا۔ فیصل آباد سے محمد امین سمیت ہم کل چار ساتھی تھے۔ رات شورکوٹ میں گزارنے کے بعد صبح ہم تھانا گڑھ مہاراجا کے راستے اس دربار پر پہنچے۔

اس دربار پر محرم کے پہلے دس دن عرس لگتا ہے۔ ملک بھر سے لاکھوں لوگ یہاں شرکت کرتے ہیں۔ وہ یہاں کیا کرتے ہیں؟ اس کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہم آپ کو دکھائے دیتے ہیں ...... محض اس لیے کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے توحید جیسی عظیم نعمت دی ہے، اللہ کی محبت میں ان کی غیرت جاگے کہ پاکستان میں بول و براز کے مجسمے کس طرح اللہ تعالیٰ کے مدمقابل بن کر اپنے آپ کی پوجا کروا رہے ہیں!!

مزاروں پر ہونے والے یہ مناظر ہم اس لیے پیش کرتے ہیں تاکہ اہل توحید محض روایتی طریقوں کو ہی نہ اپنائے رہیں بلکہ قرآن کی دعوت کے اس انقلابی طریق کار کو بھی اپنائیں کہ جس سے اللہ کی یہ مخلوق زندہ اور مردہ بندوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی بجائے اپنے پیدا کرنے والے پروردگار، احسن الخالقین کے حضور سر جھکائے۔

دربار کے اردگرد:

جیسا کہ درباروں کے باہر بازار لگے ہوتے ہیں، ایسے ہی اس دربار کے باہر بھی بازار لگا ہوا تھا، جہاں نذریں چڑھانے کے لیے چادریں، ہاتھوں میں پہننے کے لیے کڑے، ٹافیاں، چھوہارے اور مکھانے وغیرہ موجود تھے۔ گھروں میں برکت کے لیے سجادہ نشینوں کی تصویریں بھی فروخت ہو رہی تھیں۔ سلطان باہو کی زندگی کے بارے پمفلٹ بھی موجود تھے۔ ایک پمفلٹ میں نے بھی خرید لیا اور پھر آگے چل دیے۔ یہاں ایک کنواں ہے جس پر اب ٹیوب ویل لگایا جا رہا تھا۔ نہانے کی جگہ بھی بنی ہوئی تھی جو پرانے غسل خانوں پر مشتمل تھی۔ اس کنویں کو ''حضوری کھوئی'' کہا جاتا ہے۔ لوگ یہاں اس نیت سے نہاتے ہیں کہ یہاں نہانے سے دنیا کے سب دکھ درد دور ہو جاتے ہیں۔ ذرا آگے چلے تو ارشد صاحب بتلانے لگے کہ یہ جو مکانات ہیں، یہاں زائرین ٹھہرتے ہیں، ہم بھی یہاں کئی کئی ہفتے ٹھہرا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک مزار ہے جس کا نام ''بابا پیر جمے شاہ'' ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ آندھیاں اسی کے حکم سے چلتی ہیں۔ اس کے بعد ایک

قبرستان ہے جہاں ایک جگہ چار چار پانچ پانچ من کے وزنی پتھر پڑے ہیں۔ ان پتھروں کے بارے مشہور ہے کہ حضرت سلطان باہو صاحب بچپن میں ان پتھروں سے فٹ بال کا کھیل کھیلتے تھے اور اوپر پھینک کر کیچ بھی کیا کرتے تھے!! یہ کچھ بیرونی مناظر دیکھنے کے بعد ہم دربار کے بیرونی اور مرکزی دروازے پر آپہنچے۔

گستاخ دروازہ!!:

یہ دربار کا بیرونی اور مرکزی دروازہ ہے، اس کے اردگرد سنگ مرمر پر بہت کچھ لکھا ہوا تھا، مگر اس کے اوپر تین ناموں کو جس ترتیب کے ساتھ لکھا گیا تھا اس میں گستاخی کا ایسا گھٹیا انداز تھا کہ اسے وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سچی محبت ہو اور اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک زندگی کا طرز عمل ہر وقت اس کا رہنما ہو...... تو اس دروازے پر ایک لائن میں دائیں طرف ''حق باہو'' لکھا ہوا تھا، اس کے بعد یعنی درمیان میں ''یا اللہ'' اور آخر پر بائیں طرف ''یا محمد'' لکھا ہوا تھا!!

حب رسول ﷺ کے ٹھیکیداروں کی گستاخی کا یہ پہلا تاثر تھا جسے میں نے اس دروازے پر ملاحظہ کیا کہ دائیں طرف ایک امتی کا نام ہے اور پھر اس کی برابری میں اور وہ بھی بائیں طرف نبیوں کے امام محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام ہے !!...... اپنے پیارے رسول ﷺ کی اس گستاخی پر دل رو دیا اور پھر آپ ﷺ کے نامہ مبارک کا وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ جس کا مضمون بخاری شریف ''کتاب بدء الوحی الیٰ رسول اللہ ﷺ'' میں موجود ہے۔ یہ خط آج اصل شکل میں بھی موجود ہے اور اس کی نقلیں گھر گھر موجود ہیں۔ اس خط پر جو اللہ کے رسول ﷺ نے شاہ روم ہرقل کو لکھا تھا، اسے اسلام کی دعوت دی تھی، تو اس کے آخر پر آپ ﷺ نے جو مہر لگائی تھی تو وہ مہر اسی ترتیب کے ساتھ آج بھی اس خط پر موجود ہے۔ اسی طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنت کی پیروی کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو جو دستاویز لکھ کر دی تو اس میں بھی یہی انداز تھا۔ چنانچہ یہ ترتیب اس طرح ہے:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ كَتَبَ لَهُ وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ : مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَ رَسُوْلُ سَطْرٌ، وَ اللّٰهُ سَطْرٌ)) ①

''انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی (تو مجھے بحرین کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا) اور ایک دستاویز لکھ کر دی اور اس پر مہر ثبت کی۔ مہر میں تین سطریں نقش تھیں۔ ایک سطر میں لفظ ''محمد'' دوسری سطر میں لفظ ''رسول'' اور تیسری سطر میں لفظ ''اللہ'' (نقش تھا)۔''

غور فرمایے ! ''محمد رسول اللہ'' لکھتے وقت سب سے اوپر ''اللہ'' کا عالی نام ہے، اس کے نیچے مقام رسالت یعنی ''رسول'' کا مبارک لفظ ہے اور اس سے نیچے یعنی آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسم گرامی ''محمد'' ہے۔ لفظوں کی ترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اگر یہ کلمہ لکھا جاتا تو نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اوپر آتا اور اگر ایک لائن میں ترتیب کے ساتھ لکھا جاتا تو تب بھی نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے آتا، مگر اپنی مہر نبوت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اوپر اللہ کا نام پاک لکھوایا، نیچے اللہ کا دیا ہوا رسالت کا منصب ''رسول'' اور سب سے نیچے جسے یہ منصب عطا ہوا اس کا نام یعنی اپنا نام ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)'' لکھوایا۔ یہ نقشہ اس طرح بنتا ہے:

اللہ

رسول

محمد

کیسا باادب انداز ہے یہ، حقیقت کا آئینہ دار طرز عمل ہے یہ کہ جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا اور اپنی امت کو اللہ کی عظمت کا سبق سکھلایا، مگر...... آہ! اس درباری دروازے پر ایک امتی کا نام دائیں طرف اور اس کے بائیں طرف اور وہ بھی ایک لائن میں خاتم المرسلین کا نام لکھ دیا گیا...... تو میں اس دروازے کو گستاخ دروازہ نہ کہوں تو اور کیا

① بخاری، کتاب الباس، باب هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة اسطر:۵۸۷۸۔

کہوں؟......اسی دروازہ سے لوگوں نے ایسے ایسے عجیب وغریب اور توحید شکن عقائد وابستہ کر رکھے ہیں کہ جسے ایک موحد پڑھ کر کانپ جاتا ہے۔

گستاخ دروازے پر تثلیثی فلسفہ:

توحید کا عقیدہ بالکل سادہ ہے، جس کے مطابق نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، مگر یہ صاف، سادہ اور بالکل صحیح عقیدہ اس وقت لوگوں کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے جب وہ اپنے عقیدے اور مذہب کو ایک فلسفہ بنا لیتے ہیں۔ عیسائیوں نے ایسا ہی کیا، انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا، اب بیٹا باپ کے جسم کا حصہ ہوتا ہے، وہ باپ کی نسل سے ہوتا ہے اور اس میں باپ کی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ چنانچہ بیٹا بھی رب بن گیا۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کی ماں حضرت مریم علیہا السلام رہ گئی تھیں، سوال پیدا ہوا کہ آخر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جنھیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کا بیٹا بنایا گیا ہے، انھوں نے جنم لیا تو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن ہی سے لیا ہے تو حضرت مریم علیہا السلام کا کیا مقام ٹھہرا؟ چنانچہ عیسائیوں نے انھیں بھی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں حصہ دار بنا دیا اور یوں انھوں نے تین رب بنا ڈالے۔ مگر تین کہنے کے باوجود وہ یہ بھی کہتے تھے کہ رب ایک ہے اور یہ کہ ایک میں تین ہیں اور تین میں ایک......اب یہ فلسفہ کسی کی سمجھ میں کیا خاک آئے گا۔ اسے تو خود بنانے والے سمجھنے سے قاصر ہیں، کسی کو وہ کیا سمجھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی فلسفہ اس دربار کے گستاخانہ دروازے پر دکھائی دیا۔ ملاحظہ فرمایے!

ھو ھو الحق ھو......یا باھو حق...... حق ھو اللہ ھو“

اب ”ھو“ کی تکرار پر مشتمل فلسفے کو سمجھنے کے لیے میں نے اس کتاب کو کھولا جس کا نام ”سوانح حیات حضرت سخی سلطان باھو“ ہے اور اسی دربار سے میں نے اسے خریدا، اس کتاب کے باب دوم کی فصل اول میں لفظ ”باھو“ کی تشریح یوں مرقوم ہے:

”لفظ باھو کے معنی (ساتھ اللہ جل شانہ کے) جو آپ اول، آخر، ظاہر، باطن

ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔''

یہاں حضرت کا نام اس طرح تحریر کیا گیا ہے:

''حضرت شیخ سلطان باھو فنا فی اللہ بقا فی ھو''

یعنی یہ حضرت نہ صرف یہ کہ اول و آخر اللہ کے ساتھ ہیں بلکہ یہ اللہ ہی میں فنا ہو گئے ہیں اور اللہ ہی میں وہ باقی ہیں...... تو جب وہ اللہ ہی میں مل گئے تو پھر وہ اللہ ہی ہو گئے!! (نعوذ باللہ!)

حضرات! عیسائیوں نے اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ میں شامل کرنے کا شرکیہ فلسفہ گھڑا تو اللہ نے قرآن میں ان کے اس فعل کو کفر کہا۔ ملاحظہ کیجیے! اللہ کا فرمان:

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۚ ﴿٧٣﴾ (المائدة:۷۳)

''یقیناً لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے، حالانکہ ایک معبود کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔''

یعنی جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ میں داخل کیا اسی طرح سلطان باھو کو بھی ''ھو ھو'' کی تکرار کے ساتھ اللہ میں داخل کر دیا گیا۔ ''حق باھو سچ باھو'' کے نعروں کے ساتھ سلطان باھو کو اپنا معبود ماننے میں بھی کوئی شک نہیں چھوڑا، حتیٰ کہ جس طرح اللہ کے ننانویں (۹۹) نام ہیں اسی طرح سلطان باھو کے ننانویں نام گنوائے گئے ہیں۔ پھر جس طرح رب تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے اسی طرح حضرت کا ذاتی نام ''باھو'' بتلایا گیا ہے اور اس سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ آپ کا صفاتی نام ''حق'' ہے۔ پھر ''سوانح حیات حضرت سخی سلطان باھو'' ہی کے صفحہ (۲۵) پر یوں لکھا ہوا ہے:

''(ان دونوں ناموں) کو ملا کر ''حق باھو'' بلند آواز سے پڑھنے کا وظیفہ بھی نہایت مجرب ہے، جو ایک دو نہیں لاکھوں طالبوں کا آزمایا ہوا ہے۔''

اب اللہ کا قرآن ملاحظہ کیجیے اور دیکھیے کہ ''حق ھوٗ'' کون ہے؟ اللہ تعالیٰ یا کوئی انسان؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَٰطِلُ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْعَلِيُّ ٱلْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾ (الحج: ٦٢)

''حقیقت یہ ہے کہ ''حق ھوٗ'' اللہ ہی ہے اور وہ سب باطل ہیں جنھیں اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں اور بے شک اللہ ہی کبریائی اور بڑائی والا ہے۔''

غرض یہ دروازہ تو گستاخ تھا ہی مگر جب ہم نے اس کی ڈیوڑھی میں قدم رکھا تو وہ دروازے سے کہیں بڑھ کر گستاخ دکھائی دی۔ وہاں گستاخیاں تو بہت ساری تھیں مگر ایک گستاخی ایسی تھی کہ جس کے سامنے باقی سب گستاخیاں ہیچ تھیں۔ وہ ایک شعر کی شکل میں کچھ یوں تھی ؎

ہم غریبوں کے لیے وہ تھے پناہ دو جہاں
اس جہاں میں اب ہمارا آسرا کوئی نہیں

یہ شعر کہ جس میں اللہ مالک الملک کی مکمل طور پر نفی کر دی گئی ہے، یہ موجودہ سجادہ نشین کے بڑے بھائی سلطان کے بارے میں ہے جو اپنی سجادہ نشینی کے دن پورے کر کے درباری زبان میں پردہ فرما چکے ہیں اور قرآنی زبان میں مر گیا ہے۔

یہودی عقیدہ سے مشابہت تالاب اور بیری کا درخت:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی توہین سے اٹے ہوئے اس گستاخ دروازے اور ڈیوڑھی سے ہم آگے بڑھے تو دربار کے سامنے ایک تالاب دکھائی دیا۔ اس تالاب میں پانی پر نوٹ تیر رہے تھے۔ اس تالاب کے اردگرد جنگلا تھا۔ اس جنگلے کے ساتھ بے شمار دھاگے بندھے ہوئے تھے۔ لوگ اپنی حاجات لے کر یہاں آتے ہیں اور آتے ہی دھاگا باندھتے ہیں، پیسے

قیامت کا منظر

''یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، کوئی ولی اور مدد کرنے والا نہ پائیں گے۔ اس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کیے جائیں گے، اس وقت وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سادات اور وڈیروں کی اطاعت کی اور انھوں نے ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوہرا (دوگنا) عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔'' (الاحزاب : ٦٥_٦٧)

تالاب میں پھینکتے ہیں اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی ہے، منت بر آتی ہے تو دوبارہ یہاں آکر دھاگا کھول جاتے ہیں، پیسے اس تالاب میں پھینک جاتے ہیں اور اس تالاب کا پانی پیا جاتا ہے۔ کئی لوگ آب زم زم کی طرح بوتلوں میں بھر کر بھی لے جاتے ہیں۔

اسی طرح دربار کے پیچھے بیری کا ایک درخت ہے، اس درخت کے نیچے مرد اور عورتیں جھولیاں اور دامن پھیلا کر بیٹھے ہوتے ہیں، جس کی جھولی میں پتا گر جائے وہ سمجھتا ہے مجھے بیٹی مل گئی، جس کے دامن میں پھل لگنے کے موسم میں بیر گر گیا وہ سمجھتا ہے لڑکا مل گیا۔ لوگ یہاں اس مقصد کے لیے ساری ساری رات اور دن بھر بیٹھے رہتے ہیں۔ ایک شخص جو یہاں اپنا دامن پھیلا کر بیٹھا تھا اور نہ جانے وہ کب سے بیٹھا تھا، دامن جھاڑ کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے پوچھا: ''کچھ ملا کہ نہیں؟'' کہنے لگا: ''ابھی تو کچھ نہیں ملا''...... اور پھر وہ اداس اور مرجھائے ہوئے چہرے کے ساتھ سلطان باھو کی قبر کی طرف چل دیا۔ اب وہاں روئے گا، فریاد کرے گا اور پھر یہاں آکر بیٹھ جائے گا...... بیری کے اس درخت پر دھاگے بھی بندھے ہوئے تھے۔ تو جس کے دامن میں کچھ نہ گرے وہ آخر کار یہاں دھاگا باندھ کر ہی چل کھڑا ہوتا ہے، اس امید پر کوئی بیٹا یا بیٹی مل ہی جائے گی۔ غرض میں بیری کے درخت کی پوجا کے مناظر دیکھ رہا تھا اور مغموم ہو رہا تھا کہ یہ قوم تو یہود کے نقش قدم پر چل نکلی ہے۔ مجھے جنگ حنین کے دوران پیش آنے والا واقعہ یاد آنے لگا۔ وہ واقعہ کیا تھا اور سلطان باھو کے دربار پر اس درخت کے واقعہ کے ساتھ مشابہت اور مناسبت کس طرح ہے؟ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سنیے۔ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم جنگ حنین کے موقع پر مقام حنین کی طرف جا رہے تھے اور ہمارا کفر کا زمانہ ابھی نیا نیا گزرا تھا کہ راستے میں ایک جگہ بیری کا درخت آیا جسے ''ذات انواط'' (یعنی تلواریں یا دھاگے وغیرہ لٹکانے کی جگہ) کہا جاتا تھا۔ مشرک لوگ اس درخت کے پاس بیٹھنا باعث برکت خیال کرتے تھے اور اپنا اسلحہ بھی وہاں لٹکایا کرتے تھے۔ چنانچہ ہم نے آپ ﷺ سے عرض کی:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ کَمَا لَھُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰہِ ! ھٰذَا کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسَی اجْعَلْ لَّنَا إِلٰھًا کَمَا لَھُمْ آلِھَۃٌ وَ الَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ لَتَرْکَبُنَّ سُنَّۃَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ)) ①

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! جیسے ان مشرکوں کے لیے ذات انواط ہے، آپ (ﷺ) ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر کر دیجیے۔'' یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے ''اللہ اکبر'' کہا...... اور فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم بالکل وہی بات کہہ رہے ہو جو یہودیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا کرنی والا، مشکل کشا بنا دیجیے جیسے ان لوگوں کے ہیں۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔''

قارئین کرام! غور فرمایے! یہ بیری کا درخت اور اس پر دھاگوں وغیرہ کا باندھنا، اسے متبرک خیال کرنا، وہاں سے امیدیں لگانا، یہ یہودیوں کا چلن ہے اور ان مشرکوں کا لچھن ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے مخالف تھے اور ان میں سے جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے انھوں نے اپنے سابقہ چلن اور اسلام سے پوری طرح آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا مطالبہ کیا تھا۔مگر غور کیجیے! کس سختی کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں ایسا سوال کرنے سے منع کر دیا اور پھر پیش گوئی بھی کر دی کہ اس امت کے لوگ بھی پہلی امتوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں کے لچھن اختیار کریں گے......سو آج وہ لچھن میں اپنی آنکھوں سے اس دربار پر دیکھ رہا تھا۔

---

① ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰ ۔ مسند احمد : ۲۱۸/۵۔

خبردار! اندر جانا منع ہے...... یہاں پاک بیبیاں ہیں!!:

بیری کے اس درخت کے سائے میں گدی نشین خاندان کی اور بھی بہت سی قبریں ہیں، جن کی پوجا ہو رہی تھی۔ ان قبروں کے ساتھ ایک برآمدہ ہے، میں اس میں چلا گیا۔ اس برآمدے میں ایک دروازہ تھا، جس کے سامنے پردہ لٹک رہا تھا۔ میں اس پردے کو سرکا کر اندر داخل ہونے لگا تو اس دروازے کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک بزرگ نے بلند آواز سے مجھے کہا: ''خبردار! اندر جانا منع ہے، یہاں پاک بیبیاں ہیں......'' میں فوراً پردے کو چھوڑ کر بزرگ کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے پوچھا: ''کیا اندر کوئی پردہ دار خواتین بیٹھی ہیں؟'' تو وہ کہنے لگا: اندر پاک بیبیوں کے مزارات ہیں، وہاں صرف عورتیں جاسکتی ہیں، مرد نہیں جاسکتے۔'' میں نے اس بزرگ سے کہا: ''بابا جی! میں لاہور سے یہاں حاضر ہوا ہوں، ایک رسالے کا ایڈیٹر ہوں اور اس مزار کے بارے معلومات اس رسالے میں لکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ میرے جیسے لوگوں کے لیے تو اجازت ہونی چاہیے۔'' قلم اور ڈائری میرے ہاتھ میں تھی، چنانچہ بابا نے مجھے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

قرب قیامت کی ایک علامت، لکڑی کے بتوں کی پرستش:

اجازت پا کر جو میں اندر گیا تو وہاں قبریں ہی قبریں تھیں، جنہیں میں نے گنا تو وہ تقریباً انیس تھیں۔ ان قبروں میں سے بعض پر لکڑی کے بت رکھے ہوئے تھے۔ یہ بت بھی خواتین کے تھے۔ ایک بت کی ہیئت یوں تھی کہ عورت نے بچہ اٹھایا ہوا تھا...... یہ منظر دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ کمرہ خاص طور پر عورتوں کے مسائل کے لیے وقف رکھا گیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ ضعیف الاعتقاد واقع ہوئی ہیں۔

اولاد عورتوں کی ایک بہت بڑی فطری خواہش اور کمزوری ہے۔ چنانچہ اس کے لیے وہ دربدر بھٹکتی پھرتی ہیں۔ خاص طور پر یہاں عورت کے جس بت کو بچہ اٹھائے ہوئے دکھایا گیا ہے اس کا مقصد ہی عورتوں کو اولاد مہیا کرنا ہے۔ چنانچہ یہاں جو عورتیں آتی ہیں وہ لکڑی

کے جو کھلونے یہاں پاتی ہیں، ان کے ساتھ دھاگے باندھتی ہیں، قبروں پر سجدہ ریز ہوتی ہیں، نذریں چڑھاتی ہیں اور گڑگڑا کر اولاد مانگتی ہیں...... یوں بت پرستی کا یہاں خوب چلن ہے، جسے زندگی میں پہلی بار میں نے ملاحظہ کیا۔ یہاں ایک عورت تھی، اس نے لکڑی کا کھلونا پکڑا، اسے وہ اپنے جسم پر پھیرنے کے بعد اپنے بچوں کے جسم پر پھیرنے لگی!! حقیقت یہ ہے کہ قبر پرستی تو بہت پیچھے رہ گئی ہے اب تو درخت کی پوجا، لکڑی کی پرستش اور بتوں کی عبادت کی بھی اس امت میں ابتدا ہو چکی ہے اور قرب قیامت کی یہ وہ علامت ہے جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے یوں باخبر فرمایا ہے:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ)) ①

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے بعض قبیلے مشرکوں سے نہ مل جائیں۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((حَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ الْأَوْثَانَ)) ②

''حتیٰ کہ میری امت کے بہت سے لوگ بت پرستی اختیار نہ کرلیں۔''

بت پرستی پر تقدس کا پردہ:

میں سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں نے بت پرستی پر کس قدر نام نہاد تقدس کا پردہ ڈال رکھا ہے کہ عورتوں کی قبروں پر مردوں کا جانا ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ دربار اور خانقاہ کے اس کوچے میں عقل کا کوئی کام نہیں، وگرنہ تقدس کا یہ سوانگ رچانے والوں سے کوئی پوچھے کہ عورتیں جو ولایت کے مقام پر فائز ہیں، کیا وہ صرف عورتوں کی مشکل کشائی کرتی ہیں؟ مردوں کی نہیں!!...... اور یہ کہ جو آپ نے ان کی قبروں کو مردوں کی نگاہوں سے بھی چھپا

① ابو داؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن و دلائلها: ٤٢٥٢۔

② صحيح ابن ماجه، كتاب الفتن، باب ما يكون من الفتن: ٣٩٥٢ ۔ ابو داؤد، کتاب الفتن، باب ذکر الفتن: ٤٢٥٢۔

رکھا ہے تو اس میں کون سا فلسفہ کارفرما ہے؟ اگر آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ غیروں کی نگاہیں ان پاک بیبیوں کی قبروں پر بھی نہ پڑیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ فوت ہوئیں تو کیا اس وقت ان کا جنازہ نہ پڑھا گیا تھا...... کیا کفن میں ملفوف میت پر لوگوں کی نگاہ نہ پڑی تھی...... چارپائی کے پیچھے پیچھے لوگ نہ چل رہے تھے...... گورکن نے قبر نہ کھودی تھی اور لوگوں نے قبر پر مٹی نہ ڈالی تھی......؟؟؟ مگر یہ کیا بات ہے کہ یہ سارا عمل ہوا مگر اس کے بعد محض اپنی دوکان چمکانے کے لیے ان لوگوں نے بت پرستی کا احیاء کر کے اس پر تقدس کا پردہ ڈال دیا۔ لامحالہ تقدس کا یہ اس قدر کڑا پردہ ان لوگوں نے اس لیے ڈالا ہے تاکہ کاروبار خوب چمکے، وگرنہ یہ بیبیاں اللہ کے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات اور مومنوں کی ماؤں سے تو بڑھ کر پاک نہیں !! مومنوں کی وہ مائیں کہ جن کے پاک ہونے کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں کیا ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ (الاحزاب:۳۳)

''اللہ تعالیٰ کو منظور یہی ہے کہ وہ تم اہل بیت سے آلودگی کو دور رکھ کر تمھیں کو خوب خوب پاک رکھے۔''

اب مومنوں کی ان ماؤں کی قبریں بقیع کے قبرستان میں موجود ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹیوں اور صحابیات کی قبریں بھی وہاں موجود ہیں، یہ قبریں عام قبرستان میں ہیں، ان پر کوئی عمارت نہیں، سب مسلمان وہاں جاتے ہیں، یہ قبریں دیکھتے ہیں...... تو کیا یہ جو درباروں کی بیبیاں ہیں، یہ (نعوذ باللہ!) نبی ﷺ کی بیویوں، بیٹیوں اور صحابیات سے بھی بڑھ کر ہیں کہ ان کی قبروں پر بھی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے...... نہیں نہیں !!...... ایسی کوئی بات نہیں، حقیقت تو یہ ہے ک روحانیت کے نام پر یہ ایک درباری اور خانقاہی کاروبار ہے جس کا مقصد کاروبار کو چمکانا ہے، چاہے وہ جس طرح بھی چمکے۔

ایسا ہی کاروبار ضلع شیخوپورہ کے معروف قصبہ خانقاہ ڈوگراں میں بھی ہو رہا ہے۔ یہاں حاجی دیوان کی خانقاہ ہے اور اس خانقاہ کے نام سے ہی اس شہر کا نام خانقاہ ڈوگراں مشہور ہو گیا ہے۔ یہاں حاجی دیوان کی بیٹیوں کی قبروں پر عمارتیں بنائی گئی ہیں جو بالکل بند ہیں۔ ان کے بارے معروف یہ ہے کہ ساری عمر ان بیبیوں کا نکاح نہیں ہوا، انھیں کسی نے دیکھا نہیں اور اسی حالت میں یہ یہاں مرگئی ہیں۔ اب ان قصوں کی بنا پر ان کی خوب پوجا ہو رہی ہے۔

لاہور میں بی بی پاک دامن کے مزار اور فحاشی:

اسی طرح لاہور میں گڑھی شاہو کے نزدیک علامہ اقبال روڈ پر بی بی پاک دامن کے مزار ہیں۔ ان مزاروں کی عورتوں میں بڑی شہرت ہے اور عورتیں یہاں کثرت سے آتی ہیں۔ پچھلے دنوں میں یہاں گیا تو وہاں ان مزارات پر جو کتبے لگے ہوئے تھے، وہ کچھ اس طرح تھے:

''حضرت بی بی نور دختر حضرت عقیل برادر سیدنا علی رضی اللہ عنہ''...... اسی طرح ''بی بی حور، بی بی گوہر، بی بی تاج اور ''شان بی بی شاہ باز۔''

ان کے بارے میں بھی لکھا گیا تھا کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا عقیل کی صاحبزادیاں ہیں۔ بی بی تاج کے بارے لکھا گیا ہے کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ ان مزاروں پر عورتیں کثرت سے تھیں مگر مردوں کے لیے بھی کوئی پابندی نہیں، جگہ بھی تنگ ہے، چنانچہ یہاں عورتوں اور مردوں کا وہ مخلوط رش ہوتا ہے کہ اللہ کی پناہ، ان مزاروں پر شیعہ اور بریلوی حضرات کے کئی جھگڑے بھی ہو چکے ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں: ''یہ مزار ہمارے ہیں۔'' جبکہ بریلوی کہتے ہیں: ''نہیں یہ دربار ہمارے ہیں، تم نے جو ان بی بیوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی کی طرف منسوب کیا ہے، یہ غلط ہے۔ کیونکہ ان کی بیٹیوں کے ایسے عجمی نام تاریخ میں کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ یہ بیٹیاں تو سید احمد توختہ ترمذی کی ہیں، جو ۶۰۲ھ میں

یہاں لاہور آئے تھے۔''

غرض دونوں گروہوں میں سے ہر ایک یہاں ہونے والی بے پناہ آمدن کا حقدار بننا چاہتا تھا، مگر حکومت پاکستان کے محکمہ اوقاف نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا اور اب یہاں کی آمدن یہ سرکاری محکمہ کھا رہا ہے...... غرض ہمارے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حوا کی بیٹی کو خصوصی طور پر گمراہ کرنے کے لیے یہ سارے جال بنے گئے ہیں۔ محض پیسا اینٹھنے کے لیے...... قبر پرستی اور بت پرستی کے یہ سارے ڈھونگ رچائے گئے ہیں!!!

علامہ اقبال نے قبر پرستی کے ڈھنگ دیکھ کر کہا تھا ؎

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

اور آج قبر فروشی یعنی قبروں کی کمائی کے بعد بتوں کی کمائی بھی شروع ہو چکی ہے اور اس کی ابتدا حوا کی بیٹی سے کی گئی ہے!! حوا کی بیٹی کی عزت کو تار تار کر کے ایک دوسری قسم کی کمائی بھی یہاں شروع ہو چکی ہے، جسے عرف عام میں ''جسم فروشی کا دھندا'' کا نام دیا جاتا ہے۔ منشیات یہاں پر وسیع پیمانے پر فروخت ہوتی ہے۔ ٹھگ، چور، ڈاکو، منشیات کے تاجر اور سوداگر اس دربار پر دندناتے پھرتے ہیں۔ کیا مزار پر جانے والی عورتوں کی عزت محفوظ رہے گی؟...... اس کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ ماضی قریب میں جب سابقہ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے بی بی پاک دامن کے دربار کا دورہ کیا تو اس وقت بھی لوگوں نے دربار پر ہونے والی جسم فروشی، فحاشی اور جرائم کی خصوصی طور پر شکایت کی، جس پر بے نظیر نے اس کے تدراک اور روک تھام کی یقین دہانی بھی کروائی لیکن ہنوز وہی سلسلہ جاری ہے کہ بی بی پاک دامن کے نام سے مشہور دربار پر جانے والی خواتین کے دامن تار تار ہو رہے ہیں اور عرف عام میں پردہ دار بی بیوں کا مزار اوباش لڑکوں اور لڑکیوں کی باہم خفیہ ملاقاتوں کا گڑھ بن چکا ہے!! عقیدت مندوں کا عقیدہ ہے کہ بی بیاں کسی ایسے ویسے اور

غلط کار آدمی کو اپنے دربار کے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیتیں جبکہ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر بی بیاں تمام اختیارات رکھتی ہیں تو وہ کچھ کرتی کیوں نہیں؟...... یا پھر سمجھا جائے کہ انھوں نے ان کاموں کی خود اجازت دے رکھی ہے۔ اللہ کے بندو! ذرا سوچو اور غور کرو۔

مٹی اور سانپ کا کجّا:

سلطان باہو کے دربار پر بی بیوں کے مزارات والے کمرے کے دروازے پر ایک بڑا سا تھال پڑا تھا، عورتیں وہاں سے مٹی اٹھا اٹھا کر کھا رہی تھیں۔ مداری جن کجّوں میں سانپ رکھتے ہیں، ایسا ہی ایک کجّا بھی پاس پڑا تھا۔ میں حیران ہوا کہ کیا اس میں سانپ ہے! میں نے اس دروازے پر بیٹھے محافظ سے جس کا نام محمد امیر تھا، پوچھا تو اس نے ڈھکنا اٹھاتے ہوئے کہا: ''اس میں سانپ نہیں، بلکہ دربار پر چڑھانے والی چادروں کے پرانے ٹکڑے ہیں، جو تبرک کے لیے عورتیں لے جاتی ہیں''...... پھر میں نے پوچھا: ''یہ جو مٹی کھائی جا رہی ہے تو یہ کہاں سے آتی ہے؟'' کہنے لگے: ''دریا سے آتی ہے، مگر جب یہ دربار پر پہنچتی ہے تو دربار کی برکت سے خاک شفا بن جاتی ہے۔''

یہ سب کچھ دیکھ کر میں سوچ رہا تھا کہ حوا کی بیٹی کو جسے صنف نازک کہتے ہیں، کون یہ بتلائے کہ یہ جو تو مٹی کھاتی پھرتی ہے، در در کی خاک چھانتی پھر رہی ہے، یہاں تجھے مٹی اور خاک کے سوا کچھ نہیں ملے گا، سانپ کے کجے میں یہ پرانی ٹاکیاں تیرے لیے قبر میں کہیں پھنکارتے ہوئے سانپ نہ بن جائیں......!! کیا یہ پرانی ٹاکیاں تیری گود ہری کر دیں گی؟ اپنے خالق کو پہچان، یہاں سے اگر تجھے کوئی شے ملے گی تو ایمان کی بربادی ملے گی، جو تجھے اللہ نے رزق دیا ہے اس کی یہاں تباہی ملے گی !! عزت جو ایمان کے بعد سب سے قیمتی شے ہے، اس کی یہاں تجھے حفاظت نہیں ملے گی بلکہ خرابی ملے گی !!...... اے میری ماں! ...... اے میری بہن!...... تو اگر مسلمان خاتون ہے تو پھر تیرا نمونہ اللہ کے رسول ﷺ کی

پاک بیویاں ہیں، جو تیری روحانی مائیں ہیں۔ تجھے روحانی سکون درباروں پر مخلوط محفلوں میں نہیں ملے گا بلکہ روحانی ماؤں کی سیرتوں میں ملے گا، اللہ کے رسول ﷺ کی صحابیات کے طرزِ عمل سے ملے گا۔ میرے سامنے اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سیدہ سارہ علیہا السلام اور مومنوں کی روحانی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو ایمان افروز واقعات ہیں، انھیں ملاحظہ کر اور اپنا ایمان و عقیدہ مضبوط کر۔

سیدہ سارہ علیہا السلام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایمان افروز واقعات:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب عراق سے ہجرت کر کے مصر میں پہنچے تو وہاں کے بادشاہ کو کسی نے خبر دی کہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت عورت ہے۔ یہ آپ علیہ السلام کی بیوی سیدہ سارہ علیہا السلام تھیں!!...... چنانچہ انھیں بادشاہ وقت کے محل میں پہنچا دیا گیا۔ جب بادشاہ آیا تو اس مشکل وقت میں سیدہ سارہ علیہا السلام کیا کر رہی تھیں......؟ اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سنیے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَ تُصَلِّيْ فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَ بِرَسُوْلِكَ وَ اَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ)) ①

''بادشاہ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا تو وہ وضو کر کے نماز پڑھ رہی تھیں، انھوں نے یوں دعا کی: ''اے میرے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول ﷺ پر ایمان لائی ہوں اور سوائے اپنے شوہر کے میں نے اپنی عزت کو بچایا ہے تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کرنا۔'' (اس دعا کا کرنا ہی تھا کہ) اس کافر بادشاہ کا نرخرا بولنے لگا حتیٰ کہ وہ اپنے پاؤں مارنے لگا۔''

سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی تمام ولی عورتیں اکٹھی ہو جائیں تو وہ پیغمبر کی بیوی کی شان

---

① بخاري، كتاب البيوع، باب شراء المملوك من الحربي وهبته وعتقه : ٢٢١٧ ـ

اور مقام کو نہیں پا سکتیں اور پھر پیغمبر بھی وہ کہ جنھیں اللہ نے اپنا خلیل (گہرا دوست) کہا۔ ان کی زوجہ محترمہ سیدہ سارہ علیہا السلام مشکل وقت میں فریاد کر رہی ہیں تو صرف اپنے اللہ سے، یاد کر رہی ہیں تو نماز کی صورت میں صرف اپنے اللہ کو...... وہ نہ تو اپنے خاوند سے فریاد کرتی ہیں، نہ ان کا وسیلہ پکڑتی ہیں، نہ اپنے خاوند سے پہلے کسی پیغمبر سیدنا ادریس علیہ السلام یا سیدنا نوح علیہ السلام کے نام کی دہائی دیتی ہیں، وہ صرف اللہ کے حضور اپنا ایمان پیش کرتی ہیں، اپنی پاک دامنی کا ذکر کرتی ہیں۔ کس قدر مختصر مگر جامع اور معنی خیز ہے ہماری ماں کی یہ دعا!! اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، اللہ کی غیرت کو چیلنج کرنے کا کوئی کام نہیں کیا۔ عفت و عصمت کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جس خاوند کی شریک حیات ہو، اس کی عفت و عصمت میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو کیونکہ خاوند اپنی بیوی کی سب غلطیاں برداشت کر سکتا ہے مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی اپنی زندگی میں کسی دوسرے کو شامل کر لے۔

سیدہ سارہ علیہا السلام اپنی یہ دونوں خوبیاں، دونوں عمل اللہ کے حضور پیش کرتی ہیں۔ ان دو باتوں کے درمیان اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا ذکر کرتی ہیں...... غور کیجیے! یہاں بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان یعنی اس کی اطاعت کا ذکر ہے...... رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشکل وقت میں فریاد نہیں کی جا رہی...... فریاد اور مدد صرف اور صرف اللہ ہی سے کی جا رہی ہے اور پھر جس طرح اللہ تعالیٰ ان کی مدد کو پہنچے، یہ توفیق آپ ملاحظہ کر چکے ہیں...... اگلا قصہ بخاری کی اس حدیث میں کچھ اس طرح ہے کہ جب وہ بادشاہ مرنے لگا تو سیدہ سارہ علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

''میرے اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے اسے قتل کیا ہے۔''

چنانچہ اللہ نے اپنی موحدہ بندی کی اس دعا کو بھی فوراً قبول کر لیا اور وہ مرنے سے بچ گیا۔ پھر وہ اپنے کارندوں سے کہنے لگا:

''اس عورت کو واپس ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دو اور یہ ہاجرہ بھی اسے دے دو۔''

چنانچہ سیدہ سارہ علیہا السلام اپنے خاوند سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں اور کہا:

''آپ نے دیکھا نہیں اللہ نے کافر کو ذلیل کر دیا اور (آپ کے لیے) یہ خادمہ بھی دلوائی۔''①

اور یہ خادمہ اللہ نے ایسی دلوائی کہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ بن گئیں۔ اللہ نے اس بیوی سے اپنے خلیل کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا اور پھر ان کی نسل سے اپنے آخری پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا:

اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور ہماری ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت و عصمت پر منافقوں نے انگلی اٹھاتے ہوئے بہتان لگا دیا...... الزام تراشی کا بہانہ ان منافقوں کو یوں ملا کہ ایک جنگ سے واپس آتے ہوئے جہاد کے قافلے نے راستے میں قیام کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس قافلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ سب لوگ اپنی اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر قافلے کے پاس پہنچنے لگے۔ مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس دوران ہار گم ہو گیا اور وہ ہار ڈھونڈنے لگیں۔ جبکہ ادھر قافلہ چل پڑا اور اہل قافلہ نے سمجھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ڈولی نما ہودج میں اپنے اونٹ پر موجود ہیں۔ جب قافلہ روانہ ہو گیا اور ادھر سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قافلے کے پڑاؤ کی جگہ پہنچیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں یہ سوچ کر اس جگہ بیٹھ گئی کہ جب قافلے والے مجھے مفقود پائیں گے تو ضرور پیچھے آئیں گے، چنانچہ بیٹھے بیٹھے میری آنکھیں بوجھل ہو گئیں اور میں سو گئی۔''

قافلے کے پیچھے پیچھے کچھ فاصلے پر سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ آ رہے تھے کہ قافلے کی کوئی گری پڑی شے ملے تو اسے اٹھا لیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''انھوں نے مجھے دیکھا اور پہچان

---

① بخاری: ۲۲۱۷۔

لیا کہ یہ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (کیونکہ انھوں نے پردہ کا حکم نازل ہونے سے قبل آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا) چنانچہ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ بٹھایا، میں اس پر بیٹھ گئی اور قافلے کے پیچھے پہنچ گئی......'' منافقوں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے الزام لگا دیا...... کئی سادہ لوح مسلمان بھی منافقوں کے بہکاوے میں آکر اس سازش کا شکار ہوگئے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سخت پریشان ہوگئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے میکے آگئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پریشان تھے۔ ایک ماہ ہونے کو تھا، کوئی وحی بھی نازل نہ ہوئی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''چنانچہ ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''السلام علیکم'' کہا، پھر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''اے عائشہ! مجھے تیری طرف سے یہ یہ باتیں پہنچی ہیں، اگر تو بے گناہ ہے تو عنقریب اللہ تجھے بری کریں گے اور اگر کوئی ایسی بات ہے تو پھر اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ بھی اپنے بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات مکمل کر لی تو میرے آنسو (جو مسلسل بہ رہے تھے) یوں خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا...... میں نے اپنے باپ سے کہا: ''میری طرف سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجیے''...... تو انھوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہوں؟'' پھر میں نے اپنی ماں کو کہا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا...... پھر میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں، حالانکہ اللہ کریم جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہی ہوں، تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اعتراف کروں ایک ایسے کام کا تو کیسے کروں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں اس سے بے گناہ ہوں، تو تم میری تصدیق کرو گے۔ لہٰذا میں اپنے لیے اور تمھارے لیے یوسف علیہ السلام کے باپ اور ان کے بیٹوں کے درمیان ہونے والے معاملے کی مثال دے کر وہی کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام

کے باپ (سیدنا یعقوب علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں سے اس وقت کہا تھا (جب ان کے بیٹوں نے باپ کوخبر دی کہ ابا جان! یوسف کو تو بھیڑیا کھا گیا ہے!! تو یعقوب علیہ السلام نے کہا):

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ (یوسف:۱۸)

''میں پر وقار اور خوبصورت صبر کروں گا اور جو تم بیان کر رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔''

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''پھر میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ میری بے گناہی ضرور ظاہر کرے گا اور وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس کی خبر کر دے گا۔ مگر میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میری شان میں اللہ تعالیٰ وحی نازل کریں گے جو (ہمیشہ دنیا میں) تلاوت ہوتی رہے گی...... اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے گھر میں) جس جگہ تشریف فرماتھے وہاں سے اٹھے بھی نہیں اور نہ ہمارے گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر دی اور جب وحی کی وہ کیفیت کہ جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پسینا قطرے بن کر بہ نکلتا تھا، وہ دور ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے...... اور پہلا کلمہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا: ''اے عائشہ! مبارک ہو، اللہ نے تجھے بے گناہ قرار دے دیا ہے۔'' چنانچہ اس پر میری ماں مجھے کہنے لگیں: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھ۔'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر...... تو اس پر میں نے کہا: ''نہیں...... اللہ کی قسم! میں نہ اٹھوں گی، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کروں گی اور نہ ہی اپنے دونوں ماں باپ کا شکریہ ادا کروں گی، میں تو اس اللہ کریم کا شکر ادا کروں گی جس نے میرے بے گناہ ہونے پر وحی نازل کر دی......'' فرمایا:

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ (النور:۱۶)

”(اے رسول!) کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ! یہ تو ایک بہت بڑا (اور گھناؤنا) بہتان ہے۔“ ①

غور کیجیے! اللہ کے رسول ﷺ سخت پریشان تھے، ہماری ماں بھی پریشان تھیں مگر نہ تو اللہ کے رسول ﷺ اپنی اس پریشانی اور مشکل کو حل کر سکے اور نہ اپنی زوجہ محترمہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی مشکل کو...... اور مشکل حل کی تو عرش والے مشکل کشا نے ۔ چنانچہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کے واقعہ اور ان کے جواب میں تمام مسلمانوں کے لیے سبق ہے۔ خاص طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی ماں کو جواب دینا راہ نما ہے تمام مسلمان خواتین کے لیے کہ عالم الغیب اور مشکل کشا صرف اللہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ بھی مشکل کشا نہیں اور یہ کہ جو مشکل وقت میں کام آئے اس کی حمد وثنا اور شکر و سپاس کرو، یہ نذر و نیاز کی صورت میں ہو یا ذکر کی شکل میں اور یہ سب ایک اللہ ذوالجلال والاکرام کی ذات بابرکات کو زیبا ہے۔

کرامات کے نام پر ناپاک روایات

یہاں جاہل لوگوں نے بعض خرافات اور توحید شکن سینہ بسینہ روایات اور واقعات کو کرامات کا نام دے کر عوام میں پھیلا دیا ہے، بطور نمونہ چند ایک کرامات ملاحظہ ہوں:

کبوتر کی غٹ غوں:

بیری والے درخت کے ساتھ ہی کبوتروں کا ایک کمرہ ہے۔ ان کے بارے میں مشہور یہ کیا گیا ہے کہ یہ ”حق باہو“ کا ورد کرتے ہیں...... ہم نے دیکھا یہ کبوتر جو کہ اللہ کی مخلوق ہے اپنے دوسرے ہم جنس کبوتروں کی طرح ”غٹ غوں، غٹ غوں“ کر رہے تھے۔ اب یہ اتفاق کی بات ہے کہ ”حق باھو“ اور ”غٹ غوں“ کے الفاظ قدرے ہم وزن ہیں اور جو شخص

① صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك: ٤١٤١، ٢٦٦١۔

پہلے ہی یہ ذہن لے کر آئے کہ یہ ''حق باھوٗ'' کا ورد کرتے ہیں تو اسے تو ایسا ہی معلوم ہو گا، جبکہ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سب پرندے اپنی اپنی بولی میں اپنے پیدا کرنے والے رب العالمین کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ قرآن نے اس حقیقت سے یوں باخبر فرمایا ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلطَّيْرُ صَٰٓفَّٰتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُۥ وَتَسْبِيحَهُۥ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ (النور: ٤١)

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اڑ رہے ہیں۔ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے اور یہ سب جو کچھ کرتے ہیں اللہ اسے جانتے ہیں۔''

غور کیجیے! ایک پرندہ ہی کیا !! ساری کائنات توحید والی ہے۔ مگر کس قدر ظلم ہے کہ یہ لوگ اللہ کے موحد پرندوں کو قید کر کے انھیں اپنے شرکیہ عزائم کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ بھائی ارشد نے مجھے بتلایا کہ ''ان کبوتروں کو ''خمرے'' کہا جاتا ہے......'' میں سوچنے لگا کہ ''خمر'' تو شراب کو کہتے ہیں اور اسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، تو کیا ان لوگوں نے اپنے اس شعبدے کے لیے کہ جسے یہ لوگ کرامت کہتے ہیں، نام بھی دیا تو وہ بھی ناپاک......اور پھر جب میں نے یہاں سے ملنے والی کتاب کو کھولا تو اس میں بھی کرامت کے نام پر ایک حد درجہ ناپاک کہانی یوں ملاحظہ کی:

پیشاب دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا!!:

''روایت ہے کہ عالم طفولیت میں ایک دفعہ جب آپ بیمار ہوئے تو آپ کی اجازت سے لوگ ایک برہمن طبیب کو بلانے کے لیے اس کے گھر گئے۔ برہمن نے کہا: ''میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں وہاں گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔(کیونکہ جو

ہندو بھی سلطان باہو کا چہرہ دیکھتا تھا وہ مسلمان ہو جاتا تھا) بہتر یہ ہے کہ آپ ان کا قارورہ (پیشاب) کی بوتل یہاں لے آئیں۔''

مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ جب اس برہمن طبیب نے قارورہ کی بوتل کو اٹھا کر دیکھا تو بے ساختہ اس کی زبان پر جاری ہوگیا:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ...... غور کیا آپ نے! کس قدر توہین ہے اس کلمہ کی کہ جسے ایک انسان پڑھ کر کفر سے نکل کر اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا ہے۔ یہ گستاخی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے! اس قدر ناپاک اور شرمناک ہے کہ ''اللہ کی پناہ''۔

یہ کتی پاک ہے!!:

اس طرح کی ایک انتہائی شرمناک گستاخی میں نے ایک کتاب ''انوار حفیظ'' میں ملاحظہ کی۔ یہ کتاب میں نے جموں کے بارڈر پر ضلع گجرات کے قصبہ ''بڑیلہ'' کی ایک درگاہ سے حاصل کی ۔ اس درگاہ کی بھی لاکھوں دنیا مرید ہے۔ اس درگاہ کا گدی نشین رفیق اللہ کہ جو داڑھی منڈواتا ہے، اس سے تو ملاقات نہ ہوسکی البتہ اس کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی۔ یہ دربار بڑیلہ قصبے سے باہر وسیع وعریض جگہ واقع ہے۔ حضرت نے یہاں مور پال رکھے ہیں، کبوتر بھی تھے، خرگوش بھی تھے، بھینسیں اور گائیاں بھی تھیں، اعلیٰ نسل کے گھوڑے بھی تھے۔ صاحبزادے کے کہنے پر ان کا مرید مجھے یہ سب کچھ دکھلا رہا تھا اور بتلا رہا تھا کہ یہ حضور کے یعنی خواجہ رفیق کے گھوڑے ہیں، یہ گائیاں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آگے ایک جگہ پلی ہوئی موٹی کتی بندھی ہوئی تھی...... میں نے از راہ مذاق کہا کہ...... ''یہ حضور کی ''کتی پاک'' ہے؟'' کہنے لگا: ''ہاں جی! یہ حضور کی ''کتی پاک'' ہے!!'' (اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ) یہ ہے حال ان روحانی پیروں کا اور عقیدت کے مارے اندھے مریدوں کا۔ اب وہ شرمناک گستاخی بھی ملاحظہ فرمایے جو یہاں سے ملنے والی کتاب کے صفحہ (۲۰۵) پر مرقوم ہے اور ان لوگوں کے ہاں

اس کا نام ''کرامت'' ہے۔

جب پیر کا پاخانہ اللہ کا نور بن گیا!! (استغفراللہ)

''علی الصبح حضور سرکار پاک نے بندہ کو آواز دی اور فرمایا: ''مجھے رفع حاجت کے لیے جانا ہے۔''

بندہ پانی کا لوٹا اٹھا کر ساتھ ہولیا مگر آپ دروازے کے قریب ہی بیٹھ گئے اور پریشانی کی سی صورت میں بندہ کی طرف دیکھا۔ میں نے آپ کے سامنے بیٹھ کر عرض کی:

''غریب نواز! کیا بات ہے، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''...... آپ نے فرمایا: ''بیٹا! طبیعت ٹھیک ہے، فکر کی کوئی بات نہیں ۔ ہوا یہ ہے کہ مجھے اسہال آ گیا ہے اور میرا پاخانہ شلوار ہی میں نکل گیا ہے۔'' میں نے پھر عرض کی: ''حضور پاک! آپ کے شکم میں کوئی درد تو محسوس نہیں ہوتا؟'' تو فرمایا: ''برخوردار! آپ اس قدر کیوں فکر مند ہو رہے ہیں؟ مجھے کوئی تکلیف نہیں، صرف اتنا ہی ہوا کہ مجھے جلاب آ گیا ہے۔''...... بندۂ ناچیز نے نئی شلوار ازار بند ڈال کر پیش کی اور عرض کی: ''حضور آپ یہ شلوار پہن لیں، میں دوسری شلوار دھو کر لے آتا ہوں۔'' میں آپ کی وہ شلوار لے کر نلکے کی تلاش میں باہر نکلا اور چلتے چلتے حضور غوث الاعظم کے فرزند گرامی حضرت پیر سید عبدالوہاب جیلانی کے روضۂ مبارک تک چلا گیا۔ وہاں وضو کرنے کے مقام پر ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں، میں وہیں شلوار دھونے بیٹھ گیا۔ ابھی میں نے شلوار کو ٹوٹی کے نیچے کیا ہی تھا کہ ایک بزرگ سفید ریش، نورانی چہرے والے، سفید لباس میں ملبوس تشریف لائے اور فرمایا: ''بیٹا! یہ کیا دھو رہے ہو؟'' میں نے کہا: ''شلوار ہے۔'' انھوں نے پوچھا: ''کس کی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''میرے پیر صاحب کی۔'' وہ بزرگ بہت خفا ہوئے اور فرمانے

لگے: ''او نالائق آدمی!...... افسوس ہے تیری عقل پر! تم نے اپنی اتنی زندگی برباد ہی کی ہے، بیوقوف!...... تو اب تک اسے پاخانہ کرنے والا بندہ ہی سمجھتا رہا!!؟...... دیکھ تو سہی کیا دھو رہا ہے؟''...... اس بزرگ کا اتنا فرمانا تھا کہ میری آنکھیں کھل گئیں!! میں نے دیکھا کہ شلوار میں کوئی چیز نہیں ہے۔ شلوار سے، جو ابھی آدھی ہی پانی میں بھیگی تھی، خوشبو آ رہی تھی اور اس کے علاوہ پانی کی نالی میں سے بھی ہلکی ہلکی اور پیاری پیاری سی خوشبو آ رہی تھی۔''...... وہ بزرگ پھر فرمانے لگے: ''او لڑکے! تو نے اس شلوار کو دھو کر بہت نقصان کیا ہے۔ اگر تجھے ذرا بھی عقل ہوتی تو تو اتنی بڑی غلطی کبھی نہ کرتا۔ اب تک تیری کی ہوئی ساری محنت اکارت گئی، تو تو اسے پاخانہ کرنے والا ہی سمجھتا رہا!!!

بندہ وہ شلوار مبارک اسی طرح اپنے کاندھے پر ڈال کر واپس آپ کی خدمت میں آ گیا۔ دل بہت اداس تھا، راستے میں جی چاہتا تھا کہ دیواروں کے ساتھ ٹکریں مار مار کر اپنا سر پھوڑ لوں!! جب آپ کے سامنے ہوا تو آپ بستر پر سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا:

''حافظ صاحب! وہ کس طرح لکھا ہے مثنوی شریف میں حضرت عارف رومی نے کہ۔

ایں خورد گرد و پلیندی زیں جدا
واں خورد گرد و ہمہ نور خدا

''دنیا دار، غافلین حق کھاتے ہیں تو پاک رزق حلال بھی ان کے اندر جا کر غلاظت بن کر ہی باہر نکلتا ہے اور جو چیز وہ کھاتے ہیں (نبی اور ولی یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے اور محبوب) وہ سب کا سب اللہ کا نور بن جاتا ہے۔''

(تو پیر صاحب اس کے بعد کہنے لگے) برخوردار! کوئی فکر نہیں اور غمگین ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر سمجھ آ گئی ہے تو خیر ہی خیر ہے، کیونکہ یہ تو اپنے پاس موجود ہی ہے، شلوار کو سوکھنے کے لیے ڈال دو۔''

قارئین کرام! یہ ناپاک اور شرمناک گستاخیاں کبھی خالق کائنات کی اور کبھی اس کے پیارے رسول ﷺ کی، آپ نے ملاحظہ کیں۔ آپ یقیناً حیران ہوتے ہوں گے اور سوچتے ہوں گے کہ یہ درباری اور خانقاہی مذہب کہ جو تقدس کی چادر اوڑھے ہوئے ہے، کس قدر ناپاک، غلیظ اور پلید ہے...... سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴿٢٨﴾ (التوبة:٢٨)

''اے ایمان والو! شرک کرنے والے بالکل ناپاک ہیں۔''

یعنی جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس کا ذہن گندا ہو جاتا ہے، عقیدہ ناپاک ہو جاتا ہے، اس کے خیالات غلیظ اور پلید ہو جاتے ہیں ...... اور بس یہی حقیقت ہے کہ کسی انسان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ اور اس کے ہاتھ سے لکھی جانے والی تحریر کے پیچھے دراصل اس کا ذہن ہی کارفرما ہوتا ہے۔ ذہن اچھا ہو گا تو گفتگو اور تحریر بھی اچھی ہو گی، ذہن گندا اور ناپاک ہو گا تو بات چیت اور تحریر بھی گندی اور ناپاک ہو گی، کردار بھی صاف ستھرا نہ ہو گا۔ چنانچہ ان درباروں پر جو آئے دن گندے واقعات منظر عام پر آتے ہیں، ان سے بھلا کون ناواقف ہے......؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں آستانوں کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَـٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ (المائدة:٩٠)

''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا، یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بچو تاکہ تم کامرانی حاصل کرسکو۔''

غور فرمائیں! اللہ اس درباری سلسلے کو گندا اور شیطانی قرار دے رہے ہیں، ان آستانوں کے پجاریوں کو ناپاک قرار دے رہے ہیں...... تو پھر یہاں جو قصے گھڑے جاتے ہیں اور انھیں کرامتوں کا نام دیا جاتا ہے تو وہ کیسے ناپاکی، پلیدی اور غلاظت سے مبرا ہو سکتے ہیں؟

سلطان باہو کی قبر پر:

سلطان باہو کی یہ قبر یعنی موجودہ دربار تیسری جگہ بنایا گیا ہے۔ دو مرتبہ دربار کو دریا نے نگل لیا تھا!! تو اب یہ جو موجودہ دربار ہے اس میں سات قبریں ہیں جو مختلف سجادہ نشینوں کی ہیں۔ درمیان میں ایک بہت بڑی قبر ہے جو سلطان باہو کی ہے۔ اس کے گرد بہت بڑا اور مضبوط پلنگ بنایا گیا ہے...... لوگ یہاں سجدہ ریز تھے...... رو رو کر اور گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے تھے...... غرض انسانیت کی ذلت کے یہ شرکیہ مناظر دیکھے نہ جاتے تھے۔ اب ہم فوراً یہاں سے نکلے...... اور باہر نکل کر میں نے ارشد صاحب سے کہا: ''اب مجھے اس دربار کے سجادہ نشین سے ملنا ہے، میں اس سے گفتگو اور ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔''

دربار سلطان باہو پر سجادہ نشین سے ایک تلخ ملاقات:

یہاں دربار پر سجادہ نشین صاحب کا گھوڑوں کا فارم تو دیکھا ہی تھا لیکن بھائی ارشد صاحب نے مزید بتلایا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر حضرت کے کئی قسم کے فارم ہیں، جن میں ہرن بھی موجود ہیں، جب کہ سو مربع کے قریب ان کی زمین بھی ہے۔ اس پورے علاقے کی جاگیر کے یہی مالک ہیں۔ سامنے ان کے محلات دکھلائی دے رہے ہیں۔ ہم گدی نشین غلام جیلانی سلطان کے محل میں گئے۔ اس محل کا وہ حصہ کہ جو مہمانوں کے لیے مخصوص ہے، اس کی بیرونی دیوار کے ساتھ ملحق جو رہائشی محل ہے وہ بھی خوب بنایا گیا ہے...... ہم جب ملاقات کے لیے لان میں پہنچے تو مجھے ارشد صاحب نے کہا: ''حمزہ صاحب! ملاقات کرنی ہے تو جاتے ہی قدموں میں بیٹھنا پڑے گا۔ یہاں تو بڑے بڑے آفیسرز، وزراء اور جرنیل تک حضرت کے قدموں میں بیٹھتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''بھائی ارشد! آپ قدموں کی بات کرتے ہیں...... میں تو حضرت کے پاس بیٹھوں گا۔'' ارشد صاحب کہنے لگے: ''اگر آپ نے یہ گستاخی کر دی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے بعد آپ سے کیا سلوک ہو گا؟ بس اللہ ہی حافظ ہے۔'' میں نے کہا: ''دیکھنا! ایسے ہی ہو گا! اللہ ہماری حفاظت کرے گا۔'' (ان شاء اللہ)

اور پھر حضرت کے ملاقاتی کمرے کے باہر چند منٹ کھڑے رہنے کے بعد اجازت ملی تو ہم تین ساتھی اندر گئے۔ "حَسبُنَا اللّٰہُ وَ نِعمَ الوَکِیلُ" پڑھ کر میں اندر داخل ہو گیا۔ حضرت اپنی مسند پر جلوہ افروز تھے۔ بڑے بڑے لوگ ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھے تھے۔ میں نے جاتے ہی اس سکوت اور نام نہاد تقدس کے پردے کو سنت کی ضرب سے توڑتے ہوئے "السلام علیکم" کہا۔ پیر صاحب بڑے متعجب ہوئے کہ یہ کون ہے "السلام علیکم" کہنے والا؟...... بلکہ یہاں ادب کا چلن تو کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہر آنے والا بس قدموں میں گرتا ہے یا پھر حضرت کا ہاتھ چومتا ہے، اسے آنکھوں سے لگاتا ہے، اپنا ماتھا اس کے ہاتھ سے مس کرتا ہے......تو یہ پہلی گستاخی تھی جو مجھ سے سرزد ہوئی...... اگلا قدم میں نے یہ اٹھایا کہ مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا !!! پیر صاحب اب اور زیادہ تعجب کا شکار ہوگئے۔ بہرحال انھوں نے زانو پر رکھے ہوئے اپنے ہاتھ کو آگے تو نہیں بڑھایا...... بس وہیں بیٹھے بیٹھے تھوڑا سا اشارہ کر دیا اور میں نے اپنا ہاتھ آگے کرکے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرلیا۔ میرے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پیر صاحب کا اب چہرہ غضب ناک ہو چکا تھا۔ مریدین بھی حیرانی میں غرق یہ منظر ملاحظہ کر رہے تھے۔ اب میں پیر صاحب سے یوں ہم کلام ہوا...... "حضرت! میں لاہور سے حاضر ہوا ہوں ...... ایک رسالے کا ایڈیٹر ہوں، دربار اور آپ کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون لکھنا چاہتا ہوں۔" ابھی میری گفتگو یہیں پہنچی تھی کہ حضرت غصے سے کہنے لگے: "میں خود بڑے رسالے نکالتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ تو کون ہے؟" پیر صاحب مجھے جان چکے تھے کہ یہ کون ہے، ان کا غصہ بھی دیدنی تھا، مگر میں نے پیری مریدی کی دنیا میں ایک اور بڑی گستاخی یہ کر ڈالی کہ حضرت کی مسند کے سامنے ان کے پلنگ پر بیٹھ گیا...... میرے بیٹھتے ہی مرید چلا اٹھے...... "نیچے بیٹھ"...... "نیچے بیٹھ" اور پھر پیر صاحب نے بھی غضب ناک ہو کر کہا: "نیچے بیٹھ۔" اب میں پلنگ سے تو اٹھ گیا کہ اگر نہ اٹھتا تو محافظ اور مرید مجھے پکڑ لیتے...... مگر میں نے یہ کیا کہ پیر صاحب کا کہنا نہیں مانا اور بیٹھا نہیں...... اب پیر صاحب کا غضب جوبن پر تھا، آنکھیں ان کی سرخ تھیں،

چہرہ لال پیلا تھا اور وہ دوبارہ گرجے اور کچھ اس طرح سے انھوں نے اپنے اخلاق کا مظاہرہ کیا:

''چل ایتھوں بھج ونج''.....................(دوڑ جا یہاں سے)

میں نے اور میرے ساتھیوں نے درباری دنیا کی آخری گستاخی یہ کی کہ پیر صاحب کی طرف پشت کر کے چل پڑے!!...... باہر نکلتے ہی گاڑی میں بیٹھے اور واپس چل دیے، بھائی ارشد صاحب مجھے کہنے لگے:

''میرے علم کی حد تک یہاں کی تاریخ میں آپ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے اس قدر گستاخیاں کی ہیں۔ یہ تو بڑے ڈکٹیٹر قسم کے پیر ہیں۔ یہاں کی بہت بڑی جاگیر ان کے نام ہے۔اس جاگیر میں ان کا ایم۔این۔اے اپنا ہوتا ہے۔اب اسمبلی کا ممبر نذیر سلطان ہے، سنیٹر ان کا ہوتا ہے۔ لاکھوں دنیا ان کی پرستار ہے اور میلے کے موقع پر ان کے کمرے نوٹوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ میں آج سے دس سال قبل حبیب سلطان گدی نشین کے زمانے میں مرید ہوا کرتا تھا، تو میں مرید خاص تھا۔ مجھے سپیشل بلایا جاتا تھا اور ایک کمرے کے نوٹ میں اپنی نگرانی میں گنواتا تھا......تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ مذہبی اور دنیاوی اعتبار سے اس قدر مضبوط لوگ ہیں، تو آج اگر ہم ان لوگوں سے بچ گئے ہیں تو یہ اللہ کا خاص کرم ہے۔'' (الحمدللہ!)

امام الھدیٰ ﷺ کا اخلاق:

پیر صاحب سے ملاقات کا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا، بھائی ارشد کی باتیں بھی سن رہا تھا ......اور اب میرے ذہن میں اپنے پیارے ہادی و مرشد امام الانبیاء ﷺ کی زندگی، مبارک سیرت اور عظیم اخلاق گردش کرنے لگا۔

یہ ثمامہ بن اثال ہیں، مشرکوں کے سردار تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اسے پکڑ کر مدینہ میں لے آئے اور مسجد کے ستون سے باندھ دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے، ثمامہ سے فرمایا:

''تیرا کیا خیال ہے، میں تیرے ساتھ کیسا سلوک کروں گا؟'' وہ کہنے لگا ''اگر تم مجھے قتل کرو گے تو میرے خون کا بدلا لینے والے موجود ہیں اور اگر آپ احسان کریں گے تو ایک قدر دان پر احسان کریں گے اور اگر مال چاہتے ہو تو مانگیے جو چاہتے ہو وہ مل جائے گا۔'' ①

غرض اللہ کے رسول ﷺ اسی طرح تین دن تک پوچھتے رہے اور وہ سختی سے یہی جواب دیتا رہا۔ آخر کار اللہ کے رسول ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔ چنانچہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے کریمانہ اخلاق سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا یعنی جب اس کا جسم آزاد ہوا تو روح اخلاق کے خوبصورت پنجرے میں قید ہو چکی تھی۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے کریمانہ اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ إِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا)) ②

''اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ کے احکامات پامال کیے گئے تو اس پامالی کا محض اللہ کے لیے بدلا لیا کرتے تھے۔''

اسی طرح حنین کے قیدیوں میں جب ایک خاتون شیماء بنت حارث قیدی بن کر آئیں اور یہ اللہ کے رسول ﷺ کی رضاعی بہن تھیں، جب انھیں رسول اللہ ﷺ نے ایک علامت کے ذریعے پہچان لیا، تو ان کی بڑی قدر و منزلت کی، اپنی چادر زمین پر بچھا کر بٹھایا اور احسان فرماتے ہوئے انھیں ان کی قوم میں واپس کر دیا۔ ③

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة : ٤٣٧٢۔

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ : ٣٥٦٠۔

③ الرحیق المختوم : ٥٦٧۔

جی ہاں! یہ لوگ پیر اور مرید کہلواتے ہیں مگر اللہ کے رسول ﷺ کو جو ماننے والے تھے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہلواتے تھے کہ جس کا معنی ساتھی، دوست اور ہم نشین ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں گھل مل کر رہتے تھے۔

غرض بلندیٔ اخلاق کے (حتیٰ کہ غیر مسلم عورت کو اپنی چادر بچھا کر اس پر بٹھا دیتے تھے) ایسے واقعات سے اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک زندگی بھری پڑی ہے۔ وہ اخلاق کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں "نٓ وَالْقَلَمِ" کہہ کر...... قسم اٹھا کر...... اپنے رسول ﷺ کے اخلاق کا یوں تذکرہ کیا:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾ (القلم: ٤)

"بلاشبہ آپ ﷺ تو عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔"

اور سلطان باہو کا یہ گدی نشین کہ جس کا نام سلطان غلام جیلانی ہے...... داڑھی مونچھیں اس کی غائب تھیں اور اخلاق کی پستیوں کا یہ عالم...... اور پھر عالم روحانیت کا یہ تاجدار اور سلطان بھی ہے!! لاکھوں دنیا اس کے سامنے سرنگوں بھی ہے!!...... (اللہ کی پناہ ایسی ولایت سے!)

قیامت کا منظر:

یہ لوگ جو نسلی طور پر اپنے آپ کو سادات خیال کرتے ہیں...... اپنے علاقے کے یہ وڈیرے بھی ہیں...... سیاسی اقتدار میں یہ اسمبلی کے ممبر بن کر حصہ دار بھی ہیں اور اس ملک کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خاصی تعداد ایسے ہی گدی نشینوں کی ہے۔ سیاستدان اور وزراء بھی یہی لوگ ہیں۔ روحانی اور دنیاوی جکڑ بندیوں میں ان لوگوں نے اللہ کی مخلوق کو جکڑ رکھا ہے تو جس روز اللہ کی عدالت لگے گی، سب لوگ وہاں حاضر ہوں گے، تو وہاں نقشہ کچھ اس طرح کا ہوگا:

خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۖ لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ

فِي ٱلنَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠ ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠ ﴿٦٧﴾ (الاحزاب:٦٥-٦٧)

"یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، کوئی ولی اور مدد کرنے والا نہ پائیں گے۔ اس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کیے جائیں گے، اس وقت وہ کہیں گے: "اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سادات اور وڈیروں کی اطاعت کی اور انھوں نے ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوہرا (دوگنا) عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔"

تو ان درباروں اور گدی نشینوں کے آستانوں پر جھکنے والو!...... قیامت کا یہ منظر یاد کرلو! ابھی سے ایمان اور عقیدہ درست کرلو...... کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا...... یہ لوگ کہ جن سے تم ڈرتے رہے ہو...... یہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے...... دیکھ لو! اللہ کریم کے فضل سے میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکے...... وہ پیر غصے میں تلملاتا رہا مگر مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا...... کیا خوب فرمایا ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کسی ایسے ہی منظر کے لیے...... اور اس فرمان کو اللہ نے قرآن میں یوں درج فرما دیا ہے:

وَلَآ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِۦٓ ﴿٨٠﴾ (الانعام:٨٠)

"جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا۔"

پانچواں رب!!

پاکستان میں پانچویں رب کے دربار پر میں نے کیا دیکھا؟

اگر زمین و آسماں میں کوئی اور الٰہ ہوتا تو زمین و آسماں کا نظام بگڑ جاتا۔لہٰذا عرش کا مالک اللہ تعالیٰ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ (الانبیاء : ۲۲)

پانچواں رب!!

پاکستان میں پانچویں رب کے دربار پر میں نے کیا دیکھا......؟

جو بھی وہاں آتا پاک نام "محمد" سے ڈرامہ رچانے والے حضرت کے دائیں ہاتھ کو جھک کر چومتا...... پھر اس پر آنکھیں رکھتا...... پھر پیشانی کے ساتھ ہاتھ کو چھوتا...... اور دیکھتا......!! کہ ذرا ہم پر بھی نظر کرم ہو...... ایک مرید آیا اس نے پانچ پانچ سو روپے کے کئی نوٹ حضرت کے ہاتھ میں تھما دیے۔ حضرت انھیں گننے لگے، گنتے جاتے تھے اور خوش ہوتے جاتے تھے۔ پھر مرید کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگے اور اسے اپنے پاس بلا کر زمین پر اپنے تخت کے دائیں جانب بٹھا لیا...... عورتیں بھی بیعت ہو رہی تھیں۔ ایک مرید آگے بڑھا اس نے نئے نئے نوٹوں کی حضرت پر بارش کر دی! پنکھا چل رہا تھا، نوٹ اڑنا شروع ہو گئے ...... اور حضرت کی نگاہ طریقت بھی نوٹوں کے پیچھے پیچھے اڑنے لگی...... اتنے میں ہم بھی وہاں پہنچ گئے اور......

گوجرانوالہ سے ہمارے ایک ساتھی نے ہمیں اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ "گوجرانوالہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا عرس ہو رہا ہے اور آپ کو اس کا نوٹس لینا چاہیے۔"

چنانچہ ہنگامی طور پر ایک چار ورقی پمفلٹ چھاپا گیا اور ہمارے چند ساتھی جناب

سیف اللہ صاحب کی امارت میں مذکورہ دربار پر پہنچے۔ وہاں انھوں نے پمفلٹ تقسیم کیے، لوگوں کو تبلیغ بھی کی اور واپس آکر اپنی دعوتی مساعی اور وہاں ہونے والی ڈرامہ بازی سے آگاہ کیا۔

عرس کا دوسرا اور آخری دن تھا، عرس اپنے جوبن پر تھا، چنانچہ میں نے خود وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ گوجرانوالہ میں جب میں نے گوندلانوالہ پھاٹک عبور کیا تو جگہ جگہ اس عرس کے اشتہار دکھائی دیے۔ انہی اشتہاروں پر دیے ہوئے پتے کی مدد سے میں گل روڈ پر تھانا سول لائن کے عقب میں دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جا پہنچا۔

دربار کے دروازے پر پہنچا تو ولیوں کی تصویروں کا لگا ہوا سٹال دیکھنے لگا۔ صاحب دربار خواجہ کرامت حسین اور اس فوت شدہ بزرگ کے دربار کے گدی نشین خواجہ منیر حسین کی طرح طرح کی دیومالائی تصاویر کہ جنھیں خوبصورت چھوٹے بڑے فریموں میں سجا کر رکھا گیا تھا، مرید انتہائی عقیدت سے خرید رہے تھے۔ میں اس بت فروشی کو دیکھنے لگا اور پھر یہ سوچنے لگا کہ عرس اللہ کے رسول ﷺ کا اور اس میں تصویر فروشی ان پیروں کی! اس کا کیا مطلب!!......؟

میں لوگوں سے پوچھنے لگا...... دوبارہ اشتہار پڑھنے لگا کہ کہیں غلط جگہ تو نہیں آ گیا مگر لوگوں نے بھی کہا کہ جگہ یہی ہے اور اشتہار نے بھی کہا کہ وہ جگہ یہی ہے، جہاں اللہ کے رسول ﷺ کا عرس ہو رہا ہے!!...... اب میں دربار کے مین گیٹ کے اندر داخل ہوا تو بائیں جانب خواجہ کرامت حسین کا مزار تھا اور سامنے خواجہ منیر حسین اپنی تخت نما مسند پر جلوہ افروز تھا۔ میں بوجھل دل کے ساتھ دربار پر لگے اشتہار کو دوبارہ پڑھنے لگا، درمیان میں ﴿ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ﴾ کی آیت قرآنی لکھی ہوئی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: ''اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔'' نیچے جلی حروف کے ساتھ:

''عرس مبارک محمد مصطفیٰ ﷺ''

لکھا ہوا ہے!!...... اللہ کے رسول ﷺ کا روضۂ مبارک بنا کر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ۲۸ واں سالانہ عرس نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہو رہا ہے۔ ملک بھر سے مشائخ عظام، مقتدر علمائے کرام، نامور نعت خواں اور قراء شریک ہو رہے ہیں۔ تمام حلقۂ احباب کو تاکید کی جاتی ہے کہ جمعۃ المبارک نماز عصر سے پہلے دربار شریف میں پہنچ جائیں۔

جس بزرگ کا یہ دربار ہے اس کے بارے میں اشتہار پر یہ اطلاع کی گئی ہے کہ......

''بعداز نماز عصر (ان شاء اللہ!) حضور قبلہ عالم کے مزار پر چادر پوشی ہوگی۔''

اے اللہ! یہ کس قدر ظلم ہے کہ عرس تیرے پیارے رسول ﷺ کا اور چادر پوشی منیر حسین کے باپ کرامت حسین کی قبر پر......!! یہ تیرے نبی ﷺ کے نام کو بلند کیا جا رہا ہے کہ درباری پستیوں میں اسم پاک محمد ﷺ کی گستاخی کی جا رہی ہے۔

محمد ﷺ کے نام پر لوگوں کو بلوا کر قبر اپنے باپ کی پجوائی جا رہی ہے، اس قدر دھوکا تیرے نبی کے اسم گرامی کے ساتھ......؟...... اف اللہ......!!...... اس قدر جعل سازی!!

کیا سارا گوجرانوالہ سو گیا ہے، ناموس رسالت کا پاسبان کوئی نہیں رہا ہے۔ انہی سوچوں میں گم اب میں پیر کی گدی کے پاس پہنچا۔ وہاں نبی ﷺ کے نام پر جو کاروبار ہو رہا تھا اس کا منظر کچھ اس طرح تھا۔

نام محمد ﷺ سے وہاں جو ڈرامہ ہو رہا تھا اس کا پہلا منظر:

پیر اپنے روحانی تخت پر براجمان تھا۔ دو تین نوجوان پستول حمائل کیے ہوئے حضرت کی حفاظت کے لیے تخت کے پیچھے کھڑے تھے۔ قریب لاؤڈ سپیکر تھا۔ اس کے سامنے ایک شخص کھڑا تھا، پیر صاحب نے جسے بلانا ہوتا تو یہ شخص اسے آواز دیتا اور کسی کو پکارنے، اعلان کرنے یا کوئی بھی بات کرنے سے پہلے ''حق اللہ ھو'' ضرور کہتا۔ پیر صاحب کے دائیں

جانب ایک ڈرم نما ٹوکرا پڑا تھا، اس ٹوکرے کے پاس ایک آدمی بیٹھا تھا۔ مرید اور مریدنیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ جو بھی آتا حضرت کے دائیں ہاتھ کو چومتا، پھر اس پر آنکھیں رکھتا، پیشانی کے ساتھ ہاتھ کو چھوتا اور پھر حسب استطاعت پیر کے ہاتھ میں پیسے تھما کر سوالیہ نگاہوں سے پیر کی طرف دیکھتا کہ ذرا ہم پر بھی نظر کرم ہو جائے۔ کوئی زبان سے اپنی حاجت بیان کرتا اور کوئی چینی پر دم کرواتا، کوئی پانی کی بوتل پر پھونک مرواتا، ایک مرید آیا اس نے پانچ پانچ سو روپے کے کئی نوٹ حضرت کے دائیں ہاتھ میں تھما دیے۔ حضرت انھیں گنتے جاتے تھے اور خوش ہوتے جاتے تھے۔ پھر مرید کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگے اور آخرکار اپنے پاس بلا لیا، زمین پر تخت کے دائیں جانب بٹھا لیا۔ بائیں جانب ایک ادھیڑ عمر شخص آگے بڑھا، وہ اپنے الیکٹرک سٹور کا اشتہار چھپوا کر لایا تھا۔ اشتہار حضرت کے آگے کر دیا، حضرت نے اپنا ''متبرک ہاتھ'' اس اشتہار کو لگایا، اسے پڑھا اور پھونکا۔ پھر مرید نے دس دس روپے کے چند نوٹ نذر کیے۔ حضرت نے انھیں گنا تو وہ چار پانچ نوٹ نکلے۔ اب حضرت کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات واضح طور پر نمایاں ہو رہے تھے مگر اتنے میں دوسرے مرید اپنی باری کے منتظر کھڑے تھے۔ کئی حضرات اس کے سلسلے میں بیعت ہو رہے تھے، عورتیں بھی بیعت ہو رہی تھیں۔

نوٹوں کے ڈرم بھرنے لگے!!:

ایک مرید آگے بڑھا، اس نے نئے نئے نوٹوں کی حضرت پر بارش کر دی، پنکھا چل رہا تھا، نوٹ اڑنا شروع ہو گئے اور حضرت کی نگاہ بھی نوٹوں کے پیچھے اڑنے لگی...... بہرحال یہ جلدی سے اکٹھے کر لیے گئے اور ڈرم کی نذر کر دیے گئے۔ کل سے یہ سلسلہ جاری تھا۔ نہ جانے کتنے ڈرم بھر چکے تھے اور اب اس آخری ڈرم میں بھی مزید نوٹوں کی گنجائش ختم ہونے کو تھی......!! مگر لوگ ابھی آ رہے تھے۔ حضرت کی طرف پشت نہیں کرتے تھے اور الٹے پاؤں واپس جا رہے تھے...... میں سوچ رہا تھا کہ اے اللہ!...... یہ تیرے بندے جو الٹے

پاؤں چل رہے ہیں، جس راستے پہ چلے جارہے ہیں، کیا یہ راستہ تیرا راستہ ہے؟ قرآن میں تو ایسا راستہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ کیا یہ طریق کار تیرے نبی کا ہے!؟...... کہاں میرے نبی کی عظمت اور کہاں تقدس کے پردے اوڑھ کر غرباء اور مساکین کو لوٹنے کا یہ کاروبار!! جس سے آنکھوں کی حرص، دل کا لالچ مزید بڑھتا ہے۔ ان لوگوں کا مال بھی لٹ رہا ہے اور ایمان بھی جارہا ہے مگر اے اللہ......! ظلم تو یہ ہے کہ تیرے نبی ﷺ کے نام پر لوگوں کو یوں الٹا چلایا جارہا ہے۔ کیا وہ یہی لوگ نہیں جن کے بارے آپ باری تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں اہل ایمان کو تقدس کے پردے میں درہم و دینار کے ان بندوں کے طرزِ عمل سے یوں آگاہ کرتے ہوئے ان کے انجام سے باخبر فرمایا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلۡأَحۡبَارِ وَٱلرُّهۡبَانِ لَيَأۡكُلُونَ أَمۡوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۗ وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٖ ﴿٣٤﴾ يَوۡمَ يُحۡمَىٰ عَلَيۡهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوبُهُمۡ وَظُهُورُهُمۡۖ هَٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِأَنفُسِكُمۡ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمۡ تَكۡنِزُونَ ﴿٣٥﴾

(التوبۃ: ۳۴-۳۵)

"اے ایمان والو! حقیقت یہ ہے کہ بہت سے مشائخ اور پیر لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور وہ جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو ان سب کو (اے میرے پیغمبر!) دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو، جس روز کہ اس سونے

چاندی کو جہنم کی آگ میں تپا کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ (مال و دولت) جسے تم اپنے لیے جمع کر کے رکھتے تھے۔لہٰذا اپنے خزانے کا مزہ چکھو۔''

دوسرا منظر......ڈھول کی تھاپ پر''اللہ ھو'' کا ذکر!!:

سٹیج سیکرٹری نے ''حق ھو'' کہہ کر اعلان کیا اور ڈھول بجنا شروع ہو گیا۔ مرید حضرت کے روحانی تخت کے سامنے بچھے ہوئے قالین پر گول دائرے کی صورت میں جمع ہو گئے۔ حضرت نے شہادت کی انگلی سے گول دائرہ بناتے ہوئے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور پھر ''اللہ ھو'' کا ورد شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ محفل کے درمیان سے ایک باریش نوجوان حضرت کی شان میں قصیدے پڑھنے لگا۔ پھر حضرت کے والد خواجہ کرامت کی شان میں اشعار شروع ہو گئے۔ ایک شعر کچھ یوں تھا ؎

تو کرامت پیر میرا اے کراماتاں تیریاں
سب بیماریاں دور تھیون جس پہ نظراں تیریاں

حضرت کی شان میں جو رسالہ تصنیف کیا گیا تھا اس پر بھی یہ شعر درج تھا اور یہ رسالہ یہاں مفت تقسیم کیا جا رہا تھا...... جب تعریفی اشعار ختم ہوئے تو پھر ڈھول کی تھاپ پر ''اللہ ھو'' کا ورد شروع ہو گیا۔ کئی لوگ اب حال سے بے حال ہو گئے اور وہ حضرت کے عین سامنے آ کر رقص کرنے لگے...... ایک تھانیدار، کئی نوجوان اور کئی باریش جوان اور بزرگ بھی اب اس ناچ میں شامل ہو چکے تھے!!...... ''اللہ ھو'' کے ان ماڈرن ذاکرین کے رقص معرفت کی وڈیو فلم بن رہی تھی...... کیمروں کے لشکارے پڑ رہے تھے...... حضرت پر نوٹوں کی بارش ہو رہی تھی...... ایک ادھیڑ عمر شخص جو داڑھی منڈا تھا، بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں، ہندوؤں کی طرح ہاتھ جوڑ کر حضرت کے چہرے پر ٹکٹکی لگائے عین سامنے کافی دیر تک رقص کرتا رہا...... رقص کے بعد جھمر اور پھر دھمال شروع ہو گئی۔ آخر پر حضرت کی شان میں قصائد اور ''اللہ ھو'' کے پر شور ورد

کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کے نام پر عرس کا یہ ڈرامہ......اختتام کو پہنچا......

پروگرام کے اختتام پر میں حضرت کے قریب گیا اور کہا: ''جناب! میں اس عرس پر آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔'' تو میرے انداز گفتگو سے حضرت فوراً سمجھ گئے کہ یہ کون ہے۔ چنانچہ انھوں نے کہا: ''صبح سے بیٹھا ہوں، گرمی نے برا حال کر دیا ہے، میں اب مزید گفتگو نہیں کر سکتا۔'' حضرت کے اس جواب پر میں واپس لاہور چل دیا اور یہ سوچنے لگا کہ یہ بے چارہ قیامت کی گرمی میں کیا کرے گا......؟......اشتہار میں تو پڑھا ہی تھا کہ یہ ۲۸واں عرس ہے اور یہ منیر حسین کی زیر سرپرستی خواجہ کرامت حسین کے ارشاد کے مطابق منعقد کیا جا رہا ہے۔ مگر اب جو یہاں تقسیم ہونے والا پمفلٹ ملاحظہ کیا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس عرس کا اصل منبع تو کھاریاں کے نزدیک موہری کا دربار ہے، جس کا گدی نشین خواجہ معصوم ہے اور یہ لوگ تو اس موہری والے دربار کے خلیفہ ہیں۔ چنانچہ حقیقت حال جاننے کے لیے میں ۲۰ جون ۱۹۹۱ء کو موہری دربار جا پہنچا۔

''قیوم پنجم''......یعنی پانچویں رب کے دربار پر:

گجرات سے آگے کھاریاں کینٹ سے دائیں جانب جی۔ٹی روڈ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ''موہری'' نامی قصبہ ہے۔ میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ یہاں پہنچا۔ ہم دربار کے بیرونی دروازے سے داخل ہوئے تو اس کے اوپر جلی حروف کے ساتھ لکھا ہوا تھا:

''قیوم پنجم''

قیوم پنجم کون ہوتا ہے؟......اس روحانی منصب کے حامل کی صفات ''روضۃ القیومیۃ'' نامی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں، جسے خاندان مجددیہ کے ایک بزرگ خواجہ ابو الفیض نے ۱۷۳۹ء میں مرتب کیا ہے۔

''قیوم'' کون ہوتا ہے؟:

خواجہ ابو الفیض ''قیوم'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قیوم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ماتحت تمام اسماء و صفات، شیوانات ، اعتبارات اور اصول ہوں اور تمام گزشتہ و آئندہ مخلوقات کے عالم موجودات ، جن و انس، پرندے، نباتات، ہر ذی روح، پتھر، درخت ، بحر و بر کی ہر شے، عرش، کرسی ، لوح، قلم ، ستارہ ، ثوابت ، سورج ، چاند، آسمان، بروج سب اس کے سائے میں ہوں۔ افلاک و بروج کی حرکت وسکون ، سمندروں کی لہروں کی حرکت، درختوں کے پتوں کا ہلنا ، بارش کے قطروں کا گرنا، پھلوں کا پکنا، پرندوں کا چوزے پھیلانا، دن رات کا پیدا ہونا اور گردش کنندہ آسمان کی موافق یا ناموافق رفتار، سب کچھ اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ بارش کا ایک قطرہ ایسا نہیں جو اس کی اطلاع کے بغیر گرتا ہے ، زمین پر حرکت وسکون اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا۔ جو آرام و خوشی اور بے چینی اور رنج اہل زمین کو ہوتا ہے، اس کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ کوئی گھڑی ، کوئی دن، کوئی ہفتہ، کوئی مہینا، کوئی سال ایسا نہیں جو اس کے حکم کے بغیر اپنے آپ میں نیکی و بدی کا تصرف کر سکے۔ غلہ کی پیدائش، نباتات کا اگنا غرض جو کچھ بھی خیال میں آسکتا ہے وہ اس کی مرضی اور حکم کے بغیر ظہور میں نہیں آتا۔

روئے زمین پر جس قدر زاہد، عابد، ابرار اور مقرب تسبیح ، ذکر، فکر، تقدیس اور تزویہ میں ، عبادت گاہوں، جھونپڑیوں، کٹیوں، پہاڑ اور دریا کے کنارے، زبان، قلب ، روح ، سر، خفی ، اخفی اور نفسی سے مشاغل اور معتکف ہیں اور حق تعالیٰ کی راہ میں مشغول ہیں، گو انھیں اس بات کا علم نہ ہو اور جب تک ان کی عبادت قیوم کے ہاں قبول نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔'' (1)

حضرات!...... اصل جمہوری نظام میں جس طرح صدر مملکت بے اختیار اور محض آئینی سربراہ ہوتا ہے، تصوف کے سلسلہ مجددیہ میں (نعوذ باللہ!) اللہ کے ساتھ اسی بے اختیاری

(1) روضهة القيومية جلد اول : ٤ ۔

اور محض آئینی سر براہی کا سلوک کیا گیا ہے۔ قیوم کو وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے کہ جب تک وہ قبول نہ کرے اللہ کے ہاں کچھ نہیں ہو سکتا...... بلکہ معاملہ اس سے بھی سنگین ہے کہ یہاں تو عرش، کرسی اور لوح و قلم بھی قیوم کے سائے میں کر دیا گیا ہے...... تو پھر اللہ رب العالمین کہاں گئے؟ اور قیوم کے منصب کو دیکھیں تو بات کہاں سے کہاں اور کہیں آگے پہنچتی دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ قرآن واضح طور پر باخبر کر رہا ہے:

ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَىُّ ٱلْقَيُّومُ ﴿٢٥٥﴾ (البقرة:٢٥٥)

''اللہ از خود زندہ وہ ہستی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔''

یعنی قیوم تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے ساری کائنات کو سنبھال رکھا ہے مگر حضرات مجددیہ نے اللہ کی اس صفت کا منصب بنا کر تمام خدائی اختیارات اپنے قیوم کو دے دیے۔ آپ ''مجددی قیوم'' کے اختیارات دوبارہ ملاحظہ کیجیے۔ بالکل یوں دکھائی دیتا ہے جیسے ایک سربراہ دوسرے کا تختہ الٹ کر تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ ہم اللہ کا قرآن سنا کر ایسی قیومیت سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

قیوم حقیقی اللہ ذوالجلال والاکرام اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

تَكَادُ ٱلسَّمَٰوَٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ ٱلْأَرْضُ وَتَخِرُّ ٱلْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ (مریم: ٩٠-٩١)

''قریب ہے کہ سب آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں، اِس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لیے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا۔''

اور یہ قیومیت کا دعویٰ تو اولاد کے دعوے سے کہیں بڑا دعویٰ ہے!! پوری کائنات لرز اور

کانپ رہی ہے مگر یہ حضرت انسان اس قدر دلیر ہے کہ قیوم بنا پھرتا ہے!!

اب ہم دربار کے اندر چلے گئے:

ہمارے ساتھ دربار کا خادم ممتاز تھا، اس نے دربار کا تالا کھولا، یہ بنوں کا پٹھان ہے۔ کہہ رہا تھا: ''میں دس سال سے یہاں رہ رہا ہوں۔'' اس کی دی ہوئی معلومات اور اس دربار کی طرف سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''المعصوم'' اپریل ۱۹۹۱ء کے مطابق مزار پر بیس لاکھ روپے خرچ کیے گئے۔ اس کے نقش و نگار پر تین لاکھ مزید خرچ کیے گئے۔

میرے سامنے مسلم شریف کی حدیث تھی، اپنے پیارے نبی ﷺ کا فرمان تھا کہ جس میں آپ ﷺ نے پکی قبر بنانے سے منع فرما دیا ہے۔ ①

مگر یہاں ۲۳ لاکھ خرچ کر کے وہ کچھ لگا دیا گیا اور فرمان رسول ﷺ کا اس طرح مذاق اڑایا گیا ہے کہ پکی اینٹ کی بات ہی عجیب محسوس ہوتی ہے۔ میرے نبی ﷺ نے تو قبر کی مجاوری سے منع فرما دیا ہے۔ ②

تو اس مزار پر مجاوروں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ قرآن پاک نے فضول خرچی سے منع کیا اور ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی قرار دیا:

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ﴿۲۷﴾ (بنی اسرائیل:۲۷)

''بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان لعین کے بھائی ہیں۔''

تو اس مزار پر مینار پاکستان جیسا بیش قیمت عمارت والا ڈیزائن بنا دیا گیا۔ ہمارے دین اسلام میں تو قبروں پر چراغ تک جلانا جائز نہیں تو یہاں میں دیکھ رہا تھا کہ انتہائی قیمتی اور نفیس فانوس درمیان میں لٹک رہا ہے۔ تو بقول شاعر ؎

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی

---

① صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصص القبر والبناء علیه : ۹۷۰۔
② صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر: ۹۷۱۔

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

اللہ کے نبی ﷺ نے قبر پر لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ①

مگر یہاں پر کتبہ لگا کر وہ مبالغہ آرائی کی گئی کہ جس مبالغے سے اللہ کے رسول ﷺ نے خود اپنے بارے میں بھی منع فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا:

((يَا مُحَمَّدُ! يَا سَيِّدَنَا وَ ابْنَ سَيِّدِنَا وَ خَيْرَنَا وَ ابْنَ خَيْرِنَا ! فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ وَ اللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ)) ②

''اے محمد (ﷺ)! اے ہمارے آقا اور آقا کے بیٹے! اے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے!'' ...... یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم تقویٰ کو لازم پکڑو، ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں پھسلا دے۔ میں محمد بن عبداللہ، اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول (ﷺ) ہوں، میں پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس مقام سے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے بڑھا دو۔''

اسی طرح صحیح بخاری کی حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ)) ③

---

① ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى النهى عن البناء على القبور و تجصيصها والكتابة عليها : ١٥٦٣۔

② مسند احمد : ١٥٣/٣ ، ٢٤١ ، ٢٤٩) علامه ناصر الدين فرماتے هيں ''اس كى سند صحيح هے اور مسلم كى شرط پر هے۔'' سلسلة الاحاديث الصحيحة : ١٠٩٧۔

③ صحيح بخارى، كتاب احاديث الانبياء، باب واذكر فى الكتاب مريم......الخ : ٣٤٤٥۔

”میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جس طرح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تعریف میں عیسائیوں نے مبالغہ کیا۔ بس بات یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، لہٰذا مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہو۔“

دربار پر لگے ہوئے کتبہ کی مبالغہ آمیز عبارت:

کیا پیاری تعلیم ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کو، مگر اس دربار پر فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر انداز کرنے کی ایک اور جھلک دیکھیے، صاحب دربار کی قبر پر کتبے کی انتہائی مبالغہ آمیز عبارت ملاحظہ کیجیے، قبر کے سرہانے کتبے پر لکھتے ہیں:

”محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی، مطلع انوار ربانی، شاہباز لامکانی، شیخ المشائخ، قبلہ عالم، زریں بخت، سلطان الاولیاء، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، والادرجت، الحاج خواجہ صوفی نواب الدین۔“

ان القابات کا مطلب کچھ اس طرح ہے کہ ”مسمی نواب دین اللہ کا محبوب ہے، رب کی طرف سے قطب ہے، اللہ کی طرف سے غوث ہے، رب کے انوار پھوٹنے کی جگہ ہے، عالم اخروی کا اڑتا ہوا شاہباز ہے، اہل دنیا کا قبلہ ہے، سنہری بختوں والا، ولیوں کا سلطان، بڑی برکتوں اور درجوں والا، بڑا بلند پایہ حضرت، کئی حج کرنے والا صوفی اور خواجہ ہے۔“

یہ سب کچھ جو اس حضرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے...... ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ یہ سب کچھ واقعی اللہ نے دیا ہے؟ اللہ کی طرف سے کسی کو یوں اعزازات و القابات دینے کی خبر تو بذریعہ الہام ہی ہو سکتی ہے جبکہ وحی کہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی، ہم نے وہ ملاحظہ کی تو پتا چلا کہ اللہ اس قسم کی باتوں کو سرے سے مانتے ہی نہیں بلکہ وہ تو تردید فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم

مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلۡطَٰنٍۚ (یوسف: ۴۰)

’’تم لوگ اللہ کے سوا محض بناوٹی ناموں کی عبادت کرتے ہو جنھیں تم نے اور تمھارے باپ دادا نے تجویز کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔‘‘

لو دیکھ لو!...... اللہ نے انکار کر دیا ہے۔ یہ غوث، قطب، قبلہ عالم وغیرہ کے جو القابات ہیں، ماننے والوں نے خود ہی ان بزرگوں کو دے رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں کہا کہ فلاں میرا غوث ہے اور فلاں میرا قطب یا قلندر ہے۔

غرض یہاں کی ایک ایک شے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کے الٹ دکھلائی دے رہی تھی، جیسے یہ کام کسی کی ضد میں پورے منصوبے کے ساتھ کیا گیا ہو۔

کھدی ہوئی قبر کس کی منتظر تھی؟

صوفی نواب دین کی قبر کے ساتھ ایک قبر کی جگہ خالی تھی۔ میں نے ممتاز سے پوچھا: ’’یہ خالی جگہ کس کے لیے ہے؟‘‘ تو وہ انتہائی عقیدت کے ساتھ کہنے لگا: ’’یہ جگہ خواجہ محمد معصوم کے لیے ہے، یہ بالکل تیار ہے، خواجہ صاحب جونہی پردہ فرمائیں گے تو اس جگہ تشریف لائیں گے۔‘‘ (اور اب خواجہ صاحب مرنے کے بعد یہاں دفن ہو چکے ہیں) اس جگہ تختے ڈال کر اوپر قالین بچھا دیا گیا ہے، غرض یہ کھدی ہوئی قبر جو خواجہ صاحب کے نام کی تھی، اس کے پیچھے دیوار پر یہ عبارت لکھ دی گئی تھے:

’’پیر طریقت قیوم پنجم خواجہ خواجگان الحاج خواجہ محمد معصوم صاحب‘‘

صوفی نواب دین کا صاحبزادہ خواجہ معصوم تو زندگی میں ہی ’’قیوم‘‘ بن بیٹھا۔ آیئے تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھیں کہ ان سے پہلے جو قیوم ہو گزرے، وہ کون تھے؟

حضرات مجددیہ چار بزرگوں کی قیومیت کے قائل ہیں۔ قیوم اول: حضرت مجدد الف ثانی، قیوم ثانی: خواجہ محمد معصوم، قیوم ثالث: خواجہ محمد زبیر اور ان کے بعد بھی بعض بزرگوں

(مثلاً شاہ احمد ابوسعید) کے حالات میں تفویض قیومیت کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ''قیوم'' کو صفات نبوی سے نہیں صفات الٰہیہ سے متصف کیا جاتا ہے۔ ①

صفات الٰہیہ سے متصف کیوں نہ کریں کہ انھیں شوق ہی ''الٰہ'' بننے کا ہے، ان کی تسکین ہی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک بول و براز کے یہ مجسمے رب نہ بن جائیں...... میں نے ممتاز سے پوچھا: ''خواجہ معصوم قیوم کیسے بن گئے؟''...... تو وہ کہنے لگا: ''خواجہ محمد معصوم حضرت مجدد الف ثانی کے بیٹے تھے اور وہ قیوم دوم تھے۔ انہی کے نام پر حضرت نواب دین نے اپنے بیٹے کا نام خواجہ محمد معصوم رکھا ہے۔ پھر یہ اپنے اس بیٹے کو لے کر سرہند شریف گئے۔ وہاں سے انھیں امر ہوا اور حضرت نے کہا: ''میں اسے شہباز طریقت اور قیوم پنجم کا لقب دیتا ہوں، تو اب ہمارا یہ خواجہ ''قیوم پنجم'' ہے۔

پانچ قیوم...... پانچ رب!!!:

میں سوچنے لگا کہ شاہ ابوسعید کے حالات میں بھی تفویض قیومیت کا ذکر ملتا ہے۔ تو اس حوالے سے تو شاہ ابوسعید قیوم پنجم ہو گیا۔ مگر اب یہ خواجہ معصوم بھی قیوم پنجم ہونے کا دعویدار ہے...... تو کیا یہ قیوم جب پردہ فرمائے گا تو دونوں قیوموں میں ''قیومیت'' پر جنگ نہ ہو گی!!؟...... اور پھر ان دونوں سے پہلے جو چار قیوم ہیں کیا وہ اپنے اپنے منصبوں سے سبکدوش ہو گئے ہیں؟...... اور اگر یہ سارے ہی اپنی اپنی قیومیت پر قائم ہیں تو کیا یہ آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں؟...... اور اگر یہ اس قدر بھلے مانس ہیں کہ لڑتے نہیں تو پھر انھوں نے بڑے احسن طریقے سے باہم اختیارات تقسیم کر لیے ہوں گے۔ مگر اب یہ کیسے پتا چلے گا کہ کس کے پاس کون سے اختیارات ہیں؟...... کیونکہ سلسلہ مجددیہ کا کوئی مرید ایک قیوم کے پاس اپنا کوئی مسئلہ، کوئی مشکل لے کر جائے اور مذکورہ قیوم کے پاس اس کا اختیار ہی نہ ہو؟ تو یہ معاملہ کیسے چلے گا؟...... غرض القابات تفویض کرنے اور ان بزرگوں میں اختیارات

① روضة القيوميه بحواله رود كوثر : ۲۹۸ از شيخ محمد اكرم ۔

تقسیم کرنے کا یہ ایسا گورکھ دھندا ہے کہ جس کے تاروپود کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم میں یوں بکھیرا ہے:

تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰٓ ﴿٢٢﴾ إِنْ هِىَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿٢٣﴾ (النجم: ٢٢-٢٣)

''یہ تقسیم تو بڑی دھاندلی والی ہے۔ یہ سارا دھندا اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے جن کے لیے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم و گمان کے پیچھے لگے ہوئے اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔''

مگر...... طریقت کے کوچے میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی دلیل اور آجانے والی ہدایت کو پوچھتا کون ہے!! یہاں تو ''کشف'' اور ''خوابوں'' پر کام چلتا ہے۔ سینہ بسینہ منتقل ہونے والے ''علم'' اور ''امر'' سے سلسلہ ہائے تصوف میں بیعت کے نام سے لوگوں کو جکڑا جاتا ہے...... تصوف و طریقت کے نام پر یہ جکڑ بندیاں نہ ہوتیں تو بھلا ان بزرگوں کو پانچ قیوم یعنی پانچ رب ماننے کی کون جسارت کرتا!؟ مگر لوگ ہیں کہ مانے چلے جا رہے ہیں!! جبکہ اللہ اپنی کتاب ہدایت میں لوگوں کو ہدایت کی طرف یوں بلا رہے ہیں:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ (الانبیاء: ٢٢)

''اگر زمین و آسماں میں ایک اللہ کے سوا کوئی اور ''الٰہ'' بھی ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام بگڑ جاتا۔ لہٰذا عرش کا مالک اللہ تعالیٰ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ

لوگ بنا رہے ہیں۔''

اب غور فرمایے! اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں عرش کا رب ہوں اور قیّوم کہہ رہا ہے کہ نہیں بلکہ کرسی اور لوح و قلم بھی میرے سائے کے نیچے ہیں......تو جھگڑا تو برپا ہو گیا جبکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھا رہے ہیں کہ اگر میرے علاوہ کوئی ''الٰہ'' یعنی مشکل کشا اور قیوم وغیرہ ہوتے تو یہ کائنات کب کی برباد ہو گئی ہوتی۔ یہ جو اپنی جگہ مستحکم اور لگے بندھے قانون کی پابند ہے تو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ''الحی'' اور ''القیوم'' ہے اور زمین و آسماں کی وہ اکیلا ہی حفاظت کر رہا ہے اور انھیں تھامے ہوئے ہے۔

ایک سوال:

یہاں ایک سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ موہری شریف کے خواجہ معصوم جنھوں نے اپنے آپ کو قیوم لکھ دیا ہے، کیا قیومیت کے اختیارات انھیں مل گئے ہیں یا کہ مرنے کے بعد ملیں گے؟ اگر انھیں اختیارات مل گئے ہیں تو یہ اپنی قیومیت کو حرکت میں کیوں نہیں لاتے؟ اس عظیم کائنات میں ہماری اس زمین کی حیثیت اس قدر ہے جس قدر کہ ریگستان میں ریت کا ایک ذرہ، تو یہ جو کائنات کے قیوم ہیں، یہ ذرا اس زمین پر ہی اپنی قیومیت کو حرکت میں لائیں۔ امریکہ دندنا رہا ہے، وہ اپنا نیو ورلڈ آرڈر چلا رہا ہے اور یہ قیومیت کس لیے رکھ چھوڑی ہے؟ کیوں نہیں اپنی قیومیت کے ڈنڈے سے ضرب لگا کر امریکہ و اسرائیل کو تہس نہس کر دیتے؟ کیوں نہیں! کشمیر میں مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں پر ظلم کرنے والے بھارتی درندوں کو بھسم کر دیتے تا کہ مظلوم مسلمان وحشیانہ ظلم سے نجات حاصل کریں اور کشمیر آزاد ہو جائے۔ چلو دنیا میں نہیں تو پاکستان میں ہی سہی کہ یہاں قیوم پیدا ہو گیا ہے۔ پاکستان کے حال پر ہی کچھ رحم کر دے۔ آئی ایم ایف اور یہود و ہنود کے شکنجوں سے ہی اسے نجات دلا دے اور اگر اسے مرنے کے بعد ہی ''قیومیت'' ملنا ہے تو یہ متوقع امید وار برائے قیومیت تو ہے ہی، یہ پہلے چار قیوموں سے ہی کچھ نہ کچھ کروا دے، وہ اپنے پانچویں

ساتھی کی بات کو ٹالیں گے تو نہیں۔ اگر مرنے کے بعد قیومیت کے اختیارات ملتے ہیں تو اب تو خواجہ معصوم فوت ہو چکے ہیں تو اب ہی کچھ کر کے دکھا دیں۔

یہ جعلی قیوم:

"ھو الحی القیوم" اللہ ہی قیوم ہے، باقی جو بھی قیوم بنا پھرتا ہے وہ جعلی ہے۔ ان کے جعلی ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ یہ دنیا کو کیا سنبھالیں گے، ان کی تو اپنی ذات، ان کا خاندان اور سرہند میں ان کی اصل اور بنیادی گدی درہم برہم اور تتر بتر ہوئی پھرتی ہے!! اللہ کی یہ شان نرالی ہے، وہ ایسے حالات اسی لیے پیدا کرتا ہے تاکہ لوگ اللہ ہی کو "قیوم" سمجھیں۔

تاریخ کی زبان سے ان قیوموں کی بربادی کے نشانات !!:

تاریخ میں ان قیوموں کی تباہی کے آثار کچھ اس طرح ملتے ہیں:

"مئی ۱۰ے۱ء میں بندہ بیراگی نے سرہند پر قبضہ کرلیا اور وہ تباہی مچائی کہ "الامان" چار روز تک لوٹ مار اور سفاکانہ قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ شہر بانی ریاست پٹیالہ کے قبضے میں آ گیا، جس نے اس شہر کو پھر لوٹ کر اجاڑ دیا۔ اس مسلسل بدامنی اور قتل و غارت سے شہر برباد ہو گیا اور حضرت مجدد الف ثانی کے خاندان کے اکثر افراد منتشر ہو گئے اور ان میں سے بعض دہلی آ گئے اور بعض دوسری جگہ آباد ہوئے۔ خود خواجہ محمد زبیر جنھیں قیوم چہارم کہا جاتا ہے، عالمگیر کی وفات کے دوسرے یا تیسرے سال یعنی بندہ بیراگی کے حملے سے پہلے مع توابع و لواحق سرہند سے دہلی گئے اور اپنی وفات تک جو حملہ نادری کے چند ماہ بعد ہوئی، وہیں مقیم رہے۔ شیخ عبدالاحد گل ان کے ساتھ یا ان سے بھی پہلے گیا۔ اس کے علاوہ عہد عالمگیری کے اواخر سے ہی اکابر سرہند پر مشیخیت غالب آ گئی تھی، درویشی تھوڑی تھی۔ بعض بزرگوں کے حالات پڑھیں تو رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ کے مظاہرے

کثرت سے ملتے ہیں۔ آپس میں اختلافات بھی شروع ہو گئے۔"[1]

یہ رہی بندگان بول و براز کی قیومیت کی حقیقت!!...... اور اب قیوم پنجم کا حال یہ ہے کہ خواجہ معصوم نعمت اولاد سے محروم رہے۔ ٹھاٹھ باٹھ کا حال یہ تھا کہ مری میں کشمیر پوائنٹ پر اکرم لاج کے نام سے ایک محل بنا رکھا تھا جس میں حضرت گرمیوں کو قیام پذیر ہوتے اور سردیوں میں یہاں موہری میں قیام فرما ہوتے۔ یہ معلومات ہمیں ممتاز نے دیں۔ اب ہم نے خواجہ معصوم سے ملاقات کا اظہار کیا تو ممتاز نے بتلایا کہ "خواجہ صاحب حج پر گئے ہیں!!"

ہم نے کہا: "ان کے کسی نائب سے ملاقات کروا دو۔" چنانچہ دربار سے باہر نکلے اور بائیں ہاتھ کی کوٹھی میں ہماری ملاقات صاحبزادہ محمد حفیظ الرحمان معصومی سے کروائی گئی۔ صاحبزادہ صاحب اپنا ماہنامہ رسالہ "المعصوم" پوسٹ کر رہے تھے۔ میں نے رسالہ ان سے لیا اور دیکھنے لگا۔ اس رسالے کا وہ مضمون جس کی روداد کے لیے میں یہاں آیا تھا، وہ تفصیل کے ساتھ اس میں موجود تھا۔ اس مضمون کی سرخی کچھ اس طرح ہے:

دربار عالیہ موہری شریف میں

۵۳ویں سالانہ عرس مبارک رسولؐ......

معصومی صاحب نے اپنا تعارفی کارڈ دیا، رسالہ بھی میں نے ان سے لے لیا اور اپنے دوساتھیوں افتخار اور اکرم کے ہمراہ میں نے واپسی کا سفر باندھا۔ میں اب یہ رپورٹ پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ رسالہ کی رپورٹ کے مطابق امریکہ، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا اور براعظم ایشیا یعنی دنیا بھر سے لوگ اس عرس میں شرکت کے لیے آئے۔ بھارت کے شہر سرہند سے حضرت مجدد الف ثانی کے دربار کے سجادہ نشین سید اختر حسین شاہ اور دیگر گدیوں کے سجادہ نشین بھی اس عرس میں آئے۔ کراچی سے خصوصی ٹرین "معصوم ایکسپریس" کھاریاں تک آئی۔ بسوں کے قافلے اس کے علاوہ تھے۔ ۷ مارچ سے لے کر ۹ مارچ ۱۹۹۱ء تک تین دن

---

[1] رود کوثر۔ شیخ محمد اکرم۔

یہ عرس منایا گیا۔ اس میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے مرکزی راہ نما اور بڑے بڑے آفیسرز، علماء میں مولانا عبدالستار نیازی اور مفتی محمد حسین نعیمی وغیرہ شامل تھے......لوگو!...... ذرا ایک لمحہ کے لیے سوچو تو سہی...... اپنے دماغ کو بھی تھوڑا سا کام میں لاؤ تو سہی، عقل آخر کس کام کے لیے ہے! اس کا دروازہ تھوڑا سا کھٹکھٹاؤ تو سہی...... اللہ کے رسول ﷺ کا روضہ مبارک مدینے میں ہے اور آپ ﷺ کا عرس ہو رہا ہے بھلا کہاں......؟ پاکستان کے ایک قصبے موہری میں !!...... وہاں کس کے دربار پر؟......!! صوفی نواب دین کی قبر پر......!!...... اس عرس کو شروع ہوئے کتنے سال ہوگئے؟ ۵۳ سال۔ یہ عرس جسے صوفی نواب دین اور خواجہ معصوم نے شروع کر رکھا ہے، انھیں نام ''محمد ﷺ'' سے عرس منانے کا کس نے کہا ہے ؟...... مدینے میں یہ عرس نہ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منایا، نہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے، نہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے، نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے، نہ کاتب وحی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے، نہ بنو امیہ نے اور نہ بنو عباس نے، حتیٰ کہ ترکوں کی خلافت عثمانیہ کہ جن کے دور میں مزاروں اور عرسوں کا رواج ہوا انھیں بھی ایسا کرنے کی ہمت نہ ہوئی، ہمت کیونکر ہوگی...... کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فوت ہونے سے قبل اپنے اللہ کریم سے یوں فریاد کی:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ)) ①

''اے اللہ، میری قبر کو میلہ گاہ نہ بننے دینا کہ اس کی پوجا ہونے لگے۔''

علامہ البانی صاحب فرماتے ہیں ''اس کی سند صحیح ہے۔'' ②

پھر اپنے امتیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا)) ③

''میری قبر پر عرس نہ لگانا۔''

---

① موطا امام مالك: كتاب قصر الصلوٰة فی السفر، باب جامع الصلوٰة: ٨٥ ـ

② تحذیر الساجد، الفصل الاول: ١١ ـ

③ مسند احمد: ٢/٦٧ ـ

جس کام سے اللہ کے رسول ﷺ منع فرمائیں بھلا محبان رسول ﷺ وہ کام کیسے کریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر بھلا محب رسول ﷺ کون ہو سکتا ہے؟ منشائے الٰہی کے مطابق دربار الٰہی میں اللہ کے رسول ﷺ کی دعا ہو، پھر روضۂ رسول ﷺ پر بھلا عرس جیسا بدترین فعل کیوں کر ہو، قبر مبارک پر میلے جیسا غلط کام کیوں ہو......؟ مگر ظلم نے اپنی حد یوں پھلانگی، نہلے پہ دہلا یوں مارا گیا کہ ایک تو عرس والا کام غلط، دوسرا یہ کہ غلط کام بھی جعلی...... ستم بالائے ستم ہے یہ، اندھیر در اندھیر ہے یہ ...... کہ اللہ کے رسول ﷺ کا عرس روضۂ رسول ﷺ پر نہیں......نواب دین کی قبر پر ہے!! سعودی عرب میں نہیں پاکستان میں ہے!! ......پھر یہ چودہ سو سال سے نہیں ۵۳ سال سے منایا جا رہا ہے!!

آہ! یہ قبروں کی کمائیاں کھانے والے! اس پیارے نبی ﷺ کو کہ جو نبیوں کے امام ہیں، کس جائے ظلم و شرک پر لے آئے ہیں۔ مقام نبوت سے اپنی قبر پرستانہ ولایت پر لے آئے ہیں!!...... گستاخی کی بھلا کوئی حد ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ کی گستاخی اور شریعت وطریقت کا تصادم:

ذرا تصور تو کیجیے! موہری دربار پر جم غفیر ہے، خواجہ معصوم ولایت کا بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ زرق برق لباس کے ساتھ اپنے روحانی تخت پر جلوہ افروز ہے۔ اس دوران انتہائی قیمتی تاج سر پر رکھ کر اسی طرح تاجپوشی کی جاتی ہے جس طرح اکبر و جہانگیر وغیرہ کی تاجپوشی ہوتی تھی۔ ایک خطیب علامہ علی قادری تقریر کرتے ہوئے آخر پر کہتا ہے:

> ''حضور اکرم ﷺ کا قرب تلاش کرنا ہو تو کہاں جاؤ گے؟ ان کا نور تو ہر شے میں موجود ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور کا نور دیکھنا ہو تو مرشد کا چہرہ دیکھا کرو......۔''

لوگو!...... صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اللہ کے رسول ﷺ سے سب سے بڑھ کر محبت تھی، وہ بھی قرب کے متلاشی تھے، جیسا کہ ربیع بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

((كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآتِيهِ بِوَضُوْئِهِ وَ حَاجَتِهِ فَقَالَ لِيْ : سَلْ فَقُلْتُ : أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ فَقَالَ: ''أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ ؟ قُلْتُ: هُوَذَاكَ۔ قَالَ: فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)) ①

''میں نبی ﷺ کے ہاں رات گزارا کرتا تھا۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے لیے پانی اورضرورت کی کوئی چیز لایا تو آپ ﷺ نے مجھے کہا: ''کچھ مانگ'' تو میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ چاہتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے علاوہ بھی کچھ مانگتا ہے؟'' میں نے کہا: ''میرے لیے جنت میں آپ کی مرافقت (رفاقت) ہی کافی ہے۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر بہت زیادہ سجدے کر کے میری معاونت کر (تا کہ تو کثرت سجود کی وجہ سے جنت میں میرا پڑوس حاصل کر لے)۔''

یعنی حضور کا قرب جنت میں آپ ﷺ کا قرب ہے اور یہ حضور کی سنت پر عمل کر کے اور صرف اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر ملتا ہے......

مگر یہاں حضور کے قرب کا ذکر کر کے آگے ایک شخص کا منہ کر دیا گیا ہے۔ واللہ! یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کسی کے سامنے گلاب کے پھول کا ذکر کر کے اس کے نتھنوں میں ہنگ ٹھونس دی جائے...... حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا کرنے کا مقصد اقبال کے کہنے کے مطابق کچھ یوں ہے کہ ع

مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن:

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں میرا قرب میری سنت پر عمل کر کے ملتا

① صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود و الحث علیه : ٤٨٩ ۔

ہے اور یہ خواجہ معصوم سنت سے اس قدر دور رہے کہ اسی رسالے میں اس کا فوٹو موجود ہے، حضرت کی شلوار ٹخنوں کے نیچے تک موجود نظر آتی ہے جبکہ یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس پر اختلاف کسی بھی فرقے کے ہاں مفقود ہے۔ فرمان رسول ﷺ کے مطابق ازار کا ٹخنوں سے نیچے تکبر کی علامت ہے اور متکبر اللہ کی رحمت سے دور ہے۔

یہی خطیب ذرا آگے چل کر اپنی ہی بات کی یوں تردید کرتا ہے...... میرے عزت مآب نبی اکرم ﷺ کی یوں گستاخی کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اللہ اکبر! کس کا عرس ہے؟...... اللہ! اللہ! جس کا ذکر جہاں ہوتا ہے وہ وہاں موجود ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ذکر کر رہے ہیں اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پرنور محمد مصطفیٰ ﷺ مشاہدہ فرما رہے ہیں، ملاحظہ فرما رہے ہیں۔"

اللہ کے رسول ﷺ کا ذکر تو پوری دنیا میں ہر وقت ہو رہا ہے۔ ایک اذان ہی کو لیجیے ((أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ)) ہر مسجد میں ایک دن میں پانچ بار یہ ذکر ہوتا ہے اور دنیا کا کون سا ایسا ملک ہے کہ جہاں مسلمان ہوں اور مساجد نہ ہوں؟ اور پھر پوری دنیا کا وقت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ تو یوں چوبیس گھنٹے اس دنیا میں ذکر حبیب الٰہی ﷺ ہو رہا ہے...... تو اب اہل دربار کے عقیدے کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ دنیا میں ہر جگہ ہر وقت موجود ہوئے۔ پھر ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور بے بس نہیں بلکہ مختار کل ہیں یعنی جو چاہیں کریں...... تو اب اس عالمی مبلغ خواجہ معصوم سے کوئی غیر مسلم، کوئی نومسلم یا کوئی مسلم یہ سوال کرتا کہ امت خیر الانام ہر جگہ رسوا ہو رہی ہے، فلسطین میں یہود کے ہاتھوں، کشمیر میں ہندو کے ہاتھوں...... برما میں بدھ متوں کے ہاتھوں اور دنیا میں بیشتر جگہ صلیبیوں کے ہاتھوں تو اللہ کے رسول ﷺ ہر جگہ موجود ہیں، مختار کل بھی ہیں...... ان سب ہاتھوں کو توڑ کیوں نہیں دیتے؟ آپ ﷺ تو بیگانوں پر ظلم برداشت نہیں کرتے تھے، تبھی تو مکہ فتح کیا۔ خیبر میں یہود کے ہاتھ توڑے اور تبوک میں عیسائیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا...... اور ذرا اس

"قیوم پنجم" کے دربار کا نقشہ
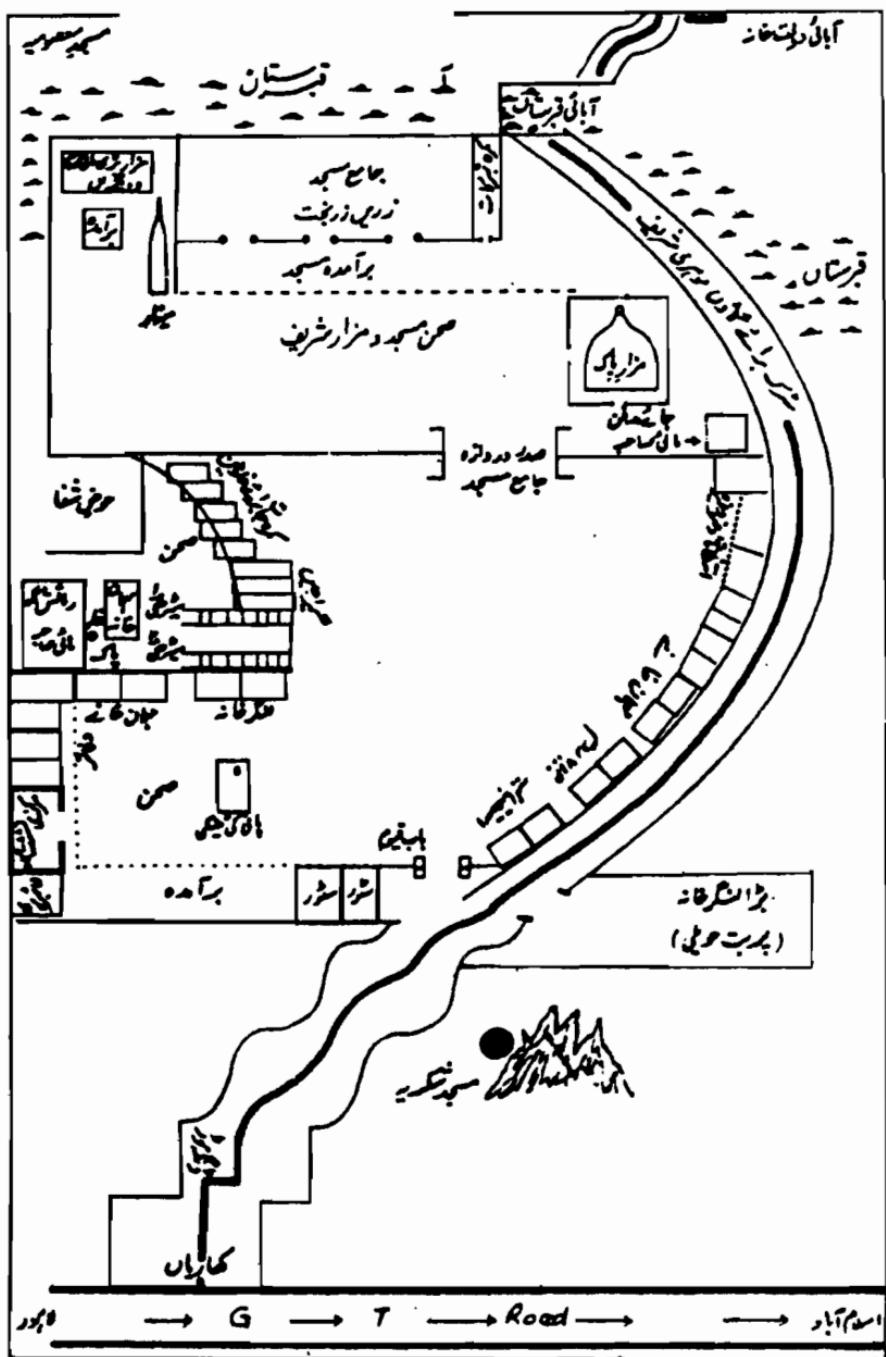
واقعہ فاجعہ پر بھی غور کرو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے وہ جاں نثار صحابہ جو معلم انسانیت کے شاگرد تھے، کفار کا ایک گروہ اللہ کے رسول ﷺ سے یہ کہہ کر انھیں اپنے ساتھ لے گیا کہ یہ ہمیں دین کی تبلیغ کریں گے، ہم نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے شاگردوں کو بھیج دیا...... کفار اپنے دھوکے میں کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راستے میں شہید کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ دھوکے باز کافروں کے لیے کئی دن بد دعا کرتے رہے۔ ①

اے حب رسول (ﷺ) کا دعویٰ کرنے والو!...... اس واقعہ کے بارے آپ کا عقیدہ کیا کہتا ہے؟...... کیا اللہ کے رسول ﷺ کو پتا تھا، علم تھا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ ظلم ہوگا!!؟...... جب پتا تھا تو پھر جانے کیوں دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم چلے گئے تھے تو پھر اللہ کے رسول ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہ تھے؟ تمھارے خواجہ کے میلے میں تو آ گئے مگر کیا آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس نہ تھے کہ جب انھیں شہید کیا جا رہا تھا، تمھارے عقیدے کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ وہاں تھے تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید کیوں ہوئے؟...... حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے حاضر و ناظر اور مختار کل ہونے کا وہ عقیدہ گھڑا ہے کہ جو قرآن کے خلاف ہے، نبی ﷺ کی پوری زندگی کے بھی خلاف ہے اور پیغمبر کی عظمت کے منافی ہے۔ اس سے تو ہجرت کا بطلان ہو جاتا ہے، معراج مصطفیٰ پر حرف آتا ہے، محمد عربی ﷺ کی عزت و حرمت پر داغ لگتا ہے اور پھر اس سے بڑھ کر گستاخی کیا ہوگی کہ جہاں ڈھول کی تھاپ پر دھمال ہو، آتش بازی ہو، تالیوں کی گونج ہو، رقص ہو اور ناچ ہو...... ایسی بے ہودگیوں کو جو اس دربار پر کی گئیں...... کہنا...... کہ اللہ کے رسول ﷺ اسے دیکھ رہے ہیں!! لوگو! ان کے جھوٹ کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ یہ اپنے ۵۳ سال سے جاری کیے ہوئے عرس کو اللہ کی طرف کس ڈھٹائی سے منسوب کر رہے ہیں۔

---

① صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غذوة الرجيع و رعل وذكوان و بئرِ معونة : ٤٠٨٦)

''المعصوم'' کی عبارت ملاحظہ ہو:

''خواجہ معصوم نے فرمایا: ''میں کیوں نہ مسکراؤں!! رات کو آسمان پر تذکرہ ہمارا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے فارغ تھا۔ اس نے محفل میں ہر آنے والے کے گناہ معاف کر دیے۔''

یہ تو ایسے دعوے ہیں جیسے حضرت کی طرف وحی ہو رہی ہے...... حالانکہ وحی تو صرف اور صرف نبی کا خاصہ ہے۔ جبکہ اس رسالے میں حضرت کے دعووں کو ملاحظہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ:

''حضرت کے باپ شریعت ساز بھی تھے۔''

اور یہ وہ منصب ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے جو اصلی اور سچا قیوم کائنات ہے، کسی کو بھی حاصل نہیں۔ شریعت ساز تو اللہ کے رسول ﷺ بھی نہیں، آپ ﷺ بھی اللہ کی دی ہوئی شریعت کو آگے پہچانے والے ہیں، مگر جعلی قیوم کے باپ کی شریعت سازی ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

''میدان پار ایک پہاڑی ہے جس پر سفید رنگ کی مسجد شکریہ ہے۔ یہ مسجد حضور قبلہ عالم حضرت صوفی نواب دین نے صاحبزادہ عزیز الرحمان معصومی کے یہاں برخوردار کی پیدائش پر شکرانے کے طور پر تعمیر کرائی تھی۔ مسجد کے تعمیر کی بعد حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ ''جو شخص نیک مقصد کے لیے مسجد میں ۱۲ نفل ادا کرے گا، ان شاء اللہ العزیز اس کا مقصد پورا ہوگا۔''

یاد رکھیے! کسی عمل پر ثواب دینا یا ثواب کا تعین کرنا کہ فلاں کام کرنے پر اس قدر ثواب ہوگا، اتنا اجر و ثواب ملے گا، یہ تو صرف اور صرف اللہ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ اس کام کا ثواب دیتے ہیں جس کے کرنے کا انھوں نے خود حکم دیا ہو اور اللہ جب بھی حکم دیتے ہیں، تو اپنے پیغمبر کے ذریعے حکم دیتے ہیں۔ تو کسی جگہ کو کوئی مقام دینا، کسی عمل پر ثواب کا اعلان کرنا، یہ مقام ہے نبوت کا، یہ مرتبہ ہے رسالت کا کہ جسے نام نہاد قیوم پنجم کا باپ

استعمال کر رہا ہے اور ڈھٹائی تو یہ ہے...... ظلم تو یہ ہے کہ آخری اور پیارے رسول ﷺ کی اتنی زیادہ گستاخی کرنے کے بعد...... پھر یہ لوگ محبان رسول ﷺ ہیں اور کتاب وسنت کے علمبرداران...... گستاخ رسول نہیں ہیں!!!

کیسی ناانصافی ہے یہ کہ جس پر انصاف کو بھی رونا آجاتا ہے۔ انصاف کو رونا کیوں نہ آئے! ذرا دیکھیے تو! یہ لوگ کن کو سند بنا کر، کیسے لوگوں کو دلیل بنا کر اپنا مذہب ثابت کرتے ہیں اور اہل توحید پر طعن کرتے ہیں۔

قبر پرستی پر خواجہ معصوم کی محفل میں ہندوانہ استدلال:

خواجہ معصوم کی محفل میں ملتان کا ایک خطیب اپنے خطاب کا اختتام ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے یوں کرتا ہے:

''میں نے پچھلا جمعہ اجمیر شریف میں گزارا۔ وہاں کے خطیب نے شفقت فرماتے ہوئے کہا: ''ربانی میاں! جی چاہتا ہے کہ آپ جمعۃ المبارک کے دن ہمارے اس منبر پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کریں۔'' میں نے ابھی تقریر شروع کی تھی کہ اچانک ایک شور سنائی دیا۔ میں نے تقریر ختم کی تو مجھے خطیب صاحب نے کہا: ''ربانی میاں! بولو...... یہ ہندو ہیں۔'' میں بڑا حیران ہوا، تقریر کے بعد میں نے کہا: ''حضرت! یہ ہندو؟'' خطیب صاحب نے کہا: ''ہاں! یہ ہندو تھے جو خواجہ اجمیری کی قبر پر چادر چڑھانے آئے تھے۔'' میں اور پریشان ہوا تو انھوں نے ایک ہندو کو بلایا اور کہا: ''یہ اس علاقہ کا چیئرمین ہے، آپ اسی سے پوچھیں۔'' ...... میں نے کہا: ''بابا جی!...... آپ اجمیری کے مزار چادر چڑھانے آئے؟'' ہندو نے کہا: ''ہمیں جو مزہ خواجہ اجمیری کے مزار پر آتا ہے، مورتیوں میں نہیں آتا۔'' ...... میں بڑا حیران ہوا کہ ہندوستان کا ہندو خواجہ اجمیری کے مزار پر چادر چڑھا کر فخر محسوس کرتا ہے اور پاکستان میں ایک مسلمان

اگر قبر پر چادر چڑھائے تو اہل حدیث کہتا ہے کہ شرک ہو رہا ہے......!!''

ہندو بابری مسجد گراتا ہے اور اجمیر شریف کی قبر پر چادر چڑھاتا ہے:

یہ لوگ جب اللہ کے رسول ﷺ کا میلاد مناتے ہیں تو سنت کا دامن مضبوطی سے تھامنے والے ان سے پوچھتے ہیں: ''اس میلاد کی تمھارے پاس دلیل کیا ہے؟'' تو میلادی کہتے ہیں: ''ابولہب نے منایا تھا، اس نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا جس نے اسے میلاد مصطفیٰ کی خبر دی تھی۔'' یعنی یہ لوگ میلاد کی دلیل لائے تو ابولہب کے عمل سے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴿١﴾ (اللھب: ١)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ مارا گیا۔''

اور اب قبر پر چادر چڑھانے کے فعل کا دفاع کیا، اپنے اس عمل کی سچائی پر دلیل لائے تو یوں...... کہ یہ کام تو ہندو بھی کرتے ہیں ...... ہاں! اہل توحید یہی تو کہتے ہیں کہ یہ سارے کام ہندوؤں کے ہیں، جو تم نے اپنا لیے ہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ ہندو...... تمھارے مذہب پر عمل بھی کرتا ہے اور پھر ہندو بھی رہتا ہے۔ جو قرآن و حدیث پر عمل کرے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے، جو صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کا طرز عمل اختیار کرے، جو مسجد میں آخر اللہ اکبر کہہ کر نماز کے لیے کھڑا ہو جائے...... وہ مسلمان ہو جاتا ہے، ہندو نہیں رہتا۔ تبھی تو ہندو بابری مسجد کو تو ڈھانے چل پڑتا ہے......لیکن دربار پر آ کر چادر چڑھاتا ہے اور خوش ہوتا ہے...... کیوں؟...... اس لیے کہ اسے پتا ہے کہ اس سے میری ہندومت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جبکہ مسجد میں وہ جائے گا تو ہندو نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ مسجد کی بنیاد رکھنے والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں جبکہ خانقاہوں، آستانوں اور درباروں کی بنیاد رکھنے والے سب مذہبوں کے اہل شرک صوفی لوگ ہیں...... ہندو کے حوالے سے ایک چادر ہی کی کیا بات ہے یہاں تو اور بھی بہت کچھ مشترکہ ہے۔ یہ ساتواں، دسواں اور چہلم جنھیں ان

کے منانے والے بھی رسمیں کہتے ہیں، تو یہ رسمیں کس کی ہیں؟ ...... یہ رسمیں بھی ہندوؤں کی ہیں۔ کیا کبھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا ساتواں، دسواں یا چہلم منایا گیا ہے؟ بالکل نہیں ......تو پھر یہ کن کی رسم ہے کہ جس رسم کا ثواب اپنے مردے کو پہنچاتے ہو۔ ہندو کی رسم سے ثواب ملتا ہے یا عذاب...... ذرا سوچو تو سہی......

سوچو!...... کہ یہ جو تمھارے عقائد ہیں، جو اہل دربار کے پیچھے لگ کر......اے اللہ کے بندو! تم نے اپنائے ہیں ...... یہ عقائد و اعمال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے ہیں ......؟ یقیناً نہیں! تو پھر...... سمجھ لو کہ یہ دیمک زدہ ہیں، یہ کھوکھلے ہیں اور ان عقائد و اعمال کا منبع یہ خانقاہی نظام بھی کھوکھلا اور دیمک زدہ درخت ہے......اس دیمک زدہ کھوکھلے خانقاہی درخت کی محبت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت سے محبت کرنے والے اہل توحید سے لڑنے جھگڑنے والو! ...... جن کے لیے تم لڑتے جھگڑتے ہو، یہ تو اس قدر بے بس ہیں ...... کہ خواجہ معصوم جو پانچویں قیوم یعنی پانچویں رب بنے پھرتے رہے، ان کے نائب کی حیثیت کے حامل اور ''المعصوم'' کے سرپرست صاحبزادہ محمد حفیظ الرحمان معصومی سے جب میں ان کی کوٹھی میں ملا تو کچھ گفتگو کرنے کے بعد انھوں نے ہماری توجہ اپنی مسند کے نیچے اور پورے ڈرائینگ روم میں بچھے اس سرخ قالین کی طرف مبذول کروائی، جسے جگہ جگہ سے دیمک کھا چکی تھی ...... میرے ساتھی اکرم کہ جن کے بارے انھیں معلوم ہوا کہ ان کا اس قالینی کاروبار سے تعلق ہے......ان سے پوچھا کہ ''یہ دیمک کیوں لگتی ہے؟''

سوچو! کہ جو حضرت اپنی گدی کے نیچے بچھے ہوئے قالین کی دیمک کا سبب نہیں جانتے...... دیمک کو روک نہیں سکتے، ان کی گدی سے لوگوں کی دیمک زدہ دنیا کیسے سنور سکتی ہے؟ یہ اصل میں اشارہ تھا کہ ہم پر رحم کریں اور اس پھٹے پرانے اور بوسیدہ قالین کی جگہ ایک نیا قالین عنایت فرما کر ہم مشکل کشاؤں کی مشکل کشائی کریں۔

آخرت میں پیروں اور مریدوں کی باہمی دشمنی کا منظر:

اور جہاں تک آخرت کا تعلق ہے، اس روز پیروں اور مریدوں کے باہمی تعلق اور انجام کا منظر کچھ یوں ہوگا:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ (البقرة:١٦٥-١٦٧)

''لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ کے علاوہ (اس کے) مدمقابل بنا رکھے ہیں۔ وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے اور جو مومن ہیں وہ کہیں بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ کاش! جو کچھ (قیامت کے دن) عذاب کو سامنے دیکھ کر انھیں سوجھنے والا ہے، وہ آج ہی ان ظالموں (شرک کرنے والوں) کو سوجھ جائے کہ ساری قوتیں اور اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے، جب وہ سزا دے گا اس وقت کیفیت یہ ہوگی کہ وہی پیر جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے مریدوں سے لاتعلق ہو جائیں گے اور جب عذاب دیکھیں گے تو آپس کے تمام تعلقات (سلسلہ ہائے پیری مریدی) ٹوٹ جائیں گے اور مرید پکار اٹھیں گے کہ اگر ایک دفعہ ہمیں دنیا میں جانے دیا جائے تو ہم ان (پیروں، ملنگوں) سے اسی

طرح لاتعلق ہو جائیں جیسے یہ (آج قیامت کے دن) ہم سے ہوئے ہیں۔ یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال جو یہ دنیا میں کر رہے ہیں، ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے مگر آگ سے نکل نہ پائیں گے۔''

عیسائیوں کے رب:

قارئین کرام! کیا لوگوں نے خواجہ معصوم کو ''قیوم'' مان کر اللہ کا مدمقابل نہیں بنا لیا اور قیوم کے اختیارات ملاحظہ فرمائیں تو کیا لوگوں نے ایک انسان کو اپنا رب نہیں بنا لیا؟...... لوگ بے شک زبان سے نہ مانیں لیکن عمل یہ ثابت کر رہا ہے کہ حقیقت یہی ہے۔

عیسائیوں کو دیکھیے! انھوں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ انھوں نے اپنے ولیوں کو قیوم سے کہیں کم کرنی والا سمجھا تھا۔ وہ اپنے پیروں اور مشائخ کی باتوں کو بغیر دلیل کے مانتے چلے گئے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو انھوں نے اللہ کا بیٹا کہہ ڈالا۔ تب اللہ نے ان پر واضح کر دیا کہ ان لوگوں نے ان سب کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا لیا ہے، حالانکہ عیسائی انھیں رب نہیں کہتے تھے۔ ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

اتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ (التوبة: ٣١)

''انھوں نے اپنے مشائخ، پیروں اور مریم کے بیٹے مسیح علیہ السلام کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا حالانکہ انھیں حکم یہی دیا گیا تھا کہ وہ ایک رب کی عبادت کریں جس کے علاوہ کوئی رب نہیں، وہ پاک ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔''

مصنوعی خداؤں کا مختصر تعارف

قارئین کرام! اب میں قیومیت کے درجہ (مرتبہ) پر فائض ہونے کا دعویٰ کرنے والے پیر صاحبان کا تعارف اور ان کی خانقاہی کہانی، کچھ ان کی اپنی زبانی اور کچھ اللہ کی مخلوق کی زبانی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں، تا کہ ان کی زندگی کی مزید نمایاں تصویر اہل پاکستان کے سامنے رکھی جا سکے۔

حافظ عبدالکریم صاحب کا مختصر تعارف

سب سے پہلے قیوم پنجم خواجہ معصوم پیر آف موہری شریف کے والد قبلہ عالم صوفی نواب الدین کے مرشد حافظ عبدالکریم صاحب کا تعارف کچھ اس طرح ہے کہ وہ راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کے بعد والدین فوت ہو جانے کی بنا پر ان کی تربیت اور پرورش ان کے پیر پرست چچا میاں پیر بخش نے کی حتیٰ کہ عبدالکریم جوان ہو گئے اور اپنی ساری زندگی راولپنڈی کے علاقے میں ہی گزاری۔

انھوں نے شرعی علوم بھی سیکھے لیکن صوفیوں کی مجلسوں میں بیٹھنے کی وجہ سے شریعت چھوڑ کر طریقت یعنی تصوف کی طرف مائل ہو گئے اور پھر اس وادیٔ پرخار میں اس قدر آگے بڑھے کہ نہ صرف عرس میلوں کے رسیا ہو کر رہ گئے بلکہ انھوں نے ۱۸۹۸ء میں خاتم النبیین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عرس منانے کی بھی جسارت کر ڈالی!!...... اور پھر اس کے بعد باقاعدگی سے آپ ﷺ کا عرس اور میلہ لگانے لگے!!...... ۱۹۹۷ء میں عرس کی صد سالہ تقریبات منائی گئیں!!

جب ''مردے'' نے اٹھنا چاہا!:

مریدوں کی زبانوں پر جاری ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ ''شاہ مونگاولی'' کی قبر پر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ قبر میں

جنبش (پیدا) ہوئی! آپ نے فوراً دونوں ہاتھ قبر پر رکھ دیے اور دیر تک جھکے رہے!! واپسی پر دوستوں نے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ "صاحب قبر (قبر میں لیٹا ہوا مردہ) میرے آداب وتعظیم کے لیے کھڑا ہونا چاہتا تھا، میں نے فوراً (قبر پر) ہاتھ رکھ کر روک دیا۔"

قیوم پنجم خواجہ معصوم کے والد صوفی نواب الدین کے یہ مرشد عبدالکریم ۲۰ مئی ۱۹۳۲ء کو نبی مکرم ﷺ کے نام نامی پر میلے جیسی قبیح بدعت کو رائج کرکے راولپنڈی میں فوت ہوگئے۔ ان کا مزار آج بھی پرانی عیدگاہ میں موجود ہے۔ ①

ان کا پیری مریدی کا سلسلہ ان کے بیٹوں پیر نقیب الرحمان وغیرہ نے اب بھی جاری رکھا ہوا ہے۔

قیوم پنجم کے والد صوفی نواب الدین کا مختصر تعارف

خواجہ صوفی نواب الدین ۱۳۸۵ھ میں موہری شریف میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش ایک مجذوب کی بشارت کے نتیجے میں ہوئی۔ شیر خوارگی کے زمانہ میں آپ کی انگشت شہادت ہمیشہ اپنے قلب پر یا آسمان کی طرف رہا کرتی اور یہ کہ آپ نے دودھ پینے کی عمر یعنی شیر خوارگی کے دور میں دودھ پیتے بچے کی حیثیت سے ایک دن میں اپنی والدہ کا ایک دفعہ سحری کے وقت اور پھر دوسری دفعہ افطاری کے وقت دودھ پی کر پورے ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ یوں کرامات کی سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے حضرت جوان ہوگئے۔ جوانی کے دور میں حضرت صوفی نواب الدین صاحب پہلوانی کا شوق پورا کرتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں آپ نے اپنے والد کے مجبور کرنے پر فوج میں ملازمت اختیار کرلی لیکن بعد میں چھوڑ دی۔

حضرت کا عقیدہ تھا کہ ان کے پیر کی رضا میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ پیر عبدالکریم اپنے مرید نواب الدین کی اپنی ذات سے عقیدت کی انتہا دیکھ کر

---

① تفصیلات کے لیے دیکھیے تاجدار موہری شریف: ۱۷ تا ۳۲۔

جوش میں آ گئے اور انھوں نے نے تین دفعہ اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور صوفی نواب الدین سے کہا:

"میں نے آج تک جتنی نفلی عبادت کی ہے، سب تجھے بخشتا ہوں۔ تمھارا دوست میرا دوست، تمھارا دشمن میرا دشمن، جہاں تم ہو گے وہاں میں ہوں گا، تمھاری اور میری توجہ میں کوئی فرق نہیں ہو گا......"

حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ بالا بات محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے پھیلائی گئی ہے، جبکہ اصل بات یہ ہے کہ عبدالکریم کے خلفاء نے صوفی نواب الدین پر مرتد ہونے کا فتویٰ لگایا تھا اور نواب الدین کو اپنے مریدوں سے خارج کر کے بیعت فسخ کر دی تھی۔ جہاں تک نبی ﷺ کے عرس منانے کی بات ہے تو سب سے پہلے حضرت فقیر محمد چوراہی نے اپنے مرید خاص خواجہ عبدالکریم چوراہی کو نبی کریم ﷺ کا عرس منانے کی اجازت دی اور پھر ۱۹۳۸ء میں صوفی نواب الدین کو حافظ عبدالکریم کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کا سالانہ عرس (میلہ) منعقد کرنے کی اجازت ملی۔ (یاد رہے! یہ اجازت مرتد قرار دینے سے پہلے کی ہے) اس سے پہلے انھوں نے اپنے کسی خلیفہ کو اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء میں نواب الدین نے حضرت محمد ﷺ کا پہلا عرس منایا۔ خواجہ حافظ محمد عبدالکریم اور ان کے خلیفوں کی جانب سے اب بھی باقاعدگی سے نبی ﷺ کا عرس ہر سال عیدگاہ راولپنڈی میں بلحاظ تاریخ شمسی عید میلاد النبی ﷺ منعقد ہوتا ہے۔

صوفی نواب الدین حج کو جاتے تو راستے میں آنے والے مزارات پر ماتھا ضرور ٹیکتے اور واپسی پر بھی ایسا ہی کرتے۔ ان کے مریدوں میں مشہور ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ایک دفعہ جب وہ حج کے لیے گئے تو انھوں نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت نبی اکرم ﷺ کی اجازت خاص اور ارشاد گرامی سے ہی اپنے بیٹے "خواجہ معصوم" جو ان کے ہمراہ تھے، کی دستار بندی کی اور اپنا نائب مقرر کیا۔ یعنی خواجہ معصوم کو قیوم پنجم نبی ﷺ کے
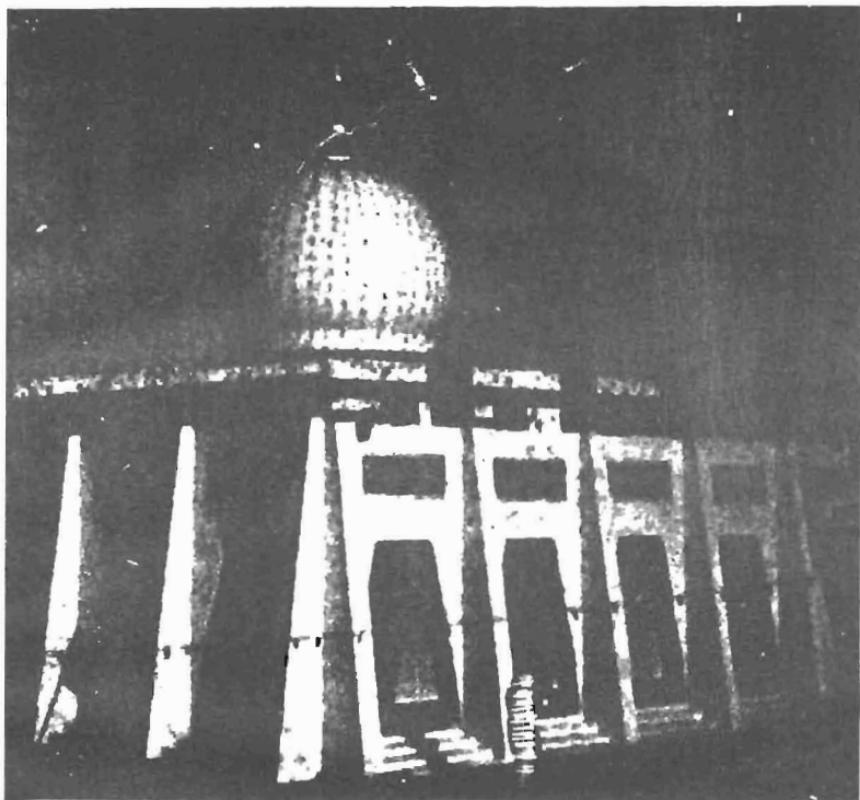
''قیوم پنجم'' خواجہ معصوم کا محل نما مزار
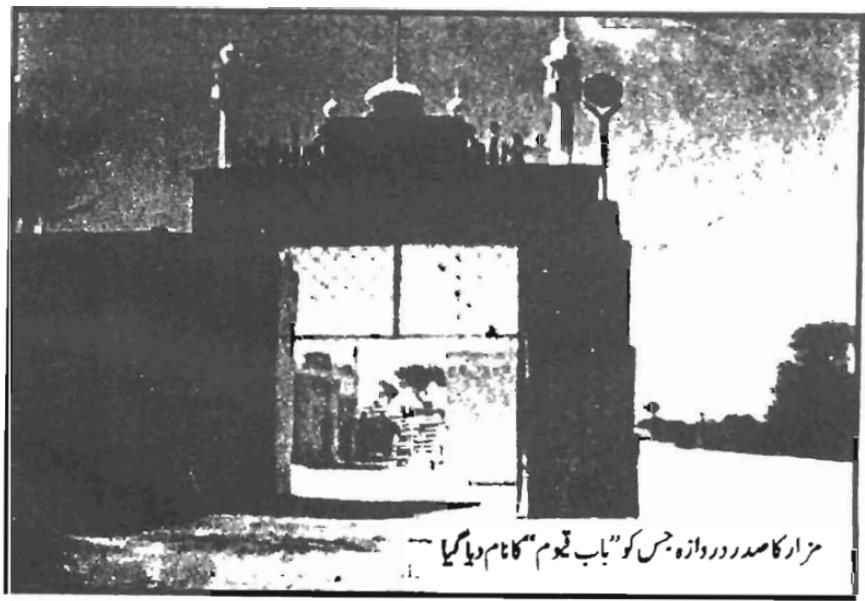
مزار کا صدر دروازہ جس کو ''باب قیوم'' کا نام دیا گیا ـــ

حکم سے بنایا گیا۔ (نعوذ باللہ!)

اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں اپنی وفات سے قبل صوفی نواب الدین نے اپنے تمام خانقاہی خلفاء کو اکٹھا کر کے اپنے بیٹے خواجہ معصوم کی بے لاگ اور غیر مشروط اطاعت ان پر فرض قرار دیتے ہوئے کہا:

''ان (قیوم پنجم خواجہ معصوم) کی بیعت میری بیعت، ان کی رضا میری رضا، ان کی ناراضی میری ناراضی (تصور کی جائے گی) جہاں میری انتہا وہاں ان کی ابتدا ہے۔ یہ ''قیوم پنجم'' ہیں اور انھیں ''غوث زماں'' کا لقب دیا گیا ہے۔ میری اولاد میں قطبیت اور غوثیت رہے گی۔''

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ۱۹۶۳ء میں صوفی نواب الدین قیومیت (دنیا کو قائم دائم رکھنے) کا دعویٰ کرنے والا، اس قدر معذور و مجبور اور بے بس ہوگیا کہ اپنے پاؤں پر چلنے پھرنے اور گاؤں سے دربار تک آنے جانے سے بھی لاچار ہوگیا۔ لہٰذا مریدوں نے دو من وزنی کرسی بنوا کر اس کو لمبے بانسوں کے ساتھ باندھا اور قیوم صاحب کو اس پر ڈال کر دربار میں لاتے اور دربار سے گاؤں لے جاتے رہے۔ اب یہ کرسی بھی متبرک قرار دے کر تبرکات میں شامل کر لی گئی ہے کہ جو قیوم زماں کی مشکل کشائی کرتی تھی۔

نواب الدین کے عجیب وغریب عقائد:

خواجہ معصوم ''قیوم پنجم'' کے والد صوفی نواب الدین کے عجیب وغریب عقائد تھے، انھی عقائد کی بنا پر انھیں مرتد بھی قرار دیا گیا اور انھی عقائد کی بنا پر صوبہ سرحد کے لوگوں کو ان کے متعلق فتویٰ طلب کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان کے مرید خاص نے ان کی اجازت اور تصدیق سے ان کے متعلق ایک کتاب ''کشف الحرمین'' لکھی۔ اس کتاب کے مضامین میں سے بطور مثال چند فقرے اور حوالے درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ زمانہ تمھارے (یعنی نواب دین) کے دم سے قائم ہے۔ (ص:۲۶)

۲۔ جہاں تمھارے (نواب الدین کے) دم سے زندہ ہے اس سال سب کا حج تمھارے ذریعہ قبول ہوا۔ ①

۳۔ یوسف اور صدیق ثانی ہونے کا دعویٰ۔ ②

۴۔ عبدالغفور نامی لڑکا سخت بیمار ہوا، علالت طویل کے بعد فوت ہوگیا، میں اسے حضور کی خدمت میں لے گئی، حضور نے اسے دم فرمایا، وہ بچہ زندہ ہوگیا اور اب تک زندہ ہے۔ ③

۵۔ حضور پیر صاحب نے فرمایا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے تمام دوستوں کی قبر کی سختی یعنی عذاب قبر سے نجات فرمائی جائے۔'' حضور ﷺ نے منکر و نکیر کو بلایا اور حکم فرمایا: ''خبردار! ان کے کسی مرید کو نہ چھیڑنا، ان سب کو عذاب قبر معاف ہے اور جو بھی بالواسطہ اور بلاواسطہ قیامت تک آپ کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوگا اسے عذاب قبر معاف ہے۔'' ④

۱۲ جولائی ۱۹۶۵ء کو یہ نواب الدین اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو ان کا مزار شاندار طرز پر بنایا گیا اور ان کے بعد ان کی سیٹ ان کے بیٹے خواجہ معصوم نے سنبھال لی اور اپنے آپ کو قیوم پنجم کہلوانا شروع کر دیا۔ ⑤

''قیوم پنجم'' خواجہ معصوم کا تعارف

خواجہ معصوم جو قیوم پنجم ہونے کے دعویدار ہیں، ۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو قصبہ موہری میں پیدا ہوئے، پیدا ہوتے ہی انھیں پیر عبدالکریم کے پاس ''برکت'' کے لیے لے جایا گیا۔

قیومیت کی طاقت کیسے ملی؟:

قیوم پنجم کا مقام و مرتبہ انھیں کیسے ملا، اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ صوفی نواب الدین

---

① ص: ۲۱۔ ② ص: ۲۳۔ ③ ص: ۴۷۔

④ ص: ۳۱، ۳۲، کشف الحرمین بحوالہ جاری کردہ اشتہار۔

⑤ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے تاجدار موہری شریف ص: ۲۸ تا ۵۸ اور ص:

نے خواجہ معصومؒ کو ساتھ لے کر ہندوستان میں ''خواجہ معصوم آف سر ہند'' کے مزار پر حاضری دی اور اس موقع پر خواجہ معصوم کو کہا: '' کہو کہ میرا نام آپ کے نام پر رکھا گیا ہے، میری لاج رکھنا۔'' انھوں نے بلند آواز سے جب یہ الفاظ کہے تو صوفی نواب اور وہاں موجود خلفاء و مریدین پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوگئی۔ اللہ نے یہ دعا اور پکار سن لی تھی!!''[1]

یعنی اس طرح آپ کو قیوم بننے کی طاقت ملی۔ اب خواجہ معصوم نے قیومیت کی خانقاہی چادر اوڑھنے کے بعد لوگوں کو اپنا مرید بنانے کی طرف خاص توجہ دی اور اپنے مریدوں کا امتیازی نشان ''چہار کلی سفید ٹوپی'' اور امتیازی ذکر ''اللہ ھو'' قرار دیا۔ پیر سپاہی مشہور فراڈ یا جو بعد میں ایک عورت کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے ہوئے ملتان میں پکڑا گیا تھا، بھی خواجہ معصوم کا خاص مرید ہے اور اسی طرح خواجہ معصوم کی ایک مریدنی اب بھی لاہور میں سفید لباس، سر پر چہار کلی سفید ٹوپی پہنے ۴۲۔ سی ریلوے روڈ لاہور پر دن رات لوگوں کو خانقاہی خزانوں کے ''جوہر لٹا رہی ہے۔ خواجہ معصوم نے اس کا نام اقصیٰ سے تبدیل کر کے ''معصومہ'' رکھ دیا۔ اب یہ معصومہ ایک پتھر لیے ہوئے ہے اور اس نے اس پتھر کے متعلق لوگوں کا عقیدہ بنا دیا ہے کہ یہ پتھر تمام طرح کی بیماریوں کا تریاق اور توڑ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ پتھر وہ موہری گاؤں کے دربار کی ''مسجد شکریہ'' سے اٹھا کر لائی ہیں۔

ڈاکٹر اسرار جب ''قیوم پنجم'' کے دربار میں پہنچ گئے!:

تاجدار موہری شریف کے مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ معروف مذہبی سکالر ڈاکٹر اسرار صاحب اور پروفیسر طاہر القادری بھی خواجہ معصوم کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ وہ ابوظہبی میں خواجہ معصوم سے ڈاکٹر اسرار صاحب کی ایک ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے صفحہ (۹۲) پر لکھتے ہیں:

''دوبئی میں قیام کے بعد ابوظہبی میں آمد ہوئی۔ محترم محمد عارف صاحب و محترم محمد

---

[1] مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے تاجدار موہری شریف: ٦٦۔

آصف صاحب کے مکان کے علاوہ متعدد مقامات پر مجالس و محافل کا پروگرام ہوا۔ اسی دوران مرکز پاکستان ہال میں مشہور و معروف مذہبی سکالر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نو روزہ درس قرآن کریم دینے کے سلسلے میں ابوظہبی میں موجود تھے۔ ان کا اجتماع بعد از نماز عشاء ہونا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے علم میں آیا کہ حضور خواجہ خواجگان اپنے تبلیغی و اصلاحی اور روحانی دورہ کے سلسلہ میں ابوظہبی تشریف فرما ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے بذریعہ ٹیلی فون حضرت (خواجہ معصوم) صاحب سے ملاقات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صاحب دن کے بارہ بجے ملاقات کے لیے محترم محمد عارف صاحب و محمد آصف صاحب کے مکان پر پہنچ گئے۔ حضرت صاحب سے ڈاکٹر صاحب نے بڑی گرم جوشی اور نیاز مندی کے ساتھ معانقہ اور مصافحہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس ملاقات میں حضرت صاحب سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بارے میں چند اہم سوالات پوچھے، حضرت صاحب نے ان سوالات کے جوابات بڑے حکیمانہ اور بصیرت افروز انداز میں دیے، جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب بہت متاثر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اسلام آباد سے لاہور آتے جاتے کئی مرتبہ کھاریاں سے گزرتے ہوئے دربار عالیہ موہری شریف آنے کا ارادہ ہوا لیکن پھر دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ حضرت صاحب سفر مبارک کی وجہ سے دربار شریف موجود نہ ہوں گے۔ بس اسی خیال کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ یہ ملاقات ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ''پاکستان جا کر بھی دربار عالیہ موہری شریف حاضر ہو کر حضرت صاحب سے ملاقات اور زیارت کروں گا'' ...... چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ۳ مارچ ۱۹۸۶ء بروز سوموار ۱۱ بجے دن کے وقت دربار عالیہ موہری شریف حاضر ہوئے۔ حضور خواجہ خواجگان کی ملاقات و زیارت اور دربار عالیہ کے نورانی مناظر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔''

(نوٹ! کتاب میں صفحہ ۱۸۱ پر ڈاکٹر صاحب کی خواجہ معصوم سے ملاقات کی تصویر بھی دی گئی ہے۔)

خواجہ معصوم کے متعلق لکھی گئی کتاب "تاجدار موہری شریف" میں محمد رسول اللہ کو قیوم پنجم کے سلسلہ "نقشبندیہ" میں داخل کرنے کی جسارت

اسمائے گرامی قدر اولیائے عظام
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مع سن وصال
و جائے مدفن

حضرت محمدؐ مدینہ منورہ

☆ اسمائے گرامی	سن وصال	جائے مدفن
۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ	۱۳ھ	مدینہ منورہ
۲۔ حضرت سلمان فارسیؓ	۳۳ھ	مدائن
۳۔ حضرت امام قاسمؒ	۱۰۸ھ	مدینہ منورہ
۴۔ حضرت امام جعفر صادقؒ	۱۴۹ھ	مدینہ منورہ
۵۔ حضرت بایزید بسطامیؒ	۲۶۱ھ	بسطام
۶۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ	۴۲۵ھ	خرقان
۷۔ حضرت بوعلی فارمدیؒ	۴۷۷ھ	طوس
۸۔ خواجہ یوسف ہمدانیؒ	۵۳۵ھ	مرو
۹۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ	۵۷۵ھ	غجدوان
۱۰۔ خواجہ محمد عارفؒ	۶۱۲ھ	ریوگر
۱۱۔ خواجہ محمودؒ	۷۱۵ھ	انجیر فغنی
۱۲۔ خواجہ عزیزان علیؒ	۷۲۱ھ	خوارزم
۱۳۔ خواجہ محمد باباؒ	۷۵۵ھ	سماس
۱۴۔ خواجہ امیر کلالؒ	۷۷۲ھ	سوخار
۱۵۔ خواجہ محمد بہاؤالدینؒ	۷۹۱ھ	قصر عارفاں
۱۶۔ خواجہ علاؤالدینؒ	۸۰۲ھ	چغانیاں
۱۷۔ خواجہ محمد یعقوب	۸۵۱ھ	ہلفتو
۱۸۔ خواجہ عبیداللہ شاہؒ	۸۹۵ھ	سمرقند
۱۹۔ خواجہ محمد زاہد	۹۳۶ھ	وخش
۲۰۔ خواجہ درویش محمدؒ	۹۷۶ھ	اسقرار
۲۱۔ خواجہ محمد امکنگیؒ	۱۰۰۸ھ	امکنہ
۲۲۔ خواجہ محمد باقی باللہ	۱۰۱۲ھ	دہلی
۲۳۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی	۱۰۳۴ھ	سرہند
۲۴۔ خواجہ محمد معصومؒ	۱۰۹۷ھ	سرہند
۲۵۔ خواجہ محمد نقشبندؒ	۱۱۱۳ھ	سرہند
۲۶۔ خواجہ محمد زبیرؒ	۱۱۵۲ھ	سرہند
۲۷۔ خواجہ محمد اشرفؒ	۱۱۸۰ھ	مدینہ منورہ
۲۸۔ خواجہ محمد جمال اللہ	۱۲۰۹ھ	رامپور
۲۹۔ خواجہ محمد سیہؒ	۱۲۲۰ھ	گنڈا پور
۳۰۔ خواجہ محمد فیض اللہ شاہؒ	۱۲۳۵ھ	تیراہی
۳۱۔ خواجہ نور محمدؒ	۱۲۸۶ھ	چورہ شریف
۳۲۔ خواجہ فقیر محمد	۱۳۱۵ھ	چورہ شریف
۳۳۔ حاجی محمد عبدالکریمؒ	۱۳۵۵ھ	راولپنڈی
۳۴۔ حضرت خواجہ صوفی نواب الدینؒ	۱۳۸۵ھ	موہری شریف
۳۵۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ	۱۷ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ	موہری شریف

قیوم صاحب یورپ میں !!

خواجہ معصوم قیوم پنجم پیر آف موہری شریف کو بیرون ممالک دوروں پر جانے کا بھی بہت شوق تھا۔ وہ اکثر یورپ، امریکہ اور مشرق وسطی کے دوروں پر رہتے اور یوں خوب سیر وسیاحت سے لطف اندوز ہوتے، رنگین دنیا دیکھتے اور رنگین دنیا کے لوگوں کو اپنا مرید بنانے کی بھی کوشش کرتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ بیرونی دوروں میں تبلیغ بھی کرتے تھے!! اس بات کا کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر کوئی بات ملتی ہے تو وہ صرف اس قدر کہ وہ اگر کسی کو دعوت دیتے تو اسلام قبول کرنے کی نہیں، عقائد کو درست کرنے، شرک کو چھوڑنے، اور توحید کو اپنانے کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ صرف اتنی دعوت دیتے کہ وہ ''اللہ ھو'' کہے کہ جو ان کے سلسلے کا خاص ذکر تھا اور وہ اس ذکر کو بلند آواز سے دہرائے...... بس اور کچھ نہیں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ''تاجدار موہری شریف'' کے مصنف نے بھی صفحہ (۱۴۹) پر لکھا۔ حالانکہ اس ذکر کا ثبوت کسی صحیح حدیث میں نہیں ملتا اور یہ ایک بدعت بھرا ذکر ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ خواجہ معصوم اور ان کے مرید کھڑے ہو کر تالیاں بجا بجا کر'' اللہ ھو'' کا ذکر کرتے۔ اسی کتاب کے صفحہ (۸۰) پر خواجہ معصوم کی تالیاں بجانے کی ایک تصویر بھی دی گئی ہے جس میں خواجہ صاحب اور ان کے مرید کھڑے ہو کر تالیاں بجا رہے ہیں!!

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عرس کی ابتدا!!:

اس کتاب کے صفحہ (۱۸۶) پر بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں حضرت باقی باللہ کے مزار کے خادم سلام اللہ نقشبندی نے خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی عرس (میلہ) منانا شروع کر دیا ہے۔ (نعوذ باللہ!)

جب ''قیوم'' لڑکھڑانے لگا:

ساری دنیا کو تندرست اور قائم و دائم رکھنے کے یہ دعویدار اور قیوم پنجم ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء

کو جب حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے بڑے پیر بھائی میراں حسن زنجانی کے عرس میں شرکت کے لیے جونہی ائر پورٹ پر اترے تو بیمار ہوگئے اور پھر ان کے مرید اپنے حضرت صاحب کو مختلف ڈاکٹروں اور ہسپتالوں میں لیے پھرتے رہے، لیکن دنیا کے نظام کو برقرار اور قائم و دائم رکھنے کے دعویدار اپنے آپ کو برقرار نہ رکھ سکے اور یوں ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر ۳ نومبر ۱۹۹۳ء کو صبح کے وقت خواجہ معصوم اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ ان کی یعنی ''قیوم'' کی وفات پر اس وقت کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو، چیئرمین سینٹ وسیم سجاد اور نورجہاں پانیزئی وغیرہ نے باقاعدہ اپنے تعزیتی پیغامات بھیجے۔ مرید کہتے ہیں: ''محسوس ہوتا تھا کہ مرنے کے بعد چار پائی پر پڑے خواجہ صاحب کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔'' اور مسجد کے برآمدے سے لے کر صوفی نواب الدین کے مزار تک ''چند گز'' کا فاصلہ آپ کے ''جنازہ'' نے ڈیڑھ گھنٹے میں طے کیا!

دیگر قیوموں کا مختصر تعارف

خواجہ معصوم کے مرنے کے بعد ان کی بیوی زندہ ہے اور ان کی قبر کے لیے بھی ایک جگہ متعین کردی گئی ہے، جس کی پوجا ابھی سے شروع ہوچکی ہے۔ اب میلے کو بھرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے بناوٹی عرس کی طرح ''بناوٹی بال'' کی زیارت کروانے کا ڈرامہ بھی رچایا جاتا ہے اور خواجہ معصوم کی سنگ مرمر کی نشست (بڑے سائز کی کرسی) کو بھی متبرک و مقدس قرار دے کر تبرکات میں شامل کر لیا گیا ہے۔ خود ساختہ عرس محمد ﷺ کے موقع پر مریدین جمع ہو کر جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں اور پیدل چل کر صوفی نواب الدین کی قبر پر حاضری دیتے ہیں اور اس دوران جہاز اور ہیلی کاپٹر پھولوں اور نوٹوں کی بارش کرتے ہیں۔ [1]

---

[1] مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے تاجدار موھری شریف صفحہ: ٦٥ تا ٨١ اور ١٤٤، ١٨٥، ٢٤٣، ٢٤٩، ٢٥٠ وغیرہ۔

’’قیوم‘‘ کی تڑپ اولادِ نرینہ کے لیے:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اہل شرک کے لیے ایک عبرت ناک درس ہے کہ دوسروں کو اولادیں دینے کے دعویدار اپنی آخری سانسوں تک نرینہ اولاد کی نعمت سے محروم رہنے کی بنا پر تڑپتے رہے۔ اسی بنا پر یعنی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کی درباری گدی پر تخت نشینی کا جھگڑا ان کی زندگی میں ہی شروع ہوگیا اور کئی افراد گدی نشینی کے امیدوار اور دعویدار بن بیٹھے!

خواجہ معصوم نے اپنی نرینہ اولاد کی خواہش کی تکمیل یوں کی کہ اپنی زندگی میں ہی اپنے بھتیجوں کو بیٹوں کی جگہ اور مقام دے کر ان کے ماہانہ وظائف دربار کی آمدنی سے مقرر کر دیے۔ مریدوں کی طرف سے دربار کے لیے دیے گئے نذرانوں، فنڈز اور عطیات میں سے ان کی ہر طرح کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔

خواجہ معصوم قیوم پنجم آف موہری شریف کے چار بھتیجے تھے۔ ایک عزیز الرحمان جو پاکستان میں رہتا ہے۔ اس سے چھوٹا محبوب الرحمان جو ڈنمارک میں اور اس سے چھوٹا زبیر الرحمٰن جو ناروے میں اور سب سے چھوٹا حفیظ الرحمان ہے، یہ بھی پاکستان میں رہتا ہے۔

خواجہ معصوم کے بھتیجے عزیز الرحمان کے ہر طرح کے اخراجات حتیٰ کہ راشن تک کے اخراجات دربار کی آمدنی سے ادا کیے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ اسے دو ہزار روپیہ مزید ہر ماہ نقد بھی ادا کیا جاتا۔ زیورات بھی دربار کے خرچے سے بنوا کر دیے جاتے۔ لیکن اس کی فضول خرچی کی بنا پر دو ہزار روپیہ ماہوار جیب خرچ سے اس کا گزارا نہیں ہوتا تھا۔ عزیز الرحمٰن نے جیب خرچ بڑھانے کا مطالبہ کیا لیکن پیر صاحب نہ مانے۔ اس پر خوب جھگڑا ہوا۔ ایک دفعہ خواجہ معصوم اپنی پجارو میں بیٹھے کہیں باہر جانے کے لیے دربار سے نکل رہے تھے کہ عزیز الرحمان اور اس کا بیٹا پجارو کے سامنے آگئے اور حضرت کو باہر نکلنے کے لیے للکارا۔ لیکن پیر صاحب نہ نکلے۔ جبکہ ان کے ساتھیوں نے بھتیجوں کے تیور دیکھ کر ان کے

سنگ مرمر کی وہ کرسی جس پر بیٹھ کر قیوم پنجم مریدوں کو دیدار کا شرف بخشتے' یہ کرسی بھی اب "تبرکات قیوم" میں شمار ہوتی ہے۔

ارادوں کو بھانپ لیا اور گاڑی سے باہر نکل آئے۔ تو عزیز الرحمان نے فوراً موزر نکال لیا۔ پیر صاحب بھی جلال میں آ کر باہر نکلے، اتنے میں عزیز الرحمان نے پیر صاحب پر فائر کر دیا۔ پہلا فائر مس ہو گیا، پھر دوسرا فائر کیا...... اتنے میں پیر صاحب کے ساتھیوں نے اسے پکڑ لیا...... لیکن اس دوران ہی اس نے تیسرا فائر بھی کر دیا جو اس کے اپنے ہی بیٹے کو جا لگا، وہ زخمی ہو گیا اور پھر کچھ عرصہ گجرات کے ہسپتال میں زیر علاج بھی رہا۔ اس کے بعد پیر صاحب نے دربار کی طرف سے جاری عزیز الرحمان کا ماہانہ وظیفہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ چونکہ وہ دربار کے مال پر ہی پلتا تھا، اپنا کوئی کاروبار نہ تھا۔ پیر صاحب نے اس پر قاتلانہ حملے کا مقدمہ دائر کر دیا جس کے نتیجے میں وہ دو سال تک پنجاب جیل میں بند رہا۔ پیر صاحب نے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر مقدمہ عدالت تک نہ پہنچنے دیا۔ ان دو سالوں کے دوران عزیز الرحمان کے مقدمہ بازی میں گھر کے برتن تک بک گئے اور وہ بالکل قلاش ہو گیا۔

دو سال بعد برادری کے زبردست دباؤ پر قیوم پنجم نے مجبور ہو کر کیس واپس لے لیا۔ اب عزیز الرحمان گدی نشین تو نہیں بن سکتا تھا، اس لیے کہ پیر صاحب اسے اپنی زندگی میں ہی عاق کر چکے تھے۔ اگرچہ دباؤ کے نتیجے میں پیر صاحب اور ان کے بھتیجے کے درمیان صلح ہو گئی لیکن گدی نشینی کے فیصلے میں عزیز الرحمان پھر بھی شریک نہ ہو سکا۔ کچھ عرصہ بعد پیر صاحب فوت ہو گئے۔

گدی کی بندر بانٹ اور لڑائی:

فوتیدگی کے بعد قیوم پنجم کی گدی پر ان کے منشی نے منافع بخش صنعت ہونے کی بنا پر قبضہ کر لیا۔ وہ اس صنعت کا وزیر خزانہ رہ چکا تھا اور اس کاروبار کے خفیہ رازوں اور وسیع تر آمدنی کے ''گروں'' سے بخوبی واقف تھا۔ اس لیے وہ خود قیوم کا جانشین بن بیٹھا!! جب خواجہ معصوم کے بھتیجوں نے دیکھا کہ ''گدی'' خاندان سے باہر جا رہی ہے یعنی اس پر کوئی

خودساختہ پیر نواب دین پر مردودِ طریقت اور مردودِ شریعت ہونے کا فتوےٰ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ہماری ان معروضات کے جواب میں کہ تقریباً تین سال کے عرصہ سے ایک پیر مسمی نواب دین ساکن موہری تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ہمارے علاقے میں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ موصوف کی تصدیق سے ایک کتاب بنام "کشف الرحمٰن" تصنیف کی ہے۔ جس کی وہ ہمارے علاقہ میں پوری سرگرمی سے اور مختلف قبائل میں اشاعت کر رہے ہیں اس کتاب کے مضامین میں سے بطور مشت از خروارے چند فقرے اور حوالے درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ زمانہ تمہارے یعنی نواب دین کے دم سے قائم ہے، ص۲ (۲) جہاں تمہارے (یعنی نواب الدین کے) دم سے زندہ ہے، اس سال سب کا حج تمہارے ذریعہ قبول ہوا ص۲۱ (۳) یوسف اور صدیق ثانی ہونے کا دعویٰ ص۲۳ (۴) عبدالغفور نامی لڑکا سخت بیمار ہوا علالت طویل کے بعد فوت ہو گیا میں اسے حضور کی خدمت میں لے گئی حضور نے اسے دم فرمایا وہ پھر زندہ ہو گیا اور اب تک زندہ ہے ص۲۹ (۵) حضور پیر صاحب نے فرمایا "یا رسول اللہ میرے تمام دوستوں کو قبر کی سختی یعنی عذاب قبر سے نجات فرمائی جائے" حضور صلعم نے منکر و نکیر کو بلایا اور حکم فرمایا خبردار! ان کے کسی مرید کو نہ چھیڑنا ان سب کو عذاب قبر معاف ہے اور جو بھی بلا واسطہ اور بالواسطہ قیامت تک آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہوگا اسے عذاب قبر معاف ہے ص۳۱، ۳۲۔ حوالہ جات مذکورہ بالا کے پیش نظر ہم سب کو خطرہ ہے کہ پیر مذکورہ کی سرگرمیاں ہمارے دین کی تخریب کا سبب نہ بن جائیں۔ اس لئے اس فتنہ کے انسداد کے لئے ہم علماء اہل سنت والجماعت کے محتاج ہیں کہ وہ شرعی زاویہ نگاہ کے تحت کتاب مذکورہ بالا کے مصنف اور مصدق پیر نواب دین اور اس کے مریدین کے متعلق شرعی فتویٰ صادر فرمائیں۔ واجرکم علی اللہ

اور (منشی) قبضہ کر رہا ہے، جبکہ زیادہ حق ہمارا بنتا ہے، اس لیے کہ ہم تو پیر صاحب کے حقیقی بھتیجے ہیں تو انھوں نے زبیر الرحمان (بھتیجے) کو جو ناروے میں مقیم تھا، وہاں سے بلا کر گدی پر بٹھادیا۔ خاص طور پر اسی کو گدی پر بٹھانے کا فیصلہ اس لیے کیا گیا کہ اس کی صحت اچھی تھی۔ سرخ و سفید چہرہ تھا، خوب بھرا ہوا جسم...... ان چیزوں کو چونکہ گدی نشینی اور پیر پرستی کے کاروبار میں زیادہ پرکشش اور جاذب نظر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ جاذب نظر اور خوبصورت چہرے کو دیکھ کر مرید یہی تاثر لیتے ہیں کہ ''دیکھو! پیر کے چہرے پر کیسا نور برس رہا ہے!!'' اگر چہرہ کمزور کالے رنگ کا یا بدشکل ہو تو صورت حال اس کے برعکس ہو جاتی ہے۔

لیکن ہوا یہ کہ یورپ میں رہنے والا اور وہاں کے معاشرے میں رنگا ہوا زبیر الرحمان یہاں کی خانقاہی ریت اور رسم و رواج کو نہ سمجھ سکا اور اس ''فن پیر پرستی'' کا تجربہ نہ ہونے کی بنا پر مریدوں کو متاثر نہ کرسکا۔ اس لیے کہ وہ پیروں کی طرف سے مریدوں کو قابو رکھنے کے بنیادی گروں اور ہتھکنڈوں سے ناواقف تھا۔ اس کی ناتجربہ کاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرید کم ہونا شروع ہو گئے۔ ایک وجہ یہ بھی بنی کہ پیر اپنے بڑے بڑے اور اثر و رسوخ رکھنے والے خلیفوں کو ماہانہ رقمیں دیتے رہتے ہیں، جس کی بنا پر وہ خود بھی پیر کے تابعدار رہتے ہیں اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں موجود مریدوں کو بھی مختلف طریقوں سے پیر کے زیر اثر رکھنے کے لیے قابو کیے رکھتے ہیں۔ زبیر الرحمان کی ناکامی کی ایک وجہ ''مشیران خاص'' کی مٹھی گرم نہ کرسکنا بھی بنی۔ لہٰذا کچھ ہی عرصہ بعد ایک دن نماز فجر کے بعد اس نے اس صورت حال سے دلبرداشتہ ہو کر یہ اعلان کر دیا کہ میں اپنی گدی اپنے چھوٹے بھائی حفیظ الرحمان کے سپرد کرتا ہوں۔ اب تو گدی حفیظ الرحمان معصومی کے قبضہ میں آ گئی...... دو دن بعد ہی زبیر الرحمان کے سنگیوں اور دوستوں نے اسے سمجھایا کہ یہ تم نے کیا کر دیا، تم نے یہ بہت بڑی غلطی کی ہے، جو اپنے ہاتھ کاٹ کر حفیظ الرحمان کو دے دیے۔ تم تو خالی ہو گئے، تمھارے پاس تو اب کچھ بھی نہیں رہا۔ دو دن بعد اس نے چھوٹے بھائی سے گدی واپس مانگی تو اس نے صاف

Begum Al haj Khawaja Muhammad Masoom
Mohri Sharif
Tehsil Kharian
District Gujrat

I had sent a message of condolences on the sad demise of your illustrious husband which I hope you would have received. I am writing these few lines to express. PMCE again. My profound grief and to offer my sincere sympathies.

The late Al haj Khawaja Muhammad Masoom was an eminent spiritual leader who had edicted his life for the propagation of Islam. He rendered invaluable services for the promotion of Islamic values and unity of the Ummah. In his death. Pakistan, in particular, and the Islamic world, in general, has lost a religious scholar of repute, whose dedication to the cause of Islam would long be remembered.

May Allah rest the departed soul in eternal peace and grant you and other members of the bereaved family courage and fortitude to bear this irreparable loss with equanimity. Ameen!

Yours Sincerely,

Waseem Sajjad
President of Islamic Republic of Pakistan.

Widow of AlHaj Muhammad Masoom
Pir of Mohri Sharif
Tehsil Kharian. District Gujrat.

Aslam O Alakum

I was deeply grieved to learn of the sad demise of your husband AlHaj Muhammad Masoom Pir of Mohri Sharif.

The services of Khawaja Muhammad Masoom for the cause of Islam would be long remembered. He devoted his life for the promotion of Islam among all sects. Allah Almighty rest the departed soul in eternal peace and give you and other members of the family courage to bear this great loss.

Best Regards

Be Nazeer Bhutto
Prime Minister
Islamic Republic of Pakistan

Begum AlHaj Muhammad Masoom
Pir Sahib of Mohri Sharif
Tehsil Kharian Dist Gujrat
Pakistan.

Begum Sahiba

Profoundly shocked and grieved to learn of the sad demise of your illustrious husband. Please accept my heartfelt condolences and sincere sympathies.

Late AlHaj Khawaja Muhammad Masoom was a renowned religious Leader, Scholar and Staunch Reliever in Ittehad Ban Ul Muslimeen throughout the world. He devoted his life for promotion of unity among various sects and be long remembered.

Allah Almighty rest the departed soul in eternal peace and give you and other members of the family courage to bear the irreparable loss.

Best Regards

Dr. Noor Jahan Panezai
Deputy Chair Person Senate of Pakistan

"قوم پنجم" کی موت پر سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو، چیئرمین سینٹ وسیم سجاد، ڈپٹی چیئرپرسن
سینٹ نورجہاں پانیزئی کے تعزیتی خطوط

انکار کر دیا کہ اب میں تمھیں کسی بھی صورت گدی واپس نہیں کروں گا۔ ان کا آپس میں جھگڑا ہوا لیکن فیصلہ ہوا کہ اب گدی حفیظ الرحمان کے پاس ہی رہے گی۔ جب زبیر الرحمان نے دیکھا کہ جس مقصد (یعنی گدی نشینی) کے حصول کے لیے وہ یورپ سے پاکستان آیا تھا، وہ پورا نہیں ہو رہا تو وہ دوبارہ واپس ناروے چلا گیا۔

ناروے میں ''قیوم''......اور اس کا مزار:

خواجہ معصوم کے اس بھتیجے کا چھوٹا بیٹا معصوم زبیر ہے۔ وہ بھی اخلاقی برائیوں میں مبتلا بتلایا جاتا ہے۔ خواجہ معصوم قیوم پنجم کے مرنے کے بعد دولت کے حصول کے لیے گدی کی بندر بانٹ بھی عجیب شکل اختیار کر چکی ہے۔ جس کا جہاں بس چلا اس نے معصوم کے نام پر گدی بنا کر کاروبار معرفت شروع کر رکھا ہے۔ اب تک تین باقاعدہ گدیاں بن چکی ہیں۔ پیر صاحب کے بھتیجے نے ناروے میں اپنے گھر کے ایک کمرے میں مزار بنا کر وہاں خواجہ معصوم کی گدی بنا کر کام شروع کر رکھا ہے۔

دوسری دو گدیاں پاکستان میں ہیں، جن میں ایک خواجہ حفیظ الرحمان معصومی کی ہے جبکہ دوسری پیر خواجہ معصوم قیوم پنجم کی بیگم کی ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور موہری میں علیحدہ گدی قائم کر کے ''قیومہ'' بنی ہوئی ہیں۔ انھوں نے بھی اپنے مزار کے لیے علیحدہ جگہ (مسجد کے اندر) مخصوص کر چھوڑی ہے۔ لوگ ان کو ''مائی صاحبہ'' کہتے ہیں۔

بات گدیوں کی چل رہی تھی تو تیسری گدی موہری شریف میں ہی حفیظ الرحمان معصومی صاحب نے قائم کر رکھی ہے کہ جس سے ایک ملاقات کا تذکرہ میں پچھلے صفحات میں کر چکا ہوں۔ بتایا جاتا ہے کہ اکثر مالدار مرید مائی صاحبہ کے حلقۂ اثر میں ہیں اور عام مریدوں میں سے بھی زیادہ مائی صاحبہ کے مرید ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کی حفیظ الرحمان معصومی کے بڑے بھائی عزیز الرحمان نے قیوم پنجم خواجہ معصوم پر چونکہ سرعام مسلح قاتلانہ حملہ کیا تھا، اس لیے لوگ حفیظ الرحمان اور اس کے بھائیوں سے متنفر تھے۔ لہٰذا مرید حضرات اس نفرت کی بنا
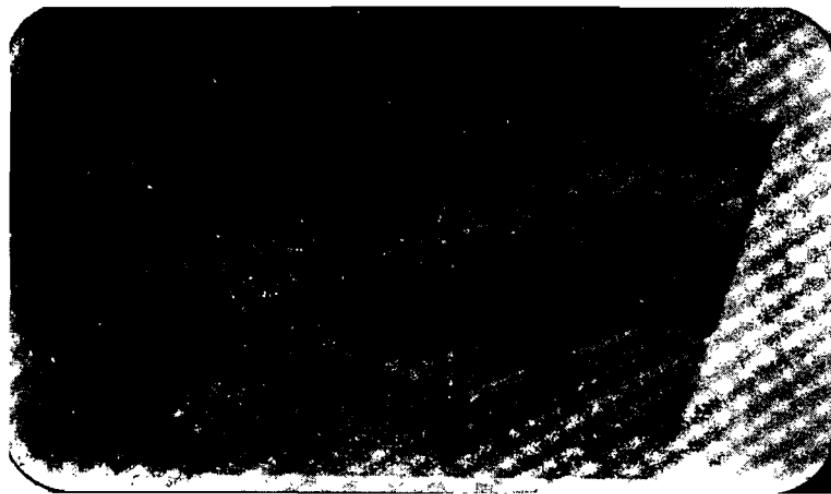
خواجہ معصوم کی زندگی میں ہی تیار کی گئی قبر جس کی زیارت کو باعث اجر سمجھا جاتا ہے۔

پر مائی صاحبہ کے مرید ہوتے چلے گئے لیکن اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ لوگ حملے والا واقعہ بھول گئے ہیں۔ اس لیے اب حفیظ الرحمان معصومی کے مریدوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

ٹوکرا اور کرنسی کلچر:

قارئین کرام! یہ گدیوں پر لڑائی جھگڑے، مار کٹائی، مسلح حملے، مقدمات اور جیلوں وغیرہ کے چکر کیوں چلتے ہیں؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ درباری صنعت ایک ایسی صنعت ہے کہ جس میں ''ہنگ لگے نہ پھٹکری، رنگ آئے چوکھا'' لگانا کچھ نہیں پڑتا اور حاصل سب کچھ ہوتا ہے۔ یعنی اِن پٹ کچھ نہیں، آؤٹ پٹ ہی آؤٹ پٹ ہے۔ یہ بات یوں سمجھ آتی ہے کہ جب خواجہ معصوم قیوم فوت ہوئے تو دربار والوں نے اس وقت بھی خوب دولت جمع کی۔ جو بھی خواجہ معصوم کی وفات پر آتا، اس سے روپے حاصل کرنے کے لیے علیحدہ علیحدہ ٹوکرے رکھے ہوئے تھے۔ یعنی ہزار کے نوٹ والا ٹوکرا علیحدہ تھا، اس میں صرف ہزار روپے کا نوٹ ہی ڈالا جائے گا۔ اسی طرح پانچ پانچ سو کے نوٹوں اور سو سو، پچاس پچاس اور اس سے کم مالیت کے نوٹوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ٹوکرے رکھے ہوئے تھے۔ لوگ ان میں نوٹ ڈالتے رہے۔ یہ ٹوکرے کتنی مرتبہ بھرے اور کتنی مرتبہ خالی ہوئے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ کیسا سائنٹیفک طریقہ تھا...... روپے حاصل کرنے کا...... اور پھر اس طرح ان کی گڈیاں بناتے وقت نوٹوں کو علیحدہ علیحدہ چھانٹنے کی زحمت بھی نہ اٹھانا پڑی۔ اسی لیے حفیظ الرحمان معصومی گدی نشین اب ایک ''دولت مند ہستی'' بن چکا ہے جبکہ گدی نشین بننے اور خواجہ معصوم کے مرنے سے قبل اس کی کوئی جائداد نہ تھی، صرف گدی سے تعلق پر ہی ان کی گزران ہو رہی تھی۔ ''خواجہ معصوم'' کے والد صوفی نواب الدین کے پیر عبدالکریم کے ورثاء کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ اس قدر مالدار ہیں کہ انھیں اپنی جائداد اور دولت کا خود بھی پتا نہیں کہ وہ کتنی ہے اور کہاں کہاں ہے؟ اکثر محکموں مثلاً محکمہ جنگلات کے لوگ آکر انھیں بتاتے ہیں کہ آپ کی اتنی زمین

فلاں علاقے میں نکل آئی ہے!! جنگل کے جنگل ان کے قبضے میں ہیں۔ اب اس گدی کے سجادہ نشین پیر حبیب الرحمان کے بیٹے پیر نقیب الرحمان ہیں۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ پیر نقیب صاحب اور ان کے مریدوں کی جتنی بھی گاڑیاں ہیں ان کا آخری نمبر ہمیشہ ۱۲ ہوتا ہے۔ جس نوٹ کا آخری نمبر ۱۲ ہو مرید اسے پیر صاحب کو نذرانہ دینے کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ یہ لوگوں کو جھوٹی بشارتیں سنا سنا کر مرید بناتے ہیں اور پھر ان کی جیبیں خالی کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ معصوم نے اپنی ہمشیرہ کے جنازے میں شریک لوگوں کے متعلق یہ مژدہ سنایا تھا کہ جس جس نے اس جنازہ میں شرکت کی ہے وہ جنتی ہے!!

قارئین کرام! اس گدی کے آخری حالات کے بارے میں ہمیں جو جو معلومات مل سکیں ہم نے اپنی کتاب کے تازہ ایڈیشن میں آپ تک پہنچا دیں۔ جبکہ مزید الجھن کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہرحال ہمارا اس سے مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کو ان سے ہٹا کر امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع پر لگا دیں۔

جعلی رب کا جعلی منصوبہ:

''قیوم'' جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اسے منصب رب العالمین بنا کر اپنے لیے استعمال کر کے خواجہ معصوم نے خود کو پانچواں رب بنا لیا...... کائنات کی یہ سب سے بڑی جعل سازی کرنے کے بعد ایک دوسرا جعلی منصوبہ بنایا گیا جس کے تحت اللہ کے رسول خاتم الانبیاء ﷺ کے مقدس نام پر عرس کا ڈرامہ رچایا جا رہا ہے۔

کوئی شخص روح افزا جعلی بنائے تو اس کے لیے قانونی سزا ہے، کوکا کولا جعلی بنائے تو اس کے لیے آئین میں سزا ہے، جعلی ادویات بنائے تو اس کے لیے ضابطہ موجود ہے...... مگر یہ کس قدر ظلم اور اندھیر ہے کہ جس چیز سے انسان کے جسم کو نقصان پہنچے، کسی کی دنیا گھاٹے سے دوچار ہو جائے، تو اس کے لیے تو سارے قوانین موجود ہیں، مگر جس سے انسان کی روح مردہ ہو جائے، ایمان برباد ہو جائے، عقیدے کا ستیاناس ہو جائے، آخرت کا گلشن

اجڑ جائے، اس کے لیے نہ کوئی ضابطہ ہے نہ کوئی آئین، نہ کوئی رکاوٹ ہے اور نہ کوئی قانون۔

فرض کی پکار:

چنانچہ اہل توحید پر فرض ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے والہانہ محبت کرنے والوں پر واجب ہے کہ وہ کتاب و سنت کا نور پھیلائیں اور کوشش کریں کہ اس کے رسول ﷺ کی گستاخیوں اور ان کے مقدس ناموں پر درباری اور خانقاہی جعل سازیوں کے تمام اندھیرے چھٹ جائیں اور اللہ کی مخلوق جہنم کا ایندھن بننے کے بجائے اپنے اللہ کے مہمان خانے کی حقدار بن جائے۔

حق و باطل کی کشمکش

اہل توحید اور اہل شرک کے درمیان کشمکش کی داستان......

آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک

(شیطان نے کہا) اے اللہ! تیری عزت کی قسم! میں سارے انسانوں کو گمراہ کروں گا سوائے اس کے جو تیرا مخلص بندہ ہوگا۔ (صٓ: ۸۲)

''حق و باطل کی کشمکش''

اہل توحید اور اہل شرک کے درمیان کشمکش کی داستان

(آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ......)

زیر نظر مقالہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر موجودہ دور تک کی دعوتی تاریخ کا اختصار کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہے ...... اہل حدیث ہی اہل توحید ہیں اور اہل حدیث کے بارے لوگوں کا یہ سوال کہ ان کا وجود تو چند عشروں سے زیادہ نہیں ہے، محض لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ ہم نے بہت ساری تاریخی اور تحقیقی کتابوں کی چھان پھٹک کے بعد دعوت توحید کے مختلف مراحل قارئین کرام کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ہم اپنے معزز قارئین کرام پر ہی چھوڑتے ہیں اور یہ کہ دعوت توحید کی پاداش میں اہل حدیث حضرات کو جو طعنے دیے جاتے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے، توحید و شرک کی کشمکش کتنی پرانی ہے، کن مراحل سے گزری ہے اور آج صورت حال کیا ہے اور جسے حق کہتے ہیں وہ کہاں ہے اور کن کے پاس ہے......؟؟ ...... یہ سب کچھ آپ کو اس مختصر مقالے میں ملے گا۔ (ان شاء اللہ!)

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک:

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو ''کن'' (ہوجا) کہہ کر پیدا کیا مگر جب حضرت آدم علیہ السلام کی باری آئی تو انھیں اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ انھیں فرشتوں سے سجدہ کروا کر عظیم شرف عطا فرمایا۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے راندۂ درگاہ قرار دے دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور اماں حواء علیہا السلام کی روحوں سے اپنی توحید کا عہد لیا کہ توحید پر جمے رہو گے، شیطان کے بہلاوے میں آکر شرک نہیں کرو گے۔ غرض اللہ نے تمام انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کو خلعت خلافت سے سرفراز فرما کر اپنی بے کراں وسیع وعریض کائنات کے ایک چھوٹے سے صوبے کرۂ ارض پر بھیجا اور ان کی تمام اولاد کے لیے یہ پیغام دیا کہ تمھاری ہدایت کے لیے اور اس وعدے کی یاد دہانی کے لیے جو تم نے مجھ سے کیا ہے، میں اپنے نمائندے بھیجتا رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے عہد توحید کے بعد قوم نوح کا شرک کی طرف سفر:

انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کی اولاد اس کرۂ ارض پر پھلنے پھولنے لگی، تعداد میں بڑھنے لگی اور پھر جب اپنے کیے ہوئے عہد توحید سے ادھر ادھر ہٹنے لگی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اپنے نمائندے بھیجنا شروع کر دیے۔ ان نمائندوں (رسولوں) میں حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام قابل ذکر ہیں۔

ان دو پیغمبروں کے بعد جس تیسرے جلیل القدر پیغمبر کا ذکر ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان جو مدت گزری اس کا عرصہ کتنا تھا؟ بہرحال اس قدر بات معلوم ہوتی ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانے تک دنیا کے وسیع وعریض علاقے پر اولاد آدم علیہ السلام پھیل چکی تھی حتیٰ کہ ایسا وقت بھی آگیا کہ یہ لوگ اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو بھول کر بزرگ پرستی کے شرکیہ مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس سلسلے میں امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک فرمان نقل کیا ہے،

جس میں وہ قرآن کی سورۂ نوح میں نوح علیہ السلام کی قوم کے پانچ بزرگوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔
ان کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ہیں۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''یہ (پنج تن) قوم نوح کے نیک لوگ تھے، جب وہ فوت ہوگئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ بات سمجھائی کہ یہ نیک لوگ جس جگہ بیٹھتے تھے وہاں بطور یادگار پتھر نصب کرو اور اس پتھر کو ان کے نام سے پکارو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، جب (ایسا کرنے والے) اگلے لوگ اس دنیا سے وفات پا گئے اور (پچھلوں سے مزید) علم بھی جاتا رہا تب ان کی اولاد نے ان یادگاروں کی عبادت شروع کر دی۔''[1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب اگلے لوگ مر گئے تو پیچھے آنے والے لوگ سب سے پہلے ان کی قبروں کے مجاور بنے، پھر ان کی تصاویر بنائیں، پھر ایک وقت گزرنے پر وہ ان کی عبادت کرنے لگے۔''

چنانچہ جب اس قوم کا یہ حال ہوگیا تو اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ اللہ کے رسول علیہ السلام نے اس قوم کو اس کا بھولا ہوا توحید کا سبق یاد دلانے کے لیے ساڑھے نو سو سال تک توحید کا وعظ کیا لیکن یہ لوگ صالحین کی پرستش سے باز نہ آئے۔ تب نوح علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجے میں نوح علیہ السلام کے مشرک بیٹے کنعان سمیت سب شرک کرنے والوں کو ملیامیٹ کر دیا۔

پانی کے اس عالمگیر طوفان میں نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوکر جو توحید پرست باقی بچے انھوں نے اپنے بعد کوئی اولاد نہ چھوڑی اور نہ ہی ان کی نسل کا کوئی سلسلہ چلا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد تمام دنیا والے ابوالبشر ثانی جناب نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة نوح: ۴۹۲۰۔

[2] تلبیس ابلیس: ۲۰۵۔

شرک کی بنجر زمین سے جب توحید کی کونپل پھوٹی:

اہل عرب نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد سے ہیں اور سام ہی کی نسل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سرزمین بابل (جس کا موجودہ نام عراق ہے) میں آزر کے گھر پیدا ہوئے، جو اس وقت کے بادشاہ نمرود کا انتہائی قریبی اور مشرکانہ مذہبی نظام کا منتظم اعلیٰ تھا۔ اللہ کی قدرت کہ اس نے اس مشرکانہ گھرانے میں پیدا ہونے والے کو اپنی توحید کے نور سے منور فرما دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے لیے دن رات محنت کی۔

جب ''خدا'' کاٹے گئے!!

جب قوم کسی طور پر ہدایت کی طرف نہ آئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں محض سمجھانے کے لیے اپنی دعوت کے ایک آخری اور چونکا دینے والے مرحلے پر عمل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ہوا یوں کہ قوم عرس منانے کے لیے کہیں گئی اور ابراہیم علیہ السلام نے اس قوم کے آستانے میں داخل ہوکر ان کے بزرگوں اور مشکل کشاؤں اور جعلی خداؤں کی مورتیوں کو کلہاڑے کا وار کر کر کے پاش پاش کردیا اور قوم پر ان کی بے کسی اور بے بسی ثابت کر دی۔ یہ لوگ جب عرس سے واپس آئے، اپنے کٹے پھٹے خداؤں کا عبرتناک اور ان کی بے بسی کی نشاندہی کرنے والا منظر دیکھا، تو بجائے اس کے کہ یہ اپنے مشکل کشاؤں کی بنی ہوئی درگت سے عبرت حاصل کرتے، عقل سے کام لیتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کو مان کر الٰہ واحد کے حضور سجدہ ریز ہوجاتے ...... یہ الٹا ان مشکل کشاؤں کی مشکل کو خود حل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے !!...... اور اللہ کے موحد بندے ابراہیم علیہ السلام کو جنھوں نے یہ کام محض ان کی ہمدردی، ہدایت اور آخرت میں سرخروئی کے لیے کیا تھا، انھیں آگ میں پھینکنے کے منصوبے بنالیے اور جب یہ مشرک آگ میں پھینک چکے تو ابراہیم علیہ السلام آگ میں:

((حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَ كِیْلُ))

''مجھے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت بڑا کارساز ہے۔''

پڑھ کر داخل اور پھر آگ سے صحیح سلامت نکل آئے!!......قوم نے ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی مشکل کشا کی مشکل کشائی کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کر لیا، مگر افسوس! یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ توحید کی یہ دستک بھی ان کے دلوں پر لگے شرک کے تالوں کو نہ کھول سکی۔ تب اللہ نے اپنے پیغمبر کو یہاں سے ہجرت کا حکم دے دیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے باپ کو الوداع کہا، قوم، وطن اور گھر بار کو خیر باد کہا، دولت توحید کو سینے سے لگائے ہوئے مہاجر بن کر نکل کھڑے ہوئے، نکلتے وقت اللہ کے حضور ایک بیٹے کے لیے گڑگڑا کر دعا کی۔ مصر و شام میں اللہ کی توحید کا پیغام پہنچانے کے لیے استطاعت اور طاقت کی دعا کی۔ چنانچہ آپ مصر و شام میں اللہ کی توحید کا پیغام پہنچاتے ہوئے فلسطین جا پہنچے۔ وہاں اللہ نے چھیاسی سال کی عمر میں چاند سے بھی خوبصورت بیٹا عطا فرمایا...... پھر ایک روز اچانک حکم ہوا کہ اپنے لخت جگر کو اس کی ماں ہاجرہ سمیت حجاز کی اس وادی میں چھوڑ آؤ جہاں نہ پانی ہے اور نہ گھاس...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام مادی اور ظاہری اسباب کی عدم دستیابی سے بے پروا ہو کر اپنے رب کریم کے حکم کی تعمیل کر دی۔

قربانیوں کے نتیجے میں انعامات کی بارش!!:

وہاں بے آب و گیاہ زمین میں اللہ کریم نے اپنے پیغمبر کے پیاس کی وجہ سے بلکتے ہوئے لخت جگر کو دیکھ کر جبریل علیہ السلام کو زمین پر اپنے پر مارنے کا حکم دیا۔ جس سے زم زم کا چشمہ جاری فرما دیا اور جب جناب اسماعیل علیہ السلام کچھ بڑے ہو کر میٹھی میٹھی باتیں کرنے کی ہر دلعزیز عمر کو پہنچے تو مالک نے اپنے موحد اور فرمانبردار بندے کو امتحان کے آخری مرحلے میں یوں داخل کر دیا کہ بڑھاپے میں دیے ہوئے خوبصورت بیٹے کی قربانی طلب کر لی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے پہلے ہی تیار تھے، وہ اپنے جگر گوشے کی شہ رگ پر چھری چلانے کے لیے تیار

ہو گئے۔ دونوں باپ بیٹے کی اس تسلیم و رجاء کا امتحان کر لینے کے بعد صاحب عرش عظیم کی طرف سے مختلف آیات قرآنیہ میں وارد ہونے والا منظر کچھ اس طرح سے بنتا ہے:

''اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب بھی سچ کر دکھایا، میں نے آج کے بعد تجھے اپنا دوست بنا لیا ہے۔ تجھے ساری انسانیت کا امام بنا دیا ہے اور تیرے طریقے کو قیامت تک کے لیے راہ نما بنا دیا ہے۔ میرے خلیل! جو تیرے طریقے سے روگردانی کرے گا وہ میرے ہاں احمق ترین شخص ہوگا۔ بات یہ ہے کہ میں نے دنیا میں تیرا انتخاب کر لیا ہے اور آخرت میں تیرا نام صالحین میں لکھ دیا ہے۔''

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس نے اپنے رب سے محبت کے یوں مناظر پیش کیے ہوں تو اس کے باوجود بھی اس کا رب اسے انعامات سے نہ نوازے...... چنانچہ اللہ نے دونوں باپ اور بیٹے کے ہاتھوں اپنی توحید کا مرکز (کعبہ) تعمیر کروایا۔ باپ بیٹے کی بعض اداؤں کو قیامت تک کے لیے امت محمد ﷺ کا شعار یعنی ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے حوالے سے پہچان کی علامت بنا دیا۔

مالک کائنات نے اپنے خلیل علیہ السلام کو یوں بھی نوازا کہ ان کے دونوں بیٹوں کو اپنا رسول بنا لیا۔ پھر اسحاق علیہ السلام سے اپنے خلیل کے پوتے یعقوب علیہ السلام اور پڑپوتے جناب یوسف علیہ السلام کو بھی پیغمبر بنا دیا۔ مزید برآں اسحاق علیہ السلام کی طرف سے اپنے خلیل کی اسرائیلی شاخ کو تمام جہاں والوں پر فضیلت عطا فرما دی اور اس قدر فضیلت دی کہ دیگر تمام انبیاء سمیت موسیٰ، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی اس نسل سے پیدا فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہوتی ہے:

جب نبیوں کی اس اولاد یعنی بنو اسرائیل نے اپنے رب کی ان فیاضیوں کی بے قدری شروع کر دی، اپنے باپ دادا کے عہد توحید کو بھول گئے اور بار بار کی یاد دہانی کے باوجود نہ سنبھلے بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کو قتل تک کرنے لگے اور اس جھوٹے خیال میں مبتلا

ہو گئے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں، آگ ہمارے قریب بھی نہیں آسکتی اور اگر بفرض محال آ بھی گئی تو بس چند دن کی مہمان ہو گی اور یہ کہ جنت بھلا ہم اولاد انبیاء کے علاوہ اور کس کے لیے ہو سکتی ہے؟...... جناب عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر یہ خود سر کہاں سمجھنے والے تھے، یہ تو الٹا انھیں جھٹلانے اور ستانے لگے حتیٰ کہ یہ اپنے خیال میں انھیں سولی دے بیٹھے۔

یہ تو اللہ کریم تھا...... جس نے ان کے منصوبے کو ان کے منہ پر مارتے ہوئے اپنے مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور بنی اسرائیل کو لعنت و پھٹکار کا مستحق قرار دیا، فضیلت و شرف کا تاج اس نسل سے چھین لیا اور اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو اڑھائی ہزار سال بعد قبول کر لیا، جو انھوں نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر تکمیل کعبہ کے وقت یوں کی تھی:

> ''اے ہمارے رب!...... ان لوگوں میں انہی کی جنس سے ایک رسول مبعوث فرما، جو ان لوگوں کو تیری آیات سنائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ بے شک آپ ہی غالب حکمت والے ہیں۔''

اس دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے لخت جگر اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی نسل سے خاندان قریش کے مکرم ترین قبیلے بنو ہاشم میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر میں محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر نبوت و رسالت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند فرما دیا۔

محمد عربی ﷺ کا ورود...... اور...... امت محمد ﷺ کا عروج:

حضرت محمد ﷺ نبوت و رسالت ملنے سے قبل اپنی قوم کو کفر و شرک کی دلدل میں دھنسا ہوا دیکھ کر مکہ سے تین میل دور غار حراء میں تشریف لے جاتے، قوم کی حالت پر غور و فکر فرماتے، کھجوروں، ستوؤں اور پانی پر گزارہ کرتے...... وقت یونہی گزر رہا تھا کہ ایک دن اللہ نے جناب جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر قرآن جیسی راہ نما کتاب عطا فرما دی...... اس نسخۂ کیمیا کے

ملنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ لوگوں کو توحید کا وہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے لگے، لوگوں کو وہ عہد بتلانے لگے جو انھوں نے عالم ارواح میں اپنے پیدا کرنے والے سے کیا تھا۔ اس مقصد کے لیے اللہ کے رسول ﷺ ''داعی الی اللہ'' بن کر کبھی فاران کی چوٹیوں اور مکہ کی پہاڑیوں پر، کبھی لوگوں کو اپنے گھر دعوت طعام پر بلا کر اور کبھی اردگرد کی بستیوں کا پروگرام بنا کر اللہ کی توحید کی دعوت دینے لگے...... طائف کی بستی میں اللہ کے رسول ﷺ کو اس دعوت کی پاداش میں لہولہان کر دیا گیا......عکاظ منڈی کے میلوں اور عرسوں میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے معبود اور اپنے مسجود کی طرف بلایا تو آپ ﷺ کو مجنوں اور دیوانہ کہا گیا...... مکے کی گلیوں میں اللہ کے رسول ﷺ کو پتھر مارنے اور آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا!!

وہ قریش مکہ جو اللہ کو اپنا خالق مانتے تھے، ساری کائنات کا پیدا کرنے والا تسلیم کرتے تھے، اس کے گھر کا طواف کرتے تھے، اس کے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کے نام پر فخر کرتے تھے، مگر ان زبانی تفاخر اور محبت کے دعوؤں کے باوجود وہ ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور موحدانہ طریق کار سے محروم تھے۔ اس محرومی کے المیہ نے ہی انھیں یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ یہ جو اللہ کے ہاں ہم گناہ گاروں کے سفارشی بزرگ ہیں، اللہ کے اور ہمارے درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں، محمد ﷺ جو دعوت ہمیں دیتے ہیں اس دعوت اور دین میں تو ان بزرگوں کی کوئی جگہ نہیں اور وہ یہی تو ہیں کہ جن کے بل بوتے پر ہماری روزی اور عزت و شرف کا مدار قائم ہے...... تو اسی شرف کے چھن جانے اور نام نہاد جھوٹی عزت کے جاتے رہنے کے خوف سے انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو پہاڑوں کی ایک گھاٹی جس کا نام ''شعب ابی طالب'' ہے، اس میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ سے ہر طرح کا سماجی بائیکاٹ کر دیا اور اس دوران ایسا وقت بھی آیا کہ اللہ کے رسول ﷺ سوکھا چمڑا ابال ابال کر کھانے پر مجبور ہو گئے۔ مگر اس کے باوجود آپ ﷺ دعوت توحید دینے سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔

ہجرت اور مدینہ میں آمد:

قریش مکہ نے جب اللہ کے رسول ﷺ کو اس قدر اپنے مقصد کا پکا پایا تو جبر کے ہتھکنڈے کی ناکامی کے بعد لالچ کا جال پھیلایا۔ انھوں نے مکے کی بادشاہت، عرب کی سب سے خوبصورت عورت جسے اللہ کے رسول ﷺ پسند فرمائیں اور دولت جس قدر آپ چاہیں، صرف توحید کی دعوت سے پیچھے ہٹ جانے کی صورت میں یہ سب کچھ آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دینے کا یقین دلایا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سب کچھ بھی رد کر دیا تو انہوں نے دعوت توحید میں کچھ مداہنت اختیار کرنے کی بات کی۔ آپ ﷺ یہ بھی نہ مانے تو انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ انھوں نے اپنی تدبیریں شروع کر دیں، مگر اللہ مدبر و حکیم کی تدبیر یہ تھی کہ آپ ﷺ یثرب کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب پہنچے تو آپ ﷺ کے تشریف لانے پر یہ بستی پر رونق ہوکر مدینۃ النبی (ﷺ) بن گئی۔

آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مدینہ میں دعوت توحید پھیل چکی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ کے یہاں آنے پر اسلامی حکومت وجود میں آ گئی۔ مہاجرین اور انصار جیسے پاکباز لوگوں کا ایک معاشرہ قائم ہوگیا۔ حدود و تعزیرات کا بھی بتدریج نفاذ ہوا۔ بدر، احد اور احزاب کے معرکے اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت میں لڑے گئے۔ ازاں بعد مکہ فتح ہوا، آخر کو آج کی طرح اس وقت کی سپر پاور قوم اہل روم اللہ کے رسول ﷺ کی تبوک میں مجاہدانہ پیش قدمی سے ڈر کر بھاگ اٹھی۔ یوں جزیرۃ العرب سے باہر بھی اسلام اور اہل اسلام کے رعب کی دھاک بیٹھ گئی۔ دعوت و جہاد کا کام مکمل ہوکر رواں دواں تھا کہ ۱۲ ربیع الاول کو ہادی برحق ﷺ اپنے اللہ سے ملاقات کے لیے اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تشریف لے گئے۔

بیماری کے آخری ایام میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی موجودگی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو

لوگوں کی امامت نماز کے لیے اپنے مصلے پر کھڑا کیا۔ [۱]

رعب فاروقی سے جام مے چکنا چور:

چنانچہ آپ ﷺ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی آپ ﷺ کے نائب بن کر خلیفہ بنے۔ ان کے بعد فارق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنے کہ جن کی ہیبت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ان کا نام سننے سے کسریٰ کے ہاتھ سے بھرے دربار میں جام مے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے اس عظیم اور محبوب صحابی رضی اللہ عنہ کے دور میں جہاد کا سلسلہ اس قدر وسیع ہوا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو مجوسی سازش کے تحت فیروز ابو لوء لوء کے ہاتھوں شہید کیا گیا ......تو اس وقت خلافت اسلامیہ کا رقبہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ زندگی میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہنے والے یہ دونوں دوست روضۂ رسول ﷺ میں اب بھی آپ ﷺ کے دائیں بائیں محو استراحت ہیں......!!

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اللہ کے رسول کے دوہرے داماد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان کے دور میں جہاد کا سلسلہ مزید وسیع ہوا، دعوت توحید افریقہ اور ایشیا کے براعظموں سے ہوتی ہوئی یورپ کے دروازے پر دستک دینے لگی......مگر یہود نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ان کی خلافت کے آخری چھ سالوں میں بدامنی پھیلانے کا منصوبہ بنایا، مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کیں اور اس منصوبے اور اسلام کے خلاف سازش پر عمل کرکے آخرکار داماد رسول ﷺ کو حالت مظلومیت میں شہید کرا دیا گیا۔

یہود اور منافقوں کی ریشہ دوانیاں:

یہود کی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کا بڑا اور پہلا سبب یہ ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت سے قبل جزیرۂ عرب میں یہودیوں کی مذہبی برتری تسلیم کی جاتی تھی

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب اهل العلم و الفضل احق بالامامة : ٦٧٨)

جبکہ مدینہ میں تو انھیں اقتصادی اور سیاسی برتری بھی حاصل تھی اور یہاں انھوں نے اہل مدینہ کو سود کے شکنجے میں بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ مزید برآں مدینے میں آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ اپنے سردار عبداللہ بن ابی کو بادشاہ بنانے کی تیاریاں بھی کر چکے تھے، مگر آپ ﷺ کے یہاں آنے سے ان کے مفادات، سیاستیں اور سیادتیں خطرے میں پڑ گئیں۔ مسلمان قوت اختیار کر چکے تھے۔ اس لیے یہ لوگ علانیہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے، چنانچہ یہ منافقت اختیار کر کے سازشیں کرنے لگے۔ زمانہ وحی اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں ان کا مکر و فریب کارگر نہ ہو سکا، یہ ذلیل ہو کر رہ گئے۔ مگر ہوا یہ کہ مسلمانوں کی فتوحات سے جو نئے لوگ مسلمان ہوئے، یہ منافق ان میں اپنی سازشیں پھیلانے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم طبیعت سے بھی انھوں نے فائدہ اٹھایا اور آخر کار ان منافقین کی سازشوں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈے کی وجہ سے مسلمانوں کے تیس سالہ شاندار اور لاثانی دور کا ایک باب اختتام کو پہنچا۔

غلط فہمیاں اور جنگیں:

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، ان کے اور مومنوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اور پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے اہم معاملے پر غلط فہمیوں کی بنا پر جنگ و جدل کا سلسلہ برپا ہوا، جس سے ملت اسلامیہ کو شدید نقصان پہنچا۔

ان باہمی جنگوں کا نقصان اپنی جگہ مگر یہ بھیانک حقیقت ہے کہ اس دوران دونوں گروہوں کا اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے پورے اخلاص کے ساتھ دین کے اصولوں ہی کی سربلندی کے لیے تلوار کو میان سے نکالنا لیکن دوسرے مسلمان گروہ کے لیے واقعہ کی حقیقت کو نہ سمجھنے پر افسوس کا اظہار کرنا اور دوران جنگ بھی ایک دوسرے کی عزت و ناموس اور مال و دولت کا لحاظ کرنا، لڑائی کے باوجود باہمی محبت و احترام اور اچھے الفاظ سے ایک دوسرے کو

یاد کرنا، یہ حقائق ہیں جو اس نیلگوں آسمان کے نیچے تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بہرحال یہ تکلیف دہ مختصر سا وقفہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما جن کے بارے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا، وہ اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو کر اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس عظیم صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال تک تمام مسلمانوں کے ایک متفقہ خلیفہ کی حیثیت سے حکومت کرتے ہیں اور بحر و بر میں پرچم اسلام لہرا دیتے ہیں۔

کیا اسلام کا سنہری دور صرف تیس سال تک رہا......؟

ہمیں افسوس ہے مستشرقین کی تحریریں پڑھنے والے ان مغرب زدہ لوگوں پر اور ان پر جو تاریخ سے تکیے کے پردے میں چھپی ہوئی شیعی روایات پڑھ کر متاثر ہو جاتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ قرون اولیٰ جیسے پاکباز لوگوں کے زمانے میں بھی اسلام کا سنہری دور تو صرف تیس سال تھا اور آج چودہ سو سال بعد بھلا وہ کیسے مؤثر ہو سکتا ہے؟...... حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے والے رجال کے فنی علم سے ناواقف ہیں۔ وہ تاریخ سے ناآشنا ہیں، وہ من گھڑت اور سنے سنائے پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مثالی دور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کا تھا، پھر جناب عثمان رضی اللہ عنہ کا اور جہاں تک علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی چند سالہ باہمی لڑائی کا تعلق ہے تو یہ بھی تاریخ عالم میں ایک قوم کا لڑائیوں کے دوران اصولوں کے پاس اور باہمی احترام کا ایک مثالی، انوکھا اور نرالا واقعہ تھا کہ جس کی مثال اس دنیا کی کوئی بھی قوم اپنی باہمی لڑائی میں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ حقیقت بھی بھولنے نہ پائے کہ دنیا میں جتنے بھی نظام ہیں خواہ وہ مسترد شدہ کمیونزم ہو یا ناکامی سے دوچار ہونے والا جمہوری نظام ہو، ان کے جو اپنے دستور اور منشور ہیں، ان کے مطابق یہ اس زمین پر کہ جس پر ان نظاموں کو اقتدار ملا، ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی اصل شکل میں نافذ نہیں ہو سکے۔ جبکہ بقول ان نظاموں کے حاشیہ برداروں کے...... اسلام تیس سال تو اس زمین پر اپنی اصل صورت میں اپنے دستور اور منشور کے مطابق جو صرف اور صرف کتاب و سنت ہے...... جلوہ گر ہو کر نافذ ہو چکا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیس سالہ اجماعی خلافت کے دور سمیت خاندان بنو امیہ کا دور، بنو عباس کا زمانہ یہاں تک کہ بنو امیہ کی شاخ سے اندلس (سپین) میں عبدالرحمان الداخل اور اس کے جانشینوں کا دور اور پھر جب یہ جانشین نا اہل ہو گئے تو امام غزالی کے شاگرد محمد بن تومرت کا دور کہ جس نے امت کے زوال کے اسباب کا کھوج لگا کر شرک و بدعت کا استیصال کیا اور پھر اندلس سمیت مراکش، الجزائر اور تیونس کے بہت بڑے علاقے پر موحدین کے نام سے اہل توحید کی حکومت قائم کی...... اور یہ نور الدین زنگی، سلطان محمود غزنوی اور صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ جیسے مجاہد حکمرانوں کے دور میں بھلا کونسا نظام حکومت تھا؟ کیا وہ قرآن و حدیث کے متوازی کوئی اور نظام تھا؟...... ہرگز نہیں! تو پھر آخر ایسا پروپیگنڈا کیوں کہ اسلام کا دور تو صرف تیس سال تھا؟

جمہوریت سے مرعوبیت کے نتائج:

اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اپنی شاندار اور قابل فخر تاریخ کا علم نہیں۔ مسلمانوں پر طعن کرنے والوں کی ظلم و بربریت اور وحشت سے بھری ہوئی تاریخ سے واقفیت نہیں...... اہل مغرب کی غلامی اور ان کی مشینی برتری کے اثرات اس سے ماسوا ہیں۔ چنانچہ تاریخی حقائق کے تناظر میں ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ سوائے متعدد غلط قسم کے بادشاہوں کے کہ جن کی ذمہ داری اسلام اور مسلمانوں پر نہیں ہے، پوری تاریخ المسلمین کو

تاریخ ملوکیت کہہ دینا علمی جہالت اور بہت بڑی زیادتی ہے۔ ملوکیت تو وہ ہوتی ہے جس میں بادشاہ کا کہا قانون ہو۔ لیکن اہل مغرب کی جمہوریت سے متاثر ہو کر محض اپنی تاریخ میں یہ دیکھ کر کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ بنتا ہے...... اس پوری تاریخ کو ملوکیت کہہ کر رد کر دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ ہاں! البتہ اس بات کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ اہلیت اور غیر اہلیت سے قطع نظر باپ کے بعد بیٹا حکمران بنتا چلا جائے، لیکن کیا صرف اس ایک غلطی کو بنیاد بناتے ہوئے مسلمانوں کے تمام حکمرانوں کو اور ان میں سے جن کا قانون کتاب وسنت تھا، انھیں بھی ملوکیت سے موسوم کر دیا جائے......؟؟ یہ بھی تسلیم ہے کہ بعض حکمرانوں میں ذاتی اور شخصی خرابیاں موجود تھیں اور کہیں یہ دربار اور چند امراء تک محدود تھیں...... سخت زیادتی کرتے ہیں وہ لوگ جو بادشاہوں کے دربار کی حد تک برائیوں کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ گویا تمام مسلمان ہی ایسے ہو گئے تھے۔

غرض یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا ایک ہزار سالہ دور عروج کا دور تھا۔ پھر مسلمانوں میں جوں جوں شرک و بدعات اور غیر اسلامی خرافات داخل ہوتی چلی گئیں اسی اعتبار سے آہستہ آہستہ عروج کو زوال ہوتا گیا اور قوموں کا عروج و زوال صدیوں پر محیط ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب عقلی فتنہ:

مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ ہوا کہ عباسی خلیفہ مامون الرشید نے قسطنطنیہ کے عیسائی حاکم سے یونانی فلسفے کی کتابیں منگوائیں، ان کا عربی میں ترجمہ کروایا۔ یہ کتابیں جب مسلمانوں میں پھیلیں تو فلسفیانہ عقلی مباحث شروع ہو گئے۔ جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ کتاب وسنت سے بے پروائی اور صاف ستھرے وسادہ الہامی عقائد کے بجائے فلسفیانہ شک و شبہ پیدا ہوتا چلا گیا۔ ستم اور ظلم یہ ہوا کہ یہ ساری گمراہی عقل کے نام پھیلائی گئی، وہ عقل پرستی کا جنون کہ جس کے بارے علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون نے اپنے مقدمے

میں بڑا خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

”عقل ایک ترازو ہے، اس کے فیصلے یقینی ہیں، جن میں کوئی جھوٹ نہیں، لیکن تم اس ترازو میں امور توحید اور آخرت، نبوت کی حقیقت، اللہ کی صفات کے حقائق اور وہ تمام امور وحقائق جو عقل سے ماوراء ہیں، تول نہیں سکتے، یہ لاحاصل کوشش ہوگی۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک ترازو دیکھا جو سونے کا وزن کرنے کے لیے ہے۔ اسے اس ترازو میں پہاڑوں کے تولنے کا شوق پیدا ہوا جو ناممکن ہے۔ اس ترازو کی صحت پر کوئی حرف نہیں آتا لیکن اس کی گنجائش کی ایک حد ہے۔ اسی طرح عقل کے عمل کا بھی ایک دائرہ ہے جس سے باہر وہ قدم نہیں نکال سکتی، اللہ اور اس کی صفات کا احاطہ نہیں کرسکتی۔“

عیسائیت کی گمراہیوں پر ایک نظر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہودیوں نے شدید مخالفت کی، یہی وجہ ہے کہ دین مسیحیت ان کی زندگی میں تو اس قدر نہ پھیلا جس قدر کہ ان کے بعد ان کے حواریوں کے ذریعے پھیلا۔ یہ حواری اپنے دین کو پھیلاتے ہوئے جب یونان پہنچے تو ان دنوں یونانی تہذیب اپنے عروج پر تھی اور دنیا کی سب سے برتر تہذیب مانی جاتی تھی۔ چنانچہ ان حواریوں نے بڑی نیک نیتی سے محض اپنے دین کے پھیلاؤ کی خاطر بت پرست یونانیوں کو عیسائیت میں داخل کرنے کے لیے انھیں بعض رعایتیں اور رخصتیں دے دیں۔ کہیں مصلحت و مداہنت سے کام لیا۔ اس صورتحال کا آگے چل کر یہ نتیجہ نکلا کہ ان حواریوں کے پیروکار نے انجیل کو اپنے زمانے کے مطابق مؤثر بنانے کے لیے اس وقت کے بعض سائنسی کلیات اور فلسفیانہ نظریات اس میں داخل کر دیے۔ چنانچہ یہ دین اپنی اصل حالت پر قائم نہ رہ سکا۔ مزید زیادتی اس دین کے ساتھ یہ ہوئی کہ عیسائی علماء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے بارے اختلافات پیدا ہوگئے کہ وہ اللہ ہیں، اللہ کے بیٹے ہیں، انسان ہیں یا کہ کچھ اور ہیں؟ یہ اختلافات اس قدر

بڑھے کہ شدید لڑائیوں کی صورت میں ڈھل گئے۔ پھر کئی فرقے بنتے چلے گئے اور آخر کار بعض فرقوں میں بت پرست یونانیوں کے مزاج کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام کے مجسمے بننا شروع ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد جب رومیوں نے یونانیوں پر عروج حاصل کیا تو عیش وعشرت کے دلدادہ رومیوں نے اس دین کو قبول کرلیا۔ یہ خالص دنیادار اور مادہ پرست لوگ تھے۔ چنانچہ ان کی مادہ پرستی نے علمائے مسیحیت کی نگاہوں کو چکا چوند کر دیا۔ پھر تو ان کا مطمحِ نظر اس دین میں من مرضی کی تحریف کر کے دنیا کمانا رہ گیا۔

اور انجیل کے ساتھ ان لوگوں نے یہ سلوک کیا کہ ایک طرف اسے مردوں اور کھانوں پر پڑھنے تک محدود کر دیا اور دوسری طرف نئی نئی انجیلیں لکھی جانے لگیں حتیٰ کہ ان کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ فرانسیسی مورخ والٹئیر کے مطابق کثرت انجیل کے قضیے کو حل کرنے کے لیے کلیسا نے یہ کام کیا کہ تمام انجیلوں کو ایک میز پر رکھا اور میز کو خوب ہلا دیا گیا، جو انجیلیں نیچے گر گئیں انھیں ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور جو چار انجیلیں میز پر باقی رہ گئیں انہیں قابل اعتبار ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔

اس دین کے ساتھ مزید ستم یہ ہوا کہ عیسائیت کے ابتدائی عہد کی تبدیلی جو پال کے زمانے میں ہوگئی تھی، اس کے بعد دوسری بڑی تبدیلی اور تحریف رومیوں کے بادشاہ قسطنطین کے زمانے میں ہوئی، جو چوتھی صدی عیسوی کا مشہور عیسائی بادشاہ تھا۔ اس نے عیسائیوں کے مذہبی اختلاف کا حل یہ ڈھونڈا کہ ۳۱۸ علماء کو اکٹھا کر کے ایک مشترکہ محضر نامہ تیار کروایا اور اسے دین مسیح قرار دے کر سب فرقوں کے لیے اسے اختیار کرنے کا بزور قوت حکم دیا۔ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلا کہ بحث اور مناظروں کا میدان گرم ہو گیا اور پھر یہ قتال کا رخ اختیار کرنے لگا۔

عیسائیت میں صوفیت کی آمد اور اس کا نتیجہ:

مذہبی مناظروں، جھگڑوں اور لڑائیوں کہ جن کی بنیاد محض شہرت اور دنیا کا حصول تھا، کچھ لوگ اس صورتحال سے اس قدر متنفر اور دل برداشتہ ہوئے کہ انھوں نے ردعمل کے طور پر دنیا کو ترک کر دینے کا راستہ اپنا کر رہبانیت ایجاد کر ڈالی اور یوں صوفیت کا ایک الگ خانقاہی اور درباری نظام معرض وجود میں آ گیا۔ اس نظام کے علمبرداروں یعنی صوفیوں کے عجیب وغریب قصے کرامات کی صورت میں تاریخ میں موجود ہیں۔ اس نظام میں غیر شادی شدہ رہ کر زندگی گزارنا کمال درجے کی ولایت سمجھی جاتی تھی۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ مردوں عورتوں کا یہ غیر شادی شدہ گروہ انسانی تقاضوں کے فطری مطالبات کے سامنے بے بس ہو گیا تو یہ خانقاہیں اور دربار تقدس کے پردے میں بدمعاشی کے اڈے بن گئے۔ نذروں نیازوں کے ذریعے دنیا کمانے کے وہ منفعت بخش کارخانے بن گئے جن میں نہ نقصان کا احتمال ہے نہ سرمایہ کاری کی ضرورت اور نہ کسی ذہنی وجسمانی محنت کی حاجت۔

اس صورتحال کا صدیوں بعد آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ صوفیوں کے قائم کردہ غیر فطری و استحصالی نظام اور علماء کی تحریف شدہ انجیلوں سے جدید نسل اس وقت باغی ہوگئی جب انجیل میں داخل شدہ قدیم سائنسی نظریات تجربات جدید سائنس سے ٹکرانے لگے۔ پادری لوگ یہ نئی صورتحال برداشت نہ کر سکے اور وہ سائنس دانوں پر کفر کے فتوے لگا کر پر تشدد سزائیں دینے لگے۔ اس اندھے تشدد کا ردعمل یہ ہوا کہ جدید تعلیم یافتہ نسل نے کسی مذہب کے وجود ہی کا انکار کر دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ دین کے نام پر جو بے دینی تھی، نہ صرف یہ کہ وہ جاتی رہی اور اس کی جگہ صنعت و سرمایہ داری لیتی گئی بلکہ اس کے بعد ہچکولے کھاتا ہوا یہ عیسائیت کا جہاز روس میں اشتراکیت و دہریت کے سمندر میں ڈوب گیا۔ ستر سال تک مذہب کو گالی دینے اور اللہ کے وجود کا انکار کر کے انسانیت کا یہ جہاز یونہی ڈوبا رہا، افغان جہاد کی برکت سے یہ جہاز اب اوپر آیا ہے مگر یہ ابھی تند و تیز لہروں پر ہچکولے کھا رہا ہے، یہ جہاز اب دوبارہ اسی

حالت میں ہے جس حالت میں امریکہ اور یورپ کا جہاز ہے کہ جس پر جمہوریت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

ایک مغالطے کا ازالہ اور لمحہ فکریہ:

مغرب کی جمہوری تہذیب کی گود میں پلنے والے کتاب و سنت سے نا آشنا بعض مسلمانوں نے بھی ''مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے'' کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ وہ بے چارے یہ نہ سمجھ سکے کہ عیسائیت کی اپنی ایک کربناک تاریخ ہے، جو شرک اور بت پرستی کی گود میں پل کر، صوفیت و راہبانیت کے غیر فطری راستے سے ہو کر، اپنے منطقی انجام کو پہنچی ہے جبکہ اسلام دین توحید ہے، توحید انسانیت کی معراج ہے، عالم ارواح میں اللہ سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری ہے۔ اس کے برعکس شرک اپنے کیے ہوئے اس عہد سے غداری ہے، یہ انسانیت کے لیے دنیا و آخرت میں ذلت کا باعث اور ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ کیونکہ مظاہر فطرت کو دیوتا اور مقدس خیال کرنے والے شمس و قمر اور بحر و بر پر تحقیق کر سکیں گے اور نہ بام عروج کو چھو سکیں گے۔ اس کے برعکس انھیں خالق کی مخلوق سمجھنے والے اس مخلوق سے کام لینے کے لیے اس پر تحقیق کریں گے اور تجربات کرتے ہوئے اس سے فوائد حاصل کریں گے۔

عیسائیت سے برگشتہ ہونے کے بعد دنیاوی ترقی کے حصول کے لیے یورپین سائنس دانوں کے پاس دو ہی راہیں تھیں یا تو وہ اسلام کو اختیار کر لیں یا پھر سیکولرزم کی علمبردار مادر پدر آزاد جمہوریت کی نذر ہو جائیں۔ اسلام کو انھوں نے عیسائی پادریوں کے غلط طور پر پیش کرنے اور کچھ مسلمانوں کے فریضۂ دعوت و تبلیغ سے غافل رہنے کی وجہ سے قبول نہ کیا اور یوں انھوں نے ہر پابندی سے آزاد اپنا الگ نظام جمہوریت بنا لیا۔ وہ اس سے دنیاوی ترقی کی معراج کو تو پہنچ گئے، پرندوں کی طرح ہواؤں میں اڑنے سے بھی آگے ستاروں پر کمندیں ڈالنے لگے، مچھلیوں کی طرح سمندروں میں تیرنے لگے اور غوطے لگانے لگے، مگر وہ اپنے

فطری، روحانی تقاضے کے خلا کو پر کرنے کے لیے اب بھی مارے مارے پھر رہے ہیں اور روحانیت کے نام سے روحانی ٹھگوں کے ہاتھوں پٹ رہے ہیں۔ ان کی فطرت اسلام کے چشمۂ صافی کی پیاسی ہے مگر کتاب و سنت کے چشمۂ صافی کا آب حیات انھیں کون پلائے......؟

مسلمانوں میں یونانی فلسفے کی گمراہی:

یونان کا وہی فلسفہ اور صوفیت جس نے عیسائیت کو کچھ سے کچھ بنا دیا، مامون الرشید کے ذریعے مسلمانوں میں رواج پذیر ہوا، جس کے نتیجے میں عجیب و غریب فلسفیانہ بحثیں شروع ہوگئیں، جن کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس سے فتنۂ خلق قرآن اٹھا اور معتزلہ کا فرقہ وجود میں آیا، جس نے اپنی ذہنی قلابازیوں اور موشگافیوں سے توحید جیسا سادہ، صاف اور فطری عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو حیران و پریشان اور عقائد کو متزلزل کرنا شروع کر دیا۔ لیکن اس عقیدے کے مقابلے میں کوئی محکم نظریہ جو اطمینان قلب کا باعث بن سکے، یہ فرقہ اسے نہ پیش کر سکا اور نہ ہی پیدا کر سکا۔ چنانچہ اس فتنے کا مقابلہ کرنے کے لیے ابو الحسن اشعری اٹھا اور علم کلام وجود میں آیا لیکن کچھ عرصہ بعد اس میں بھی رفتہ رفتہ اسی فلسفہ کی روح گھس گئی۔ اس طرح جو فن مذہب کے دفاع کے لیے وجود میں آیا تھا، محض ایک مذہبی فلسفہ بن کر رہ گیا۔ اس کے بعد امام غزالی رحمہ اللہ نے اس کا مقابلہ کرتے ہوئے عقائد اسلام کا کامیاب دفاع کیا اور اس فلسفے کے ساتھ جو صوفیت آئی تھی اس کا بھی ایک حد تک رد کیا۔ اس فتنے کے استیصال کے لیے امام غزالی رحمہ اللہ بڑے موزوں شخص تھے، کیونکہ وہ خود فلسفے کے امام مانے جاتے تھے اور اس کے کھوکھلے پن سے اچھی طرح آگاہ تھے، یہی وجہ ہے کہ حالات زمانہ کے مطابق انھوں نے جیسی توجہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی طرف کی ویسی وہ علم حدیث کی طرف نہ کر سکے۔ لہٰذا فلسفیانہ موشگافیوں سے ان کا دل جو پہلے ہی مضطرب تھا، بے زار ہوگیا اور انھوں نے ظاہری شان و شوکت چھوڑ کر بغداد یونیورسٹی کی چانسلر شپ سے استعفیٰ

دے دیا۔ مسلمانوں کے علمی اور اخلاقی زوال کا جائزہ لینے کے لیے عالم اسلام کا دورہ کیا اور اپنے تجربات اور فکر کا نچوڑ یوں نکالا کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخری حصہ کو علم حدیث کے لیے وقف کر دیا اور علمائے حدیث کی ہم نشینی اختیار کر کے بخاری و مسلم کا مطالعہ کیا اور اپنے دل کو حدیث رسول ﷺ کی حلاوت سے سکون پہنچایا، حتیٰ کہ جب آپ فوت ہوئے تو بخاری شریف آپ کے سینے پر تھی !!

حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ کی زندگی کا آخری عمل مسلمانوں کو پکار پکار کر یہ دعوت دے رہا ہے کہ عالم اسلام کے زوال کا اصل سبب قرآن و حدیث سے بے اعتنائی ہے۔

تقلیدی فرقوں کی انتہا پسندی:

اس بے اعتنائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں جو لکھا ہے اس کے مطابق یہ بے اعتنائی شخصی تقلید کی صورت میں چار سو سال بعد شروع ہوئی ...... پھر دھیرے دھیرے اس نے ایسی اندھی صورت اختیار کر لی کہ چھٹی صدی ہجری میں تصنیف ہونے والی احناف کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کو قرآن کی مثل قرار دے دیا گیا۔ مشہور حنفی عالم شامی کا کلام ملاحظہ کیجیے، لکھتے ہیں :

" اَلْهِدَايَةُ كَالْقُرْآنِ قَدْ نَسَخَتْ مَا صَنَّفُوْا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبٍ "

''ہدایہ قرآن کی طرح ہے، جس نے اپنے سے پہلے جو شرعی کتب لکھی گئیں، وہ سب منسوخ کر دیں۔''

یعنی جیسے قرآن کے آنے سے تورات اور انجیل منسوخ ہو گئیں ایسے ہی ہدایہ کی تصنیف سے حدیث اور دیگر اسلامی کتب منسوخ ہو گئیں۔ (نعوذ باللہ !) ایک نے کہا:

" كُلُّ آيَةٍ أَوْ حَدِيْثٍ تُخَالِفُ مَذْهَبَنَا فَهُوَ إِمَّا مُؤَوَّلٌ أَوْ مَنْسُوْخَةٌ "[1]

---

[1] اصول سرخسی ۔

''ہر وہ آیت قرآنی یا حدیث رسول ﷺ جو ہمارے مذہب کے مخالف ہوگی یا تو اس کی تاویل کی جائے گی یا اسے منسوخ سمجھا جائے گا۔''

دوسرے نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو:

" يَحْكُمُ بِالْمَذْهَبِ الْحَنَفِيِّ " ①

''وہ حنفی مذہب کے مطابق فیصلہ کریں گے۔''

شیخ الہند اور شیخ القرآن مولانا محمود الحسن دیو بندی نے تو کمال کر دیا، ایک مسئلہ میں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کی آراء کا ذکر کیا، اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے حدیث کے مطابق تھی اس لیے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اَلْحَقُّ وَالْاِنْصَافُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَعَ الإِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَنَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيْدُ إِمَامِنَا أَبِيْ حَنِيْفَةَ " ②

''اس مسئلہ میں حق اور انصاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں لیکن چونکہ ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں، ہم پر ان کی تقلید واجب ہے (یعنی حق اور انصاف کو تسلیم بھی کر کے ماننا نہیں ہے)۔''

اماموں کی تقلید کا ایک بھیانک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ مقلد علماء اسلام کے مجتہد بننے کی بجائے اپنے اپنے تقلیدی مذہب کے مجتہد بننے لگے۔ یہ ''مجتہد فی المذہب'' کے نام سے معروف ہوئے یعنی قرآن و حدیث جو اصل اسلام ہے، اس کے مجتہد نہیں بلکہ اپنے امام کے اقوال اور اپنے مذہب کی لکھی ہوئی کتابوں کے مجتہد بننے لگے۔ اس طرز عمل کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کے سامنے جس مسئلہ میں قرآن و حدیث کے فرامین اور ان کے اماموں کے فرامین میں اختلاف واقع ہوا تو یہ مقلد احادیث رسول ﷺ کو اپنے اماموں کے اقوال کے مطابق ثابت کرنے لگے۔ گویا وہ اپنے مذہب کی رنگین عینک لگا کر تقلیدی خراد کی مشین پر

---

① مقدمہ ردالمختار: ۵۹/۱۔ من حاشیہ ابن عابدین۔

② تقریر للترمذی: ۳۹، مطبع فاروقی لاہور۔

حدیث کا حلیہ بگاڑنے لگے اور جب اس کے باوجود بس نہ چلا تو فقہ حنفی کی معتبر کتابوں ''نور الانوار'' اور ''مرآۃ الاصول مع شرح مرقاۃ الاصول'' میں یوں لکھنے لگے:

''حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی خلاف قیاس حدیثیں رد کر دی جائیں گی کیونکہ یہ دونوں فقیہ نہیں ہیں۔''

اب مقلدین کا قیاس تو یہی ہے کہ ہر حدیث کو فقہ حنفی کے مطابق ہونا چاہیے اور جس صحابی سے روایت ہونے والی حدیثیں ان کے قیاس پر پوری نہ اتریں تو کس قدر ڈھٹائی اور گستاخی کی حد ہے کہ پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں، انہیں فقیہ ماننے سے ہی انکار کر دیا جائے!! ہمیں بتاؤ تو سہی اگر صحابہ رضی اللہ عنہم فقیہ یعنی دین کی سمجھ رکھنے والے نہیں ہیں تو پھر دنیا میں فقیہ ہے کون ......؟ ......فقہ کی رٹ لگانے والے مقلد اس کا کیا جواب دیں گے؟

غرض اس انتہا تک پہنچنے کے بعد پھر تقلیدی فرقے آپس میں لڑنے لگے۔ اپنے اپنے امام، اپنے اپنے مذہب اور اپنی اپنی فقہی کتابوں کے تحفظ میں فرقہ پرستی کے تقلیدی دنگل میں کود پڑے اور اس حد تک پہنچ گئے کہ بیت اللہ کو بھی معاف نہ کیا اور اللہ کی توحید کی بنیاد پر انسانیت کی وحدت کے مرکز کعبہ میں ان لوگوں نے قرآن و حدیث یعنی اسلام کے ایک مصلے کو ہٹا کر چار مصلے اپنے اپنے تقلیدی فرقوں کے نام پر بچھا ڈالے!!

خانقاہی نظام کا اجراء:

تقلید پرست علماء کی انتہا پسندی اور ان کے مناظراتی جنگ و جدل سے تنگ آنے والے لوگ ایک دوسری انتہا پسندی کا شکار ہو گئے۔ اب علماء کی بجائے صوفیاء وجود میں آنے لگے...... خانقاہیں تعمیر ہونے لگیں ...... شریعت و طریقت کے نام سے دین کے دو حصے کر دیے گئے ......!! باطنی سلسلے مختلف صوفیوں کے ناموں سے منظر عام پر آنے لگے ...... ان سلسلوں کے علمبردار لوگوں سے بیعت لے کر انھیں اپنے اپنے حلقۂ ارادت میں داخل

کرنے لگے...... ان سلسلوں کو تقدس کا روپ دینے کے لیے اکثر پیران طریقت اپنے اپنے سلسلوں کا سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچانے لگے...... اور یوں سید کے نام سے خاندان نبوت کی پوجا ہونے لگی......! ان لوگوں کا تضاد ملاحظہ کیجیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو اس وجہ سے ملوکیت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد بنا لیا تھا...... یہ لوگ خود اپنی خانقاہوں کے وراثتاً گدی نشین اور سجادہ نشین بننے لگے۔ صاحبزادے، سید زادے اور شہزادے کہلوانے لگے۔ مزاروں پر عرس، میلے، نذر و نیاز اور چادروں کے چڑھاوے شروع ہو گئے، قبریں غلافوں میں لپٹنے لگیں، عمل کی بجائے عملیات اور کرامات کے واقعات ملفوظات کی صورت میں مرتب ہونے شروع ہو گئے، جن میں لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے ولی کی شان جلالی کا نقشہ کچھ اس طرح سے کھینچا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے پروائی یا بے سمجھی سے حضرت کا احترام کما حقہ ادا نہیں کرتا تو فوراً اس پر غضب الٰہی نازل ہو جاتا ہے!! حضرت کی شان جلالی تسلیم نہ کرنے والوں کی کبھی ٹانگیں ٹوٹ جاتی ہیں تو کبھی یوں ہوتا ہے کہ ماننے والے عقیدت مندوں کی جانب سے نذر و نیاز نہ ملنے کی بنا پر بھینس کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ احکام الٰہی کی تو صریحاً خلاف ورزی ہوتی ہے اور شہنشاہ کائنات خاموش ہے لیکن پیر صاحب کی ذرا سی بے ادبی مصیبتوں کا طوفان لے کر نازل ہوتی ہے، ان کا تو مقام اس قدر بلند ہے کہ ان کی نظر کرم سے قوموں کی قسمت بدلتی ہے اور شان جلالی کے اظہار سے سلطنتوں کے تختے الٹے جاتے ہیں...... !! ایک بزرگ کو جب ملتان کے ایک نانبائی نے گوشت کی بوٹی بھون کر نہ دی تو حضرت نے اپنا ہاتھ بلند کیا تو سورج سوا نیزے پر آ گیا۔ شہر کے سب مرد، عورتیں اور بچے جل کر کباب ہو گئے !! مگر حضرت نے اپنی بوٹی تو روسٹ کر لی...... لیکن اس کے لیے سارے شہر کے باسیوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔

غرض اس قسم کے من گھڑت اور چیستانی قصوں سے مسلمان توہم پرستی کا شکار ہوئے اور ان میں شرکیہ اور کمزور عقیدے جنم لینے لگے کہ جو کبھی مشرکوں اور کافروں کا طرۂ امتیاز ہوا

کرتے تھے اور انہی عقائد کی بنا پر وہ مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل ہوئے اور آج الٹی گنگا یوں بہنے لگی کہ ان شرکیہ نظریات کو مسلمان کہلانے والوں نے اپنانا شروع کر دیا۔

مسلمانوں کے خلاف یہودی سازش:

یہودی جو اسلام کے ازلی دشمن ہیں، انھوں نے اپنی دشمنی کا وار اس طرح سے کیا کہ عبداللہ بن ابی، عبداللہ بن سبا اور حسن بن صباح کے ناموں سے اسلام میں داخل ہوئے۔ عبداللہ بن ابی اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا رہا۔ عبداللہ بن سبا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے زہر اگل کر بغض صحابہ کا مشن سرانجام دیتا رہا۔ پہلی خوراک اس نے سیاسی اختلاف کی صورت میں مسلمانوں کو دی۔ پھر یہ سیاسی اختلاف مذہب کی صورت میں ڈھل گیا اور پھر ''حب علی'' کا نعرہ بلند کر کے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف تبرے بازی کا آغاز کر دیا گیا...... صحابہ رضی اللہ عنہم جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھی، شاگرد، دین کے محافظ اور وارث تھے، جب انھیں نہ صرف ساقط الاعتبار شمار کیا گیا بلکہ تبروں سے نوازا گیا تو اب ایسے لوگوں کے پاس کون سا مذہب ہوگا؟ چنانچہ یہ ایسا مذہب تھا کہ جس کا اظہار یہ لوگ اعلانیہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ مذہب باطنی یعنی خفیہ تحریکوں کی صورت میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے لگا۔ تقیہ یعنی جھوٹ کی سیاہ چادر اس مذہب کی بنیاد ٹھہری اور جب کبھی انھوں نے طاقت حاصل کی تو پھر سیاہ پرچم اٹھا کر انھوں نے عالم اسلام کو سیاہ کرنے کی تمام تر کوششیں کیں۔ حسن بن صباح شیعی کی مصنوعی جنت اور مشاہیر اسلام کا قتل تاریخ کا حصہ ہے۔ اس وقت اسماعیلی کریم آغا خان کی سرگرمیاں پاکستان کے شمالی علاقہ گلگت میں خونریز فسادات کی شکل میں ڈھل چکی ہیں، شام اور لبنان کے باطنی فرقوں دروزیوں، بروزیوں اور نصیریوں کا مسلمانوں کے خلاف یہودیوں اور عیسائیوں کا کھل کر ساتھ دینا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اندازہ کیجیے زوال کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ مسلمان ان لوگوں کی بدعات اور عقائد کو بھی اپنانے لگے۔

عذاب الٰہی کا کوڑا:

غرض جب مسلمانوں کا حال یہ ہوگیا کہ وہ قرآن و حدیث کے دامن کو چھوڑ بیٹھے۔کبھی خام و سطحی عقلیت کہ جسے فلسفے کا نام دیا گیا، اسے اپنانا شروع کر دیا،من گھڑت قصے اور یوگ کے تجربات کہ جنھیں ملفوظات اور کرامات کا نام دیا گیا...... اس میں پناہ ڈھونڈنا شروع کردی، مراقبوں، مکاشفوں اور بزرگوں کے خوابوں کو دین سمجھنا شروع کردیا۔ سارے عالم اسلام میں مزارات ہی مزارات اور قبر پرستی عام ہوگئی۔ دشمنان صحابہ بھی اس کھیر میں گھل مل گئے تو مسلمانوں پر چنگیز اور اس کا بیٹا ہلاکو خان عذاب الٰہی بن کر ٹوٹ پڑا۔ خلیفۂ بغداد کے شیعی وزیر ابن علقمی نے ہلاکو خان کو بغداد میں داخل ہونے کا راستہ دیا اور پھر دجلہ مسلمانوں کے خون سے سرخ ہوگیا۔ لائبریریوں میں ان کا علمی ورثہ دریائے فرات کے حوالے کر دیا گیا جو کئی روز تک سیاہ ہوکر بہتا رہا۔ ہلاکو خان جو صحرائے گوبی کے اس پار منگولیا کی سرزمین سے اٹھا تھا، اس نے مسلمانوں کے اس جلال کو جو شرک کی دمک سے کھوکھلا ہو چکا تھا، دھڑام سے زمین پر دے مارا، لاکھوں مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر کے ان کی کھوپڑیوں کا مینار بنا دیا اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی......!!

طوفان ہلاکت میں زندگی کا سراغ:

اس سرخ و سیاہ طوفان ہلاکت کے آخری جھونکے ابھی چل رہے تھے، یہ متواتر تباہی مچاتے ہوئے جب بغداد کے بعد مصر و شام کی حدود میں داخل ہوئے تو گدی نشین حضرات اپنے آستانوں کی گدیوں کے ساتھ اور زیادہ چمٹ کر رہ گئے ...... بادشاہ وقت ہمت ہار کر بیٹھ گیا...... لوگ سیاسی اور روحانی رہنماؤں کا یہ حال دیکھ کر ہجرت کرنے لگے ...... کہ اللہ کا ایک موحد بندہ ''احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ '' اٹھا، بادشاہ وقت اور عوام الناس کو ان کی فراموش کی ہوئی دولت توحید کے کرشمے اور اس کی برکات یاد دلانے لگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت جہاد کی طرف بلانے لگا اور پھر میدان کارزار کی اگلی صفوں میں اہل توحید کو لے کر ایسی

بے جگری سے لڑا کہ جن لوگوں نے عالم اسلام کو تاراج کیا، معتصم و خوارزم شاہ کے کروفر کو خاک میں ملادیا، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے ہلاکت خیز طوفان کو اپنے جزبۂ توحید و جہاد کے سامنے پسپا کردیا۔ پھر جب میدان کارزار کے اس شمشیرزن نے فلسفے کی طرف اپنا رخ کیا تو خود اہل فلسفہ کے قائم کردہ بنیادی اصولوں سے اس کے رعب و دبدبہ کو ذلت وخواری میں مبتلا کردیا اور اشعری وغزالی کی طرح مدافعانہ دفاع کے بجائے جارحانہ حملہ کر کے اس کا ایسا پوسٹ مارٹم کیا کہ معتزلیوں کا نام قیامت تک کے لیے مٹا دیا اور مرعوبانہ ذہنیت رکھنے والے خام و سطحی عقلیت پرستوں کو ہمیشہ کے لیے یہ بتا دیا کہ نبوت کے جن حقائق کو تم اپنی محدود عقل کے خلاف دیکھتے ہوئے چیخنا چلانا شروع کردیتے ہو، وہ خلاف عقل نہیں ماورائے عقل ہیں اور تمھیں اپنی ناقص و محدود عقل کا احساس کر کے نور نبوت کا احسان مند اور مشکور ہونا چاہیے نہ کہ اس کے انوار و تجلیات کا انکار کردینا چاہیے۔

خانقاہی نظام اور علمبرداران طریقت کی طرف رخ کیا تو ان کے حلول و اتحاد کا عقیدہ، وحدۃ الوجود کا مسلک، ظاہر و باطن کی سرحد بندی، علوم سینہ کا فتنہ، رموز و اسرار اور مجذوبوں، اصلوں اور کاملوں سے قوانین شرعیہ کا سقوط اور احکام شریعت سے استثناء جیسے تمام فتنوں کا قرآن و حدیث کے دلائل سے قلع قمع کیا، جن کی بنیاد یونانی دیو مالائی فلسفہ، ہندوستان کا یوگ، مجوسیوں اور یہودیوں کی خرافات اور عیسائیوں کا راہبانہ نظام تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے اس بے باک اور نڈر سپاہی نے قرآن و حدیث کے نور کو محراب کے درسوں، منبر کے خطبوں، مناظرہ کی مجلسوں، بادشاہوں کے درباروں اور جیل کی کال کوٹھڑیوں تک ایسے والہانہ انداز سے پھیلایا اور عالم اسلام میں ایک ایسی علمی و عملی حرکت اور حیات نو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ دعوت کا ایسا ذخیرہ فراہم کردیا کہ جس کے نتیجے میں قرآن و حدیث کا ایک معجزہ ظہور پذیر ہوا۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے:

اسی چنگیز خان کی اولاد سے دنیا کی چار بڑی حکومتیں پرچم اسلام کے نیچے آ گئیں۔ دوسرے لفظوں میں تلوار کی فاتح قوم قرآن کی مفتوح ہوگئی۔ یہاں تک کہ دریائے والگا کی وادی میں سیراوردہ کا حکمران جو مسلمان ہوگیا تھا، ہلاکو خان کے متعلق یہ سن کر کہ اس نے بغداد پر حملہ کیا ہے، اس کے بالمقابل فوجیں لے آیا۔

اسی چنگیز خان ہی کی نسل سے برکہ خان جو روس کے بالائی حصہ میں سرائے کی عظیم الشان سلطنت کا پہلا مسلمان حکمران تھا، بادشاہ ہوا اور اسی سلطنت کا ایک حکمران محمد اوزبک خان ۱۳۱۳ء تا ۱۳۴۱ء میں دوسرا مسلمان بادشاہ ہوا کہ ماسکو جس کی باجگزار ریاست تھی اور مسلمانوں کو جزیہ ادا کرتی تھی۔ لیکن آج یہ تمام مسلم اکثریت کے علاقے روس کے استبدادی پنجے میں جکڑے ہوئے کراہ رہے ہیں اور ترکستان کا علاقہ اس کے علاوہ ہے جسے پہلی صدی ہجری میں اموی سپہ سالار قتیبہ بن مسلم نے فتح کیا تھا اور کاشغر سے لے کر طرفان تک کے علاقے میں پرچم اسلام لہرا دیا تھا۔ مزید برآں یہ کہ ترکستان جو رقبے کے اعتبار سے پاکستان سے چار گنا بڑا ہے، آج مغربی اور مشرقی ترکستان میں تقسیم ہو چکا ہے۔ مغربی حصہ روس کے قبضے سے آزاد ہو چکا ہے جبکہ مشرقی حصہ سنکیانگ کے نام سے چین کے صوبے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، جس کی سرحد شاہراہ قراقرم کے راستے درۂ خنجراب سے مل کر پاکستان سے ملتی ہے۔

کیا برصغیر میں اسلام صوفیاء کے ذریعہ پھیلا؟

جس شخص نے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کی اور مومنوں کی راہ کے علاوہ کسی اور راہ پر چلا (یعنی شریعت کو چھوڑ کر طریقت یا کسی دوسری راہ کو اپنایا) تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ خود پھرا اور اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔'' (النساء: ۱۱۵)

کیا برصغیر میں اسلام صوفیاء کے ذریعہ پھیلا؟

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے اور معاشرے میں مشہور بھی یہی ہے کہ برصغیر میں اسلام کی تبلیغ کا سہرا ''صوفیاء'' کے سر ہے!...... اور یہی بات نئی نسل کے معصوم ذہنوں میں تعلیمی نصاب کے ذریعے راسخ کی جا رہی ہے۔ وہ ''صوفیاء کا اسلام'' جو برصغیر میں پھیلایا گیا تھا، اس کے اثرات کیا تھے؟ یہ ایک الگ موضوع ہے لیکن یہاں ہم مذکورہ بالا دعویٰ کہ ''برصغیر میں اسلام صوفیاء نے پھیلایا'' کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ آیئے! دیکھتے ہیں اصل حقیقت کیا ہے......

آیئے! اب ہم برصغیر کا رخ کرتے ہیں جس کے متعلق ہم تاریخی حقائق سے عام غلط فہمی دور کر دینا چاہتے ہیں کہ یہاں اسلام کا پیغام صرف اور صرف صوفیائے کرام کے ذریعے پھیلا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی سرزمین سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پھیلائی ہوئی قرآن و حدیث کی روشنی سے منور ہوئی۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی کی کتاب ''فقہائے ہند'' میں اس اجمال کی مختصر تاریخی روداد حسب ذیل ہے:

''تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سری لنکا جیسے دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی تھی۔ لہٰذا دو

آدمی آپ ﷺ کی نبوت کے متعلق سن کر عازم سفر ہوئے، لیکن جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا سے تشریف لے جاچکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت مختصر تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے زمانے میں بے شمار فتوحات کا آغاز ہوا۔ آپ ﷺ کے زمانے میں صحابئ رسول ربیع بن زیاد حارثی مذحجی رضی اللہ عنہ نے کرمان اور مکران کے علاقے میں جنگ لڑی۔ عاصم بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ نے سندھ اور سجستان کے علاقے فتح کیے۔ عبداللہ بن عمیر اشجعی رضی اللہ عنہ نے سندھ کے بعض شہر زیر نگیں کیے اور شہادت پائی۔ طبری اور الکامل ابن اثیر کی روایات کے مطابق سعد بن عدی ابن مالک خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ نے بلوچستان پر پرچم اسلام لہرایا۔ ۱۵ ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر بحرین و عمان عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حکم بن ابو العاصی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ہمراہ ہندوستان کی ایک بندرگاہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ یہ بندرگاہ بمبئی کے قریب تھی اور دوسرے بھائی مغیرہ بن ابوالعاصی رضی اللہ عنہ کو موجودہ کراچی کے قریب بھیجا تھا۔ یہ تینوں صحابی تھے اور حضرت عثمان بن ابوالعاصی رضی اللہ عنہما تو خیار صحابہ میں سے تھے، جنھیں اللہ کے رسول ﷺ نے طائف کا والی بھی مقرر کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۳۱ھ کو مکران اور بلوچستان فتح ہوئے اور مجاشع ابن مسعود بن ثعلبہ سلمی رضی اللہ عنہ اس لشکر اسلام کے ہمراہ خاصی مدت تک بلوچستان میں مقیم رہے۔ العقد الثمین کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قلات فتح ہوا۔ اہل قلات نے بیس ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور حارث بن مرہ عبدی کی کمان میں مسلمانوں نے جب نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے

حملہ کیا تو پہاڑوں میں نعرۂ توحید کی ہیبت ناک گونج سے اہل قلات بھاگ اٹھے اور مسلمانوں نے قلات فتح کرلیا۔

۴۴ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مہلب بن ابی صفرہ نے کابل اور ملتان تک کا درمیانی علاقہ روند ڈالا اور دوسری جانب بنوں اور کوہاٹ کے نزدیک تک پہنچ گئے۔

غرضیکہ تاریخ و سیر کی کتابوں کے مطابق ۲۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان سے کہیں زیادہ تعداد میں تابعین اور تبع تابعین برصغیر میں سندھ اور شمال مغربی سرحد کی طرف سے اسلام کا پیغام لے کر آئے اور ان علاقوں کو نور توحید سے منور کیا۔

تابعین کے گروہ میں سعد بن ہشام انصاری جیسے جلیل القدر تابعی بھی شامل ہیں، جنھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سماع حدیث کیا اور جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بھی شاگرد تھے۔ یہ مکران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شہید ہوئے۔

تبع تابعین کے گروہ میں سندھ کے امام الحدیث عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی قابل ذکر ہیں۔''

غرض مکران کا علاقہ کہ جس پر باقاعدہ عرب مسلمان گورنر حکومت کر رہے تھے، راجا داہر نے یہاں کے گورنر سعید بن اسلم کے مخالف عرب قاتلوں کو پناہ دے کر عرب حکومت سے مخالفت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ پھر چند سال بعد خلیفۃ المسلمین کے لیے آنے والے جہازوں کے لوٹنے کا واقعہ دیبل کی بندرگاہ پر پیش آگیا۔ یہ جہاز جو تحائف سے لدے ہوئے تھے اور جن پر ان مسلمانوں کی بیویاں اور بچے بھی تھے جو لنکا میں وفات پا گئے تھے، پھر حجاج بن یوسف نے ان جہازوں کے متعلق سندھ کے راجا داہر کے غیر مطمئن جواب سے غضب ناک ہو کر محمد بن قاسم رحمہ اللہ کو بھیجا، جس نے سندھ پر قبضہ کرلیا جبکہ راجا داہر اس جنگ میں

مارا گیا۔ چار سال بعد محمد بن قاسم رحمہ اللہ کو واپس بلا لیا گیا۔

محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے بعد آنے والے جانشین اچھی طرح نظم و نسق قائم نہ رکھ سکے۔ بہر حال ساٹھ ستر سال تک تو مقامی بغاوتوں کے خلاف عربوں کا پلہ بھاری رہا لیکن عباسیوں کے دور میں یہ علاقہ آہستہ آہستہ قرامطیوں کی سازشوں اور مقامی سرداروں کی بار بار کی بغاوتوں سے بالکل ہی ہاتھ سے نکل گیا۔

باطنی اسماعیلی فرقہ کی اسلام دشمن کارروائیاں:

مزید المیہ یہ ہوا کہ جس زمانے میں شیعوں کے فرقہ اسماعیلی عقائد کے لوگ فاطمی خلفاء کے نام سے مصر و شام پر قابض تھے تو ان کے داعی اور مبلغ جنھیں قرامطی کہتے ہیں، خلافت عباسیہ کے علاقوں میں جا کر اپنے مذہب کا پرچار اور فاطمیوں کی بیعت کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ان میں پہلا اسماعیلی داعی ۲۷۰ھ میں سندھ میں آیا۔ اس کے بعد دوسرے داعی آنے لگے اور انقلاب کی راہ ہموار کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے کہ انھوں نے قاہرہ کی فاطمی حکومت کی مدد سے ۳۶۴ھ میں ملتان پر قبضہ کر کے فاطمی شیعی خلفاء کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔

ان قرامطیوں کی مسلم دشمنی کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرامطی حاکم ابو الفتح داؤد نے سلطان محمود غزنوی کے خلاف ہندو راجا جے پال کی مدد کی تھی۔ غرض انھوں نے اپنے دور حکومت میں سندھ کے مسلمانوں پر طرح طرح سے سختیاں کرنا شروع کر دیں، اپنے عقائد کو قوت اقتدار سے پھیلانا شروع کر دیا اور مسلمان امراء اور علماء پر حملے کر کے انھیں قتل کرنا اپنا دل پسند مشغلہ بنا لیا۔ لہٰذا سندھ کا علاقہ ایسے محدثین اور علماء کے وجود سے خالی ہونا شروع ہو گیا جو قرآن و حدیث کے نور سے سندھ کو منور کیے ہوئے تھے اور یہ وہ اہل حدیث علماء تھے جن کا ذکر قاضی عبد الرحیم سمعانی نے اپنی مشہور کتاب ''الانساب'' میں کیا ہے۔

جہاں تک اہل سندھ کے مسلک کا تعلق ہے تو علامہ بشاری جب بیت المقدس سے فلسطین میں آئے تو وہ اپنے حالات سفر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(سندھ کے اکثر باشندے اہل حدیث ہیں) مگر اب اسماعیلیوں اور قرامطیوں کے پرتشدد حملوں اور شیعی بدعات وخرافات کے رواج پذیر ہوجانے کی وجہ سے سندھ کے علاقے موحدین کے وجود سے خالی ہونا شروع ہوگئے اور اسماعیلی قرامطی مبلغ سندھ، ملتان اور مکران میں چھا گئے۔''

عرب سیاح مقدسی کے بیان کے مطابق ملتان میں تو ان کا اس قدر زور تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر ملتان کے تخت پر کوئی بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اذان میں یہ لوگ ((حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ)) کہتے تھے۔

تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں اور ہندوؤں میں بس نام کا ہی فرق باقی رہ گیا تھا اور بعض خاندانوں میں وہ بھی غائب تھا۔

اہل اسلام کے خلاف ابھی ان کی سازشیں جاری تھیں کہ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے ان قرامطیوں کا خاتمہ کر دیا لیکن سلطان نے چونکہ ہندوستان میں اپنی کوئی باقاعدہ حکومت قائم نہیں کی جس کی وجہ سے ان کا اقتدار تو ختم ہوگیا لیکن برصغیر میں ان کے عقائد و نظریات کا کوئی سدباب نہ ہو سکا، جو اتنے پھیل چکے تھے کہ بعد میں آنے والے صوفیائے کرام بھی ان شیعی اثرات سے اپنا دامن کلی طور پر بچا نہ سکے۔

ایران میں شیعی اقتدار اور ہندوستان میں صوفیت کا راج:

اس کے بعد دوسرا بڑا حادثہ یہ ہوا کہ ایران میں خاندان صفویہ کے نام سے متعصب شیعی حکومت قائم ہوگئی جو اہل سنت پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑنے لگی۔ یوں یہ حکومت اہل حجاز اور برصغیر افغانستان وترکستان وغیرہ کے درمیان حائل ہوکر دیوار بن گئی۔ ان علاقوں میں عربی

کی بجائے فارسی کا دور دورہ ہوا اور اسی زبان میں دینی اور علمی کتب لکھی جانے لگیں جبکہ اس سے قبل دینی اور علمی کتابیں عربی زبان میں لکھی جاتی تھیں اور اسی وجہ سے پورے عالم اسلام میں علمی، فکری اور دینی ہم آہنگی تھی۔ لیکن اب اس خلیج کے حائل ہو جانے پر یہ ہم آہنگی ناپید ہونا شروع ہوگئی اور یوں ان خطوں کا مرکز اسلام حجاز سے تعلق کمزور ہوتا چلا گیا اور اس کمزوری کے نتیجے میں سرزمین عجم سے امام بخاری، امام مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر محدثین کی بجائے صوفیائے کرام اور اہل طریقت پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ ان لوگوں میں اکثر شیعوں اور تاتاریوں کے ستائے ہوئے تھے جو اپنے اپنے علاقے چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائے، کیونکہ ہندوستان اس فتنے سے محفوظ رہا تھا۔

اب ہندوستان میں چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، صابریہ، نظامیہ، شتاریہ، ملامتیہ، روشنیہ غرض بے شمار اور نت نئے سلسلے وجود میں آنے لگے اور ان سلسلوں کے بانی اور خلفاء غوث، قطب، ابدال، قلندر اور قیوم بنا دیے گئے کہ جن کے اختیارات اور تصرفات ملاحظہ کریں تو اللہ تعالیٰ جو معبود حقیقی ہے، کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

باعث تعجب بات یہ ہے کہ بے شمار فرقے ایجاد کرنے کے باوجود یہ لوگ اپنے آپ کو حنفی مقلد کہلانے کے دعویدار تھے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنا فرقہ ایجاد کرنے کے بعد کوئی شخص کسی کا مقلد نہیں رہ سکتا۔

جہاں تک احادیث رسول ﷺ کا تعلق ہے، یہ لوگ اس سے کوسوں دور تھے اور اس حد تک دور تھے کہ سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد سلطنت میں مشہور مصری محدث جناب شمس الدین نے جب برصغیر کے صوفیانہ اور مشرکانہ حالات سنے تو وہ احادیث رسول ﷺ کا علم پھیلانے کے لیے ملتان تشریف لائے اور اپنے ہمراہ حدیث کی کتابیں بھی لائے، لیکن جب انھوں نے علم حدیث سے یہاں کے علماء کی حد سے بڑھی ہوئی بے اعتنائی دیکھی تو شاہ ہند کے سامنے بڑے رنج وغم اور کرب کا اظہار فرمایا۔ مقلد درباری علماء کو جب اس کی

خبر ہوئی تو وہ اس محدث کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ خاموشی کے ساتھ یہ محدث واپس تشریف لے گیا اور ہندستان ایک بڑے عرصے کے لیے علم حدیث کے نور سے محروم ہوگیا۔

خاندان مغلیہ کے بانی بابر بادشاہ کے بیٹے ہمایوں کو شیر شاہ سوری نے اقتدار سے محروم کر دیا۔ پھر شیر شاہ سوری کی وفات کے بعد ہمایوں ایران کے شیعی صفوی بادشاہ طہماسپ کی مدد سے تخت دہلی پر دوبارہ قابض ہوا اور اپنے ہمراہ ایران سے ایرانی علماء اور شیعی اثرات لے کر آیا، یہاں تک کہ مملکت میں ایرانیوں کا عمل دخل بہت بڑھ گیا۔ پھر ہمایوں کے بعد اس کا ان پڑھ مگر ذہین بیٹا جلال الدین اکبر تخت نشین ہوا، جس کی مذہبی حالت اکبر کے زمانے کی لکھی ہوئی معتبر کتاب ''منتخب التواریخ'' کے مطابق کچھ اس طرح تھی:

> ''اکبر بزرگوں کا انتہائی عقیدت مند تھا، ان کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا، ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر شب بیداری کرتا اور مجلس سماع سنتا تھا۔ ایک مرتبہ شہزادہ سلیم کی ولادت کے شکرانہ میں بادشاہ نے اجمیر کا پیادہ پا سفر کیا۔ ایک دفعہ اسی اجمیر کا سفر کرتے ہوئے سات کوس تک ننگے پاؤں پیدل مزار پر حاضر ہوا اور نذر و نیاز دی۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے جہانگیر کی ولادت سے قبل رانی جودھیابائی کو شیخ سلیم چشتی کے گھر بھیج دیا تاکہ ان کی توجہ اور دعا رانی کے شامل حال رہے۔ بادشاہ نے ایک مرتبہ سلسلہ شتاریہ کے مشہور بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاری کے گزارہ کے لیے ایک کروڑ دام کی سالانہ آمدنی کی جاگیر مخصوص کر دی۔ ایسے ہی جب خان زمان نے اکبر کے خلاف بغاوت کی تو اس کے مقابلے پر نکلنے سے پہلے بادشاہ نے دہلی کے تمام اولیاء کے مزارات پر حاضری دی۔''

اکبر کا دین الٰہی اور صوفیت کی سر پرستی:

آپ اکبر کی دینی حالت اور مذہبی دلچسپی کا اندازہ لگائیں جس کا رکن اعظم مزارات پر

حاضری، بزرگوں کی نذر و نیاز اور محافل ذکر و سماع کے سوا کچھ نہ تھا، بادشاہ اکبر کے یہ وہ موروثی اور ابتدائی مذہبی حالات تھے جن پر اس نے اپنے تیموری آباؤ اجداد کو پایا تھا۔ اس کے بعد تزک جہانگیری کے بیان کے مطابق بادشاہ نے مختلف مذاہب کے علماء وفضلاء سے مذہبی گفتگو کرنا شروع کر دی۔ پھر حالات یہاں تک پہنچ گئے کہ عیسائی، ہندو اور دیگر مذاہب والے بلا روک ٹوک دربار میں مناظرہ کرتے اور اکبر سنتا رہتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس وقت کے حالات کو تاریخی حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو صورت حال کچھ یوں واضح ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کے حقائق کی عدم موجودگی میں جب اکبر نے صوفیت کے نظام کو ہی دین اسلام سمجھ لیا تو مناظرے کروانے کے بعد اس نے سوچا کہ اس دین کی جس کا میں پیرو ہوں دوسرے ادیان پر کوئی خصوصیت نظر نہیں آتی اور ان تمام مذاہب کی بنیادی روح میں ماسوائے اصطلاحات اور ناموں کے اختلاف کے کوئی امتیاز دکھائی نہیں دیتا، تو اس نے خوشامدی امراء اور درباری علماء کے غلط مشوروں سے ہندومت اور مسلمانوں کی صوفیت کو غلط ملط کر کے اور اپنی ذہانت کو بروئے کار لاکر ''دین الٰہی'' کے نام سے نیا دین جاری کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نئے دین کی ذمہ داری ان لوگوں پر پڑتی ہے جن کا اکبر اور اس کا پورا خاندان گرویدہ اور مرید تھا کہ بادشاہ کو جو کچھ ان پیروں سے ملا، حالات زمانہ کے مطابق اس کا انجام سامنے آ گیا اور ہندوستان کی عظیم سلطنت مزید تاریکیوں کی نذر ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ عقیدۂ وحدت ادیان اور بعض مقامات پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک دوسرے کے بزرگوں سے یکساں عقیدت و احترام اور معاشرتی و مذہبی اختلاط کے آثار و باقیات آج تک برصغیر میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

نور سحر کے آثار:

پروردگار عالم کی رحمت سے ہندوستان پر شرک وبدعت کی چھائی ہوئی اندھیری رات سے قرآن وحدیث کے نور کی سحر پھوٹنا شروع ہوئی۔ ہوا یوں کہ اکبر ہی کے زمانہ میں جب

گجرات فتح ہوا تو ہندوستان کا تعلق بحری راستے کے ذریعے حجاز سے پیدا ہوا اور علوم اسلامی کے طالبین خطرناک راستوں صحراؤں اور جنگلوں کے سفر سے بچ گئے اور سورت و کھمبائت کی بندرگاہوں سے جہازوں میں بیٹھ کر حجاز پہنچنے لگے اور علوم اسلامی کے اصل سرچشموں سے اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔

چنانچہ اسی دور میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی حجاز رحمہ اللہ میں تعلیم کی تکمیل کر کے واپس لوٹے تو علم حدیث کو ایک نیا فروغ حاصل ہوا۔ لیکن ہندوستان کی شریانوں میں صدیوں سے تصوف کا روگ کچھ ایسا سرایت کر گیا تھا کہ محدث دہلوی بھی اس سے پوری طرح اپنی جان نہ چھڑا سکے اور ''اخبار الاخیار'' جیسی کتاب تصنیف کر گئے۔

ایسے ہی شیخ احمد سرہندی فاروقی نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف کافی سارا تجدیدی کام کیا اور بعض معاملات مثلاً میلاد اور بدعت حسنہ وسیۂ کی تفریق کے خلاف لکھتے ہوئے رد بدعت اور احیائے سنت کا کارنامہ بھی سرانجام دیا۔ لیکن خانقاہی نظام اور تصوف کی غیر اسلامی تعبیرات سے وہ بھی چھٹکارا حاصل نہ کر سکے اور وحدۃ الشہود کی صوفیانہ فکر کو ایجاد کرنے کے علاوہ ولایت کے ایک مقام ''قیومیت'' کے ایک ایسے نظریے کی طرف اشارہ دے گئے جسے بعد میں ان کے خلفاء نے اتنا بڑھایا کہ اللہ اور قیوم کے درمیان انیس بیس کا فرق شاید ہی رہ گیا ہو اور یوں حضرت کے جانشینوں نے حضرت مجدد کو قیوم اول اور خواجہ معصوم کو قیوم ثانی قرار دے دیا اور خواجہ معصوم کی وفات پر تو ان کے وارثوں میں سے ہر ایک نام نہاد قیومیت کا دعویدار تھا اور یہ آپس میں اس بات پر لڑ رہے تھے کہ قیوم میں ہوں یعنی دنیا میرے سر پر قائم و دائم ہے۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر فوت ہوئے، انہی کے زمانے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور مغلوں کے دور زوال ۱۷۳۱ء میں دہلی سے حجاز گئے۔ یہ وہی دور ہے جس میں وقت کا عظیم مصلح اور مجدد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (۱۷۰۳ء-۱۷۹۲ء) ریگستان نجد میں ظہور پذیر ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اسلام کی وہ خدمت کی ہے جو

سہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ خاص طور پر انھوں نے قرآن مجید کا اس وقت کی سرکاری اور علمی زبان فارسی میں ترجمہ کر کے فہم قرآن کو عام کرنے کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ قرآن کتاب ہدایت ہو کر نازل ہوا ہے محض کتاب قراءت ہو کر نہیں۔ پھر آپ نے سفر حجاز کے دوران وہاں شیخ ابو طاہر سے علم حدیث حاصل کیا اور ہندوستان میں اس نور کو عام کیا۔ اسلام کا پرحکمت اور انقلابی تصور پیش کیا لیکن شاہ صاحب جیسا عظیم مصلح جو حقیقتاً حکیم الامت تھا، تصوف سے اپنا پیچھا وہ بھی نہ چھڑا سکے اور ''انفاس العارفین'' جیسی متصوفانہ کتابیں بھی ان کے نام سے ہمیں ملتی ہیں، جن کے بارے میں اغلب گمان یہی ہے کہ وہ ان کے پہلے دور کی لکھی ہوئی ہیں۔ بہرحال اب قرآن وحدیث کی برکت سے صوفیت کا زور بتدریج کم اور علم حدیث کا غلبہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے چاروں بیٹوں شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ نے قرآن وحدیث کے نور کو پھیلانے کی بے مثال جدوجہد کی اور اردو زبان میں قرآن مجید کا پہلا بامحاورہ اور لفظی ترجمہ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر رحمہما اللہ نے کیا، جس سے قرآن کا نور گھر گھر عام ہو گیا۔

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ:

یہ حقیقت بھی بھولنے نہ پائے کہ خانقاہی نظام کی ظلمت میں قرآن وحدیث کا نور ہدایت سرزمین حجاز سے وابستہ ہونے کے بعد نصیب ہوا، وہ سرزمین حجاز جہاں اللہ اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو عراق کی متمدن دنیا سے نکال کر لایا اور اڑھائی ہزار سال کے طویل عرصے میں ایک عظیم الشان عرب قوم کے بے آب وگیاہ وادی میں تیار کیا جو سادگی، بہادری، وفا شعاری اور دیگر فطری خوبیوں میں اپنی مثال آپ تھی۔ ایسی قوم میں اپنا آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیج کر عربوں کو امامت عالم کا منصب جلیلہ عنایت فرمایا۔

بارھویں صدی ہجری میں جب یہ قوم اپنے عہد توحید کو بھولنے لگی تو سرزمین نجد میں

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے مجاہدین کی معرکہ آرائیوں کی داستان کا امین ''دریائے دوڑ'' اس کے ایک کنارے پر ''قبرستان شہیداں'' واقع ہے۔ جہاں مجاہدین تحریک بالاکوٹ مدفون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ جیسے مجدد کو پیدا فرمایا، جس کے جذبۂ توحید اور ایمانی خلوص نے محمد بن سعود کو شرک و بدعت کے لیے شمشیر بے نیام بنا دیا اور یوں رحمت رحمان سے انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جزیرہ نمائے عرب کا بہت بڑا حصہ شرک وبدعات کی ظلمتوں سے نکل کر پھر خالص قرآن وحدیث کے نور سے جگمگا اٹھا۔ یہ حسین دور جو ابھی مستحکم نہیں ہوا تھا، طرح طرح کی سازشوں سے مصری حکمران محمد علی کے ذریعہ ۱۸۱۸ء میں ختم کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ ۸۰ سال بعد بیسویں صدی عیسویں کے شروع میں اسی خاندان سے عبدالعزیز ابن سعود ایک بار پھر پرچم توحید لے کر اٹھا اور ۳۰ سال کی عمر میں صرف ۲۵ فرزندان توحید کے لشکر سے ریاض پر قبضہ کرلیا اور شریف مکہ اور ترکوں کی متحدہ قوت کو کچلتے ہوئے سرزمین حجاز اور جدہ پر قبضہ کر کے مملکت سعودی عرب کی بنیاد رکھ دی اور شرک و بدعات کے تمام اڈوں کو پیوند خاک کر کے اسلام کی عظیم نعمت توحید سے لوگوں کو بہرہ ور کیا۔

ادھر روح جہاد سے عاری برصغیر کے اکثر علماء جنھوں نے حج کے پر خطر راستوں کا خوف دکھا کر فریضۂ حج موقوف کر رکھا تھا، اسے زندہ کرنے کے لیے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے پوتے شاہ اسماعیل بن شاہ عبدالغنی سید احمد شہید کی امارت میں ایک عظیم الشان قافلہ لے کر ۱۲۳۷ھ میں حجاز روانہ ہوئے اور فریضۂ حج ادا کیا اور وہاں ۱۴ ماہ قیام کیا۔

شاہ صاحب کا وعظ ''اس بازار میں !!'':

یہ قافلہ جب واپس ہندوستان لوٹا تو شرک کے خلاف توحید کی دعوت کا کام پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ شروع کر دیا گیا۔ شاہ صاحب دہلی شہر کی مساجد، چوراہوں اور گھروں میں جا کر توحید کی دعوت دینے لگے۔ ان کے خطبات اور دعوت کی اثر پذیری کا شہرہ پورے شہر میں پھیل گیا۔ شاہ صاحب دعوت میں کس قدر سرگرم تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ ایک روز دعوتی گشت کے دوران انھیں معلوم ہوا کہ دہلی کے ''اس بازار میں'' چوبارے والیوں کا ایک بہت بڑا جشن منعقد ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب بھیس بدل کر وہاں پہنچ

گئے، دروازے پر جا کر خیرات مانگنے کی صدا لگائی۔ آنے والی خیر ڈالنے لگی تو شاہ صاحب نے کہا: ''جب تک اپنی صدا نہ سنا لوں، خیر نہیں لوں گا......'' بات جشن کی رئیسہ تک پہنچی، وہ کہنے لگی: ''آنے دو۔'' شاہ صاحب نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا، پھر وعظ کہنا شروع کر دیا۔ وعظ میں اللہ کی عظمت تھی، توحید تھی، عفت و عصمت کا سودا کرنے والیوں کے لیے اللہ کی جہنم کے عذاب کا خوف ناک نقشہ تھا...... دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ تھا اور تائب ہونے کی صورت میں جنت کی نعمتوں کا ذکر تھا...... وعظ کے بعد......!! اب یہ سب شاہ صاحب کے وعظ سے تائب ہو چکی تھیں......!! آنکھوں سے آنسو رواں تھے......اور اس جشن کی ملکہ تو اس قدر تائب ہوئی کہ بعد میں وہ شاہ صاحب کے لشکر کے ساتھ ہو کر چکی سے آٹا پیستی اور مجاہدین کے لیے روٹیاں پکایا کرتی تھی۔

دعوت توحید اور اہل دربار:

شاہ صاحب نے ''تقویۃ الایمان'' جیسی ایمان افروز کتاب بھی لکھی، جس نے لاکھوں لوگوں کو شرک و بدعت کی دلدل سے نکال کر توحید وسنت کے لہلہاتے باغ میں لا کھڑا کیا۔ شاہ صاحب نے جب پنجاب میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم سنے تو پورے پنجاب کا خود دورہ کیا اور پھر وہ لوگ کہ جو اہل توحید بن چکے تھے، ان کا ایک لشکر تیار کیا اور سکھوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ''سرحد'' کو اپنا ٹھکانا بنایا۔ اب یہ قافلہ دعوت و جہاد کا قافلہ تھا۔ آج بھی صوبہ سرحد میں ''گلیات'' ایبٹ آباد، مانسہرہ اور ہزارہ کے سینکڑوں دیہات میں سے کسی گاؤں میں جا کر پوچھیے کہ آپ کیسے اہل حدیث ہوئے ......؟......تو وہ بتلائیں گے کہ شاہ شہید کا قافلہ یہاں سے گزرا تھا ...... اس نے ۲ دن یہاں قیام کیا تھا...... توحید کی دعوت کا کام کیا تھا...... چنانچہ اس وقت سے لے کر یہ گاؤں اہل حدیث کا گاؤں ہے۔

پھر ایک وقت آیا اللہ نے دعوت و جہاد کا ثمر اس طرح بھی عطا فرمایا کہ ان مجاہدین نے سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے سرحد کے صدر مقام پشاور سمیت بہت بڑے علاقے پر

قبضہ کر کے اسلام کا پرچم لہرا دیا۔

سکھ تو تلملا ہی رہے تھے، ادھر انگریز کی فکر بھی دو چند ہوگئی۔ چنانچہ انگریز نے سکھوں کی ہر طرح مدد کی۔ گدی نشینوں کو یہ کہہ کر ابھارا کہ یہ وہابی ہیں، تمھاری گدیاں نہیں چھوڑیں گے۔ وہاں کے خانوں کو طرح طرح کے لالچ دینے کے علاوہ یہ کہہ کر بغاوت پر آمادہ کیا کہ یہ دور دراز سے آنے والے لوگ اب تم پر حکمرانی کر رہے ہیں اور تم سے عشر کے نام پر غلہ وصول کرتے ہیں۔

چنانچہ سرداروں اور خانوں نے ایکا کر کے ایک روز ایک ہی وقت میں سید شہید کے عاملین کو حالت نماز میں مختلف مقامات پر شہید کر دیا۔ پھر جب چھ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کا معرکہ پیش آیا تو عین اس وقت کہ جب اسلام اور کفر کے لشکر آمنے سامنے تھے، مذکورہ مذہبی اور سیاسی رؤساء عبداللہ بن ابی کا کردار ادا کرتے ہوئے شاہ صاحب سے الگ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد معرکہ حق و باطل ٹھن چکا تھا۔ شاہ شہید کی پیشانی جو ہر روز اپنے مالک کے حضور کئی بار سر بسجود ہوا کرتی تھی، آج راہ حق میں شہادت کے لیے گولیوں کا سامنا کر رہی تھی، داڑھی خون سے رنگین تھی۔ شاہ شہید یہ کہتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے کہ ''میں تو وہیں جاتا ہوں جہاں امیر المومنین ہیں!!''...... اور ادھر عرش عظیم کا مالک اپنے مجاہدوں کے استقبال کے لیے اپنے فرشتے بھیج رہا ہوگا، حوریں آیا ہی چاہتی ہوں گی اور یہ لوگ تھوڑی دیر بعد بالاکوٹ سے اپنے اللہ کی جنت کے بالا خانوں میں آرام فرما ہوں گے۔ (ان شاء اللہ!)

شاہ شہید رحمہ اللہ کے بعد......:

انگریزوں نے شاہ شہید رحمہ اللہ کے خلاف سکھوں کا بھرپور ساتھ دیا تھا کیونکہ انھیں پتا تھا کہ اگر مجاہدین سکھوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہندوستان پر ہم حکمرانی نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ شاہ شہید رحمہ اللہ کے بعد انگریز نے پنجاب کو سکھوں سے ہتھیا لیا اور پھر سرحد کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے جانشین مولانا عنایت اللہ اور

مولانا ولایت علی رحمہ اللہ انگریزوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ تحریک جہاد کسی نہ کسی صورت میں جاری رہی۔ ہندوستان کے اطراف و اکناف میں اس تحریک کے جو کارندے تھے مخبری ہونے پر انگریز ان پر عرصۂ حیات تنگ کرتا رہا۔ اس نے مولانا جعفر تھانیسری رحمہ اللہ کو کالے پانی کی سزا سنائی۔ مولانا یحییٰ رحمہ اللہ کی داڑھی مونڈھ ڈالی اور دیگر بے شمار مجاہدین کو پھانسیوں پر چڑھایا گیا اور جس کے بارے میں بھی معلوم ہوا کہ یہ وہابی ہے اور مجاہدین کے ساتھ اس کا کسی قسم کا تعلق ہے، اسے معاف نہ کیا گیا۔ تقسیم برصغیر کے حوالے سے مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ اس تحریک جہاد کے وہ آخری مرد مجاہد تھے جن کی گرفتاری کے لیے انگریز نے بہت بڑا انعام مقرر کر رکھا تھا۔ وہ بھیس بدل کر لاہور میں جہاں آج مینار پاکستان ہے، اس جلسے میں شامل ہوئے جس میں ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی تھی۔

ہندوستان اور پاکستان کی جب تقسیم ہوئی تو کشمیر جو مسلم اکثریتی علاقہ تھا، انگریز اور ہندو نے مسلمانوں کے خلاف سازش کر کے اسے ہندوستان کے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی، تو مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ اپنے بچے کھچے کاروان کو لے کر پھر اٹھے، اہل کشمیر کو بیدار کیا، جہاد کے قافلے تیار کیے اور معرکے سر کیے اور یہ جہاد کے انہی معرکوں کا نتیجہ ہے جسے آج آزاد کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آزاد کشمیر کے سابقہ وزیر اعظم سردار عبدالقیوم بھی مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ کی قیادت اور ہمراہی میں شامل معرکہ تھے۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان اوپر کی سطح پر اگر جنگ بندی نہ ہوگئی ہوتی تو آج پورا کشمیر پاکستان کا حصہ ہوتا!......آج پھر کشمیر میں جہاد شروع ہے......! اور اہل حدیث پیش پیش ہیں۔

اہل حدیث دعوت توحید کے میدان میں:

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ برصغیر یعنی ہندوستان کا علاقہ تصوف، قبر پرستی اور ہندوانہ رسومات کا مرکز رہا ہے۔ چنانچہ جب سرزمین عرب میں محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور محمد بن سعود رحمہ اللہ نے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پکی قبروں اور آستانوں کو مسمار کیا تو

انگریز نے یہاں کے لوگوں کی قبر پرستانہ مذہبی رگ کو چھیڑ کر فضا اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ ہندوستان میں جہاد کا علم اٹھانے والے یہی اہل حدیث تھے، جن کے اصل مجاہدانہ دین سے انگریز کانپتا تھا۔ چنانچہ انگریز نے ایک چال چلی!...... اس نے ان مجاہدین کا اصل وصفی نام جو کہ اہل حدیث تھا، اسے چھوڑ کر عرب کے شیخ الاسلام اور قبے ڈھانے والے کہ جن کا نام ''محمد'' تھا، اس نام کو بھی چھوڑا...... کیوں......؟ اس لیے کہ اس نام کی طرف منسوب کرنے سے اہل حدیث ''محمدی'' بن جاتے اور انگریز کے موقف کو الٹا نقصان پہنچتا۔ چنانچہ اس نے ''محمد'' کے باپ کہ جس کا توحیدی انقلاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اس کے نام سے یہاں کے اہل حدیث کو ''وہابی'' کے نام سے مشہور کر دیا اور اتنا مطعون کیا کہ نتیجتاً ''وہابی'' کا لفظ ایک گالی بن گیا!! قبروں کی کمائی کھانے والے بھی یہی چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بھی انگریز سرکار کی فرماں برداری میں اہل توحید کے خلاف کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسجدوں پر یہ لکھا جانے لگا کہ ''وہابیوں کا داخلہ ممنوع ہے'' حتیٰ کہ کوئی وہابی رفع الیدین کرتا ہوا اور آمین کہتا ہوا پکڑا گیا تو اسے نہ صرف یہ کہ مسجد سے باہر نکال دیا گیا بلکہ بسا اوقات مسجد کے صحن کی اینٹوں کو دھویا گیا......! اور کئی ایک منچلوں نے تو اینٹوں تک کو ہی اکھاڑ پھینکا......!! اس قدر تھی شدید نفرت اہل حدیث کے خلاف جسے انگریز اور گدی نشینوں نے اپنے اپنے مذموم مقاصد کے لیے پھیلا رکھا تھا۔ انگریز کا مقصد اپنا اقتدار بچانا تھا اور گدی نشینوں کا مقصد روحانی گدی بچانا تھا۔

ہندوستان میں حدیث رسول ﷺ کے انوار:

اللہ کے رسول ﷺ حجاز میں پیدا ہوئے۔ یہ سرزمین اصل دین اسلام کا سر چشمہ ہے اور قیامت تک رہے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الدِّينَ لَيَارِزُ إِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحُرِهَا وَ

لَيَعْقِلَنَّ الدِّينُ فِي الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ)) [1]

''بے شک دین حجاز کی طرف سمٹ آئے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے۔ حجاز سے ہی دین جائے قرار پکڑے گا جیسا کہ پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر جائے قرار پکڑتی ہے۔''

ترکوں کے دور میں جب لوگوں نے دین میں بگاڑ کو آخری حد تک پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بگاڑ کی اصلاح کے لیے محمد بن عبدالوہاب کو ۱۷۰۳ء میں پیدا کیا۔ شیخ صاحب اپنا اصلاحی اور تجدیدی کام کر کے ۱۷۹۲ء میں اپنے اللہ کریم سے جا ملے۔

ادھر ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر اس وقت فوت ہوئے جب محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ پانچ سال کے تھے۔ یعنی اورنگ زیب شاہ ہند کا سن وفات ۱۷۰۷ء ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ دہلی سے ۱۷۳۱ء میں اس وقت سر زمین حجاز میں گئے جب محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ دعوت توحید کی سرگرمیوں میں مگن اور مصروف تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر جوانی کا عالم تھا، ان کی عمر اس وقت ۲۹ سال تھی۔ سن پیدائش ۱۷۰۲ء ہے۔ شاہ صاحب جب حجاز سے واپس آئے تو انھوں نے تقلید پرستی پر تیشہ چلاتے ہوئے اسے چوتھی صدی ہجری کی ایجاد قرار دیا اور ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت کی ایک مضبوط بنیاد رکھی۔ شاہ صاحب ۱۷۶۳ء میں فوت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چاروں بیٹوں میں سب سے ممتاز شاہ عبدالعزیز تھے، جنھوں نے اپنے والد کی مسند کو سنبھالا اور علم حدیث کو خوب پھیلایا۔ آپ ۱۸۲۴ء میں فوت ہوئے تو آپ کی جگہ شاہ محمد اسحاق نے سنبھالی جو آپ کے نواسے اور آپ کے بعد وقت کے عظیم محدث تھے۔ شاہ محمد اسحاق نے ۱۲۵۶ھ میں

---

[1] (ترمذی، ابواب الایمان عن رسول اللہ، باب ما جاء ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریبا: ۲۶۳۰ ـ مسلم، کتاب الایمان، باب ان الاسلام بدأ غریبا و سیعود کما بدا: ۱۴۷ ـ صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب الایمان لیارز إلی المدینۃ: ۱۸۷۶)

مکہ معظّمہ کی طرف ہجرت کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنی مسند پر انھوں نے اپنے لائق ترین شاگرد سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کو بٹھایا، جنھوں نے دہلی میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے خاندان کی مسند پر حدیث کا نور چہار دانگ عالم پھیلا دیا۔ عرب و عجم میں آپ کے شاگردوں کا کوئی شمار نہیں۔ آپ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا چلے۔ آپ نے ۷۵ سال تک درس حدیث دیا، گویا آپ نے ۱۸۳۱ء میں مسند حدیث کو سنبھال لیا تھا۔

دوسری طرف شاہ عبدالعزیز کے ایک اور شاگرد سید اولاد حسن تھے، یہ شیعہ تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد ہوئے تو شیعیت ترک کردی اور حدیث کے نامور عالم ہوئے۔ پھر شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ساتھ جہاد میں بھی شامل ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے سید صدیق حسن خان بہت بڑے عالم اور محدث ہوئے۔ ہندوستان کی ریاست بھوپال کی ملکہ شاہجان بیگم نے ان سے شادی کرلی اور وہ نواب آف بھوپال بن گئے۔ عربی، اردو اور فارسی میں انھوں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں، علم حدیث کو خوب پھیلایا۔ تقلید اور شرک و بدعت کا استیصال کیا۔ یہی وہ جرم تھا جس کے لیے اہل شرک و بدعت کی طرف سے اپنی ہی ریاست میں آپ کو ہر وقت مخالفتوں اور شورشوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ آپ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۰ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ایک دلچسپ اتفاق:

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر محمد ﷺ کی احادیث کو ہندوستان میں پھیلانے کی توفیق دی تو بنو ہاشم میں سے اس خاندان کو توفیق دی جسے ہندوستان میں لوگ سید کے نام سے جانتے ہیں، پھر اس خاندان کے وارث بنے تو وہ بھی نذیر حسین رحمہ اللہ بنے جو سید تھے۔ نواب صدیق خان رحمہ اللہ جو شاہ اسحاق کے شاگرد اور سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے، وہ بھی سید تھے اور سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے بعد ان کے جو معروف شاگرد ہوئے اور کئی نسلوں تک انھوں نے علم حدیث کو پھیلانے کا حق ادا کیا تو وہ

خاندان بھی سید خاندان ہے۔ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے شاگرد ہوئے۔ ان کے فرزند سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ معروف عالم حدیث تھے۔ ان کے بیٹے سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ تقسیم ہند کے وقت امرتسر سے ہجرت کر کے لاہور آئے اور یہاں مدرسہ ''تقویۃ الاسلام'' واقع اندرون بھاٹی گیٹ شیش محل روڈ لاہور میں سالہا سال تک درس حدیث دیتے رہے۔ سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے دوسرے ممتاز شاگرد مولانا عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ ہیں جن کے شاگردوں کی تعداد کا پنجاب میں کوئی شمار نہیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ بھی اسی گلستان حدیث کے مہکتے پھول ہیں۔

ابوالحسن علی ندوی اور رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا خراج تحسین:

ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ جو کہ سید ہیں، بہت بڑے عالم اور سکہ بند معروف مصنف ہیں، عرب وعجم میں ان کا علمی مقام ممتاز درجے کا حامل ہے۔ وہ اپنی معروف کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں اہل حدیث کی اس شاندار تاریخ کو جو متواتر دعوت توحید اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے میدان جہاد میں برسرپیکار رہی ہے، اس کے بارے کیا خوب وضاحت فرماتے ہیں۔ آپ ان کی اس کتاب کی پانچویں جلد اٹھائیے، جس میں انھوں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کی خدمات اور پھر ان کے شاگردوں کا تذکرہ اور آخر پر سید احمد شہید رحمہ اللہ کی تحریک جہاد کا ذکر کچھ اس طرح کیا ہے:

> ''سید احمد شہید نے اس برصغیر میں اس عظیم اسلامی تحریک کی راہ نمائی کی جس کی نظیر، جامعیت، قوت تاثیر اور اسلام کی اولین دعوت اور طریق نبوت سے قرب و مماثلت میں نہ صرف تیرھویں صدی میں نظر نہیں آتی، جو اس کا عہد ہے بلکہ گزشتہ کئی صدیوں میں بھی اس جیسی ایمان آفرین تحریک اور صادقین ومخلصین کی ایسی مربوط ومنظم جماعت کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ وہ عقائد واعمال کی تصحیح، افراد کی تربیت، وعظ وتبلیغ اور جہاد وسرفروشی کے وسیع وطویل محاذ پر سرگرم عمل رہے۔ اس

کا اثر صرف ان کے میدان کارزار اور ان کی معاصر نسل تک محدود نہ رہا بلکہ اس نے آئندہ نسل، اپنے بعد آنے والے اہل حق، اصحاب دعوت اوردین کے علمبرداروں اور خادموں پر گہرے اور دیر پا نقوش چھوڑے۔ بڑھتے ہوئے انگریزی اقتدار کا مقابلہ، ہندوستان اور اس کے پڑوسی مسلم ممالک کی حفاظت اور قیام حکومت اسلامیہ علیٰ منہاج الخلافۃ الراشدہ کی جدو جہد کی ابتدا بھی آپ ہی نے کی۔ اس تحریک اور جد و جہد کی زمام قیادت ہندوستان میں اول اول اس جماعت کے علماء اور قائدین کے ہاتھ میں رہی۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں دینی کتابوں کی تصنیف وتالیف اور ترجمہ ونشر واشاعت کی جدید تحریک (جس نے اس وسیع وعمیق خلیج کو پر کیا، جو مسلم عوام اور صحیح اسلامی تعلیمات اور کتاب وسنت کے درمیان پائی جاتی تھی) انہی کی کوششوں کی رہین منت ہے۔ مسلمانوں کی دینی و سیاسی بیداری بالواسطہ اور بلاواسطہ اسی دعوت تحریک کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اس تحریک کے اثرات، علم و ادب فکر اسلامی اور زبان و اسالیب بیان پر بھی پڑے۔ اس نے اصلاح معاشرہ، جاہلی رسوم کے ابطال، ہندوانہ اثرات کے ازالہ اور صحیح اسلامی زندگی کی طرف بازگشت کا زبردست کام سرانجام دیا۔''

علامہ ندوی صاحب اپنی اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر معروف دیو بندی عالم مولانا رشید احمد گنگوہی کے الفاظ یوں رقم کرتے ہیں:

''مولوی اسماعیل صاحب کی حیات ہی میں دو اڑھائی لاکھ آدمی درست ہوگئے تھے اور ان کے بعد جو نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔''

ہندوستان میں احیائے اسلام کی واحد تحریک :

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے زمانہ میں سندھ کے سب لوگ اہل حدیث تھے۔ ان کے بعد شرک و بدعت اور تصوف وتقلید کا ایک لمبا تکلیف دہ

عرصہ گزرنے کے بعد احیائے اسلام کی تحریک شروع ہوئی تو وہ بھی اہل حدیث کے ہاتھوں ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔ آپ سید ابوالحسن علی ندوی کی عبارت کو ایک بار پھر غور سے پڑھ لیجیے اور دیوبندی عالم مولانا گنگوہی صاحب کی شہادت بھی ملاحظہ فرما لیجیے کہ جس کے مطابق شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حجاز جانے کا زمانہ ۱۷۳۱ء اور شاہ عبدالعزیز کی وفات ۵ جون ۱۸۲۴ء کی ہے۔ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی شہادت کا سن ۱۸۳۱ء ہے۔ اسی زمانے میں سید نذیر حسین دہلوی مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ ان کے سینکڑوں شاگرد علم حدیث پھیلانے اور دعوت توحید دینے میں مصروف ہو چکے تھے۔ غرض دعوت و جہاد کا انتہائی کٹھن کام اہل حدیث علماء اور مجاہدین کر رہے تھے کہ ۱۸۶۶ء میں دیو بند شہر میں حنفی حضرات نے ایک مدرسے کی داغ بیل ڈالی۔ یہاں سے جو علماء فارغ ہوئے، وہ پھر بیسویں صدی میں ''دیوبندی'' کے نام سے معروف ہوگئے حتیٰ کہ ''دیوبندیت'' کے نام سے ایک مزید فرقہ بن گیا اور آج کل ان کی پہچان ''اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی'' کے نام سے ہے۔ دیوبند کے بعد ''ندوۃ العلماء'' کے نام سے ۱۸۹۳ء میں ایک مدرسہ وجود میں آیا اور یہاں سے فراغت پانے والے علماء ندوی کہلوائے اور علمی دنیا میں انھوں نے ایک مقام حاصل کیا۔ بعد میں ابو الاعلیٰ مودودی نے جماعت اسلامی کی بنیاد ڈالی اور اپنے طرز پر احیائے اسلام کا کام شروع کیا...... غرض اس طرح کے جتنے بھی ادارے، جماعتیں اور تحریکیں احیائے اسلام کے لیے وجود میں آئیں، یہ سب تحریکیں اہل حدیث کے بعد اس وقت وجود میں آئیں جب دعوت و جہاد کے علمبردار شرک و تصوف کی سنگلاخ زمینوں کو ہموار کرنے کے لیے اپنا خون پسینا بہا چکے تھے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ یہ نئے نئے ادارے اور نئی نئی جماعتیں وجود میں نہ آتیں اور یہ لوگ اسی عظیم تحریک کا حصہ بن کر برصغیر میں احیائے اسلام کا کام کرتے تو اس کے نتیجے میں نہ نئے فرقے وجود میں آتے اور نہ ہی احیائے اسلام کی وہ منزل دور ہوتی کہ جو ابھی تک حاصل نہیں ہو پائی۔

احمد رضا خان بریلوی اور بریلویت:

اسی طرح احمد رضا خان بریلوی جو کہ بریلوی فرقہ کے بانی اور مجدد ہیں، ان کی تاریخ پیدائش ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ہے جبکہ ۱۹۱۲ء میں وہ فوت ہوئے۔ ان کی تاریخ پیدائش اور سن وفات دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو فرقہ آج بریلویت کے نام سے معروف ہے، یہ بیسویں صدی کی پیداوار ہے اور جب اہل حدیث کو جرم جہاد کی پاداش میں پھانسیاں، ضبط جائداد اور کالے پانیوں کے جزائر میں جلا وطنی کی سزائیں دی جا رہی تھیں تو احمد رضا خان بریلوی جہاد اسلامی کو منہدم کرنے کے لیے ہندوستان کو دار السلام (سلامتی کا گھر) قرار دینے کا فتویٰ دے رہے تھے اور اس پر انھوں نے بیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ''اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' یعنی ''اہل ہندوستان کو اس بات سے اچھی طرح باخبر کرنا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے'' تحریر کیا۔

یہ فتویٰ کن کے خلاف تھا اور کس کے حق میں؟ اسے ملاحظہ کرنے کے لیے انگریز مصنف ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر کی کتاب (Our indian muslims) ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' سے ایک اقتباس پڑھیے۔ وہ کہتا ہے:

> ''ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں، اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے!!...... کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدو جہد میں مصروف ہیں۔''

اور جو ان کے خلاف جدو جہد میں مصروف ہیں، جہاد کی تلوار انگریزوں اور سکھوں کے خلاف سونتے ہوئے ہیں، قرآن وحدیث کی خالص دعوت سے اہل ہندوستان کو باخبر کر رہے ہیں..... احمد رضا خان بریلوی اپنی کتب میں انھیں کافر کہہ کر بھی صبر نہیں کرتا بلکہ وہ وہ مغلظات لکھتا ہے کہ ہم انھیں تحریر کرنا بھی نامناسب خیال کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ احمد رضا خان بریلوی کی زبان اور قلم کو ملاحظہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شیعہ تقیے

کے پردے میں سنی بن کر شیعیت پھیلا رہا ہے...... شرک و بدعت کی وکالت کر رہا ہے...... اور کتاب وسنت پر عمل پیرا علمائے حق کی مخالفت کو اپنا مسلک بنائے ہوئے ہے۔ اس بات کی تصدیق احمد رضا خان بریلوی کے شجرۂ نسب سے بھی ہوتی ہے جو اس طرح ہے:

(احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی)...... یہ مختصر مقالہ اس بات کا متحمل نہیں کہ اس میں احمد رضا خان کے بارے میں تفصیل سے عرض کیا جائے، ہم نے کچھ اشارات دے دیے ہیں جو تفصیل میں جانا چاہے وہ احمد رضا خان کی کتب پڑھ لے یا پھر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ کی کتاب ''بریلویت'' کا مطالعہ کرے۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ احمد رضا خان بریلوی جو کہ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش (U - P) کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۲ء میں یعنی بیسویں صدی میں فوت ہوئے، وہ بریلویت کے بانی ہیں جو بیسویں صدی عیسوی کا نو ایجاد شدہ مذہب ہے، جس کے ماننے والے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت حنفی بریلوی کہلواتے ہیں۔

مسلمان کہلانے کے ساتھ اہل سنت اور اہل حدیث کون؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں کوئی فرقہ نہیں تھا، قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے سب مسلمان تھے، بعد کے زمانے میں وہ لوگ کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حقدار خیال کرتے تھے، انھوں نے اپنے آپ کو ''شیعان علی'' کہلوایا۔ یہ جو ابتدائی دور کے شیعہ تھے، ان کا یہ اختلاف بھی سیاسی تھا جو بعد میں مذہبی رنگ اختیار کر گیا اور پھر شہادت حسین رضی اللہ عنہما کا واقعہ اس مذہب کا ایسا سر چشمہ بنا کہ ماتم وتعزیہ اور دیگر کئی رسومات وقت کے ساتھ ساتھ ایجاد ہو کر اس مذہب کا حصہ بنتی چلی گئیں...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا ان کا امتیاز ٹھہرا!!

اللہ تعالیٰ کے دین کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست اخذ کرنے والی جماعت تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، اصل دین تو انہی سے ملے گا مگر ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ

اس مقدس گروہ سے دین اسلام لینے سے انکار کر دیا بلکہ ان پر اپنے سب وشتم اور گالی گلوچ کے غلیظ حملے شروع کر دیے۔

شیعہ کا یہ فرقہ جس نے یہ طرز عمل اپنایا اور اس طرز عمل کے باوجود وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلاتے تھے...... ان کے مقابلے میں امتیاز کے لیے وہ مسلمان اہل سنت کہلوائے کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت یعنی آپ ﷺ کے طریقے اور اسوۂ حسنہ پر گامزن تھے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی احادیث صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت سے حاصل کرتے تھے۔ تو ان مسلمانوں کا لقب جو اہل سنت معروف ہوا، یہ شیعہ کے مقابلے میں ایک پہچان تھا۔

پھر جب یہ اہل سنت چوتھی صدی ہجری میں اپنے اپنے مجتہدوں کی تقلید کرنے لگے تو تقلیدی تعصب میں یہ سنت سے ہٹنے لگے، اپنے اماموں کے اقوال اور فرامین کو سنت رسول ﷺ اور فرامین مصطفی ﷺ پر ترجیح دینے لگے تو جو اصلی اہل سنت تھے انھوں نے اس انحراف کو گوارا نہ کیا اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی حدیث کے ساتھ چمٹے رہے...... تو اب امتیاز کے لیے مقلدین کے مقابلے میں یہ لوگ اہل حدیث معروف ہوئے۔ ان مقلدین کے فرقے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ...... چار تو تھے ہی، بعد کو ان میں مزید اضافہ ہوتا رہا، جیسے مثال کے طور پر حنفیوں میں سے دیوبندی بنے اور بریلوی بنے، پھر تصوف ایجاد ہوا اور اس کے آگے کئی کئی فرقے بھی بنے، جیسے سہروردی، نقشبندی، چشتی وغیرہ تو تصوف کے یہ فرقے بھی سب کے سب حنفی مذہب سے نکلی ہوئی شاخیں ہیں، نیز قبر پرستی اور بدعات و رسومات کے علمبردار بھی زیادہ تر حنفی المسلک ہی ہیں۔

اہل حدیث کون ہیں؟ :

قارئین کرام! یہ حقیقت تو آپ جان چکے ہیں کہ اہل حدیث کون ہیں اور کب سے ہیں؟ اس بارے میں اور بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً علامہ ابو منصور بغدادی جو کہ چوتھی

صدی ہجری کے مؤرخ ہیں، اپنی کتاب ''اصول الدین'' میں لکھتے ہیں:

''یہ بات بالکل واضح ہے کہ روم، الجزائر، شام اور آذربائی جان کی سرحدوں کے تمام مسلمان باشندے اہل سنت میں سے اہل حدیث ہیں۔ اسی طرح افریقہ، اندلس اور بحر مغرب کے پار تمام سرحدی علاقوں کے لوگ اور ساحل زنج پر یمن کی سرحد کے سب لوگ اہل حدیث ہیں۔''

اسی طرح عرب سیاح بشار مقدسی جو ۳۷۵ء کو ہندوستان آئے تھے، اپنی تاریخی کتاب ''احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم'' میں سندھ کی بابت لکھتے ہیں:

''یہاں کے ذمی باشندے بت پرست ہیں جبکہ مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں۔''

اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے...... کہ آج جو فرقے ہمیں دہائی دیتے ہیں ان کی نسبتیں شہروں اور شخصیات کی طرف ہیں جبکہ اہل حدیث کی نسبت قرآن وحدیث کی طرف ہے...... تو جس مسلک کی پہچان کا سبب جو چیز بنے اس میں اسی کے اثرات ملیں گے۔ مثلاً مذہب حنفی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے افکار کے اثرات، دیو بند مسلک میں دیو بند شہر کے علماء کی فکر کے اثرات، بریلوی مذہب میں احمد رضا خان بریلوی کی فکر کے اثرات دکھلائی دیں گے...... جبکہ اہل حدیث میں قرآن و حدیث کے اثرات دکھلائی دیں گے...... اور یہ بات بھی تو ہے...... کہ قرآن کا ایک نام حدیث بھی ہے۔ آیت ملاحظہ ہو:

ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ ﴿٢٣﴾ (الزمر:۲۳)

''اللہ نے کس قدر خوبصورت حدیث نازل فرمائی ہے۔''

اسی طرح رسول ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی بات بھی حدیث ہے۔ آپ ﷺ اپنی حدیث سے شغف ومحبت رکھنے والے کے لیے یوں دعا کر رہے ہیں:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ)) ①

---

① ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الحث فی تبلیغ السماع: ۲۶۵۶۔

''اللہ اس شخص کو شاداب رکھے جس نے ہماری حدیث سنی، پھر اسے یاد کیا حتیٰ کہ اسے آگے پہنچا دیا۔''

غور کیجیے! قرآن کا نام بھی حدیث ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کا نام بھی حدیث ہے...... تو اہل حدیث کی نسبت ہوئی اس سرچشمے کی طرف جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے پھوٹتا ہے اور انہی سرچشموں کے اثرات اہل حدیث حضرات میں پائے جاتی ہیں۔ (الحمدللہ علی ذلک!)

حق کیا ہے؟:

جو صدق دل سے حق کی تلاش میں ہے، وہ اللہ کا یہ پیغام پڑھ لے، جسے اللہ تعالیٰ نے ''سورۂ محمد'' میں نازل فرما دیا ہے:

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ وَءَامَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢﴾ (محمد:٢)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور وہ اس چیز پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔''

حضرت محمد ﷺ پر سورۂ محمد (ﷺ) میں نازل ہونے والی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے وہی حق ہے...... اب ایک تو قرآن نازل ہوا، یہ حق ہے...... دوسری کون سی شے نازل ہوئی، ملاحظہ ہو:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰٓ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ (النجم:٣-٤)

''وہ (محمد ﷺ) اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں بولتے۔ یہ تو ایک وحی ہے جو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نازل کی جاتی ہے۔''

اس آیت سے مراد قرآن کے علاوہ امت کی رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی وہ باتیں (حدیثیں) ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی تھیں۔ چنانچہ قرآن کے علاوہ یہ وحی جو احادیث کی صورت میں ہے، یہ بھی حق ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے منہ مبارک کے بارے میں کہ جہاں سے یہ احادیث نکلتی ہیں، اپنے صحابی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ)) ①

''فرمایا (میری احادیث) لکھا کر، اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔''

بات واضح ہوگئی...... قرآن وحی ہے اور حق ہے...... حدیث مصطفیٰ ﷺ وحی ہے اور حق ہے تو جو حق کا متلاشی ہے وہ قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث سے حق ڈھونڈے۔

حق پر کون سی جماعت رہے گی ؟:

یہ بات واضح ہوگئی کہ ''حق'' قرآن وحدیث کا نام ہے، یہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد ﷺ پر اتارا گیا ہے، آپ ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھلایا ہے، آپ ﷺ کا یہ عمل جسے سنت رسول ﷺ کہا جاتا ہے، ہمارے پاس محفوظ ہے۔ آپ ﷺ کا طرز عمل سراسر ہدایت ہے، جو شخص اس ہدایت کے معلوم ہوجانے کے بعد اس کی مخالفت کرتا ہے تو وہ دراصل رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے، ایسا مخالف اپنا انجام قرآن میں ملاحظہ کر لے:

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾

(النساء: ۱۱۵)

---

① سنن ابی داؤد، كتاب العلم، باب فی كتابة الحديث: ٣٦٤٦۔

''اور جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس وقت کے بعد کہ جب ہدایت اس کے لیے واضح ہوگئی اور وہ مومنوں کی راہ کے علاوہ کسی اور راہ پر چلے، تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ خود پھر گیا اور جہنم میں جھونک ڈالیں گے جو بد ترین جائے قرار ہے۔''

غور فرمایے! جو انجام اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کا ہے وہی مومنوں کی راہ سے ہٹنے کا ہے۔ جبکہ ظاہر ہے مومنوں کی سب سے پہلی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ چنانچہ اس جماعت کی پیروی بعد میں قیامت تک آنے والے جو لوگ کریں گے ان کے لیے کامرانیوں کی نوید ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ (التوبة: ۱۰۰)

''وہ مہاجر اور انصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہی اور وہ جو نیک روش کے ساتھ ان کے پیچھے چلے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان (باغات، جنات) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔''

حق پر کون سی جماعت ہے؟ اس کی پہچان کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کا ایک فرمان ملاحظہ کیجیے:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)) ①

''لوگوں میں بہترین زمانہ میرا ہے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔''

اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے سے مراد آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ ہے، پھر دوسرا زمانہ ان کا ہے جنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دین سیکھا۔ انھیں تابعین کہا جاتا ہے اور تیسرا زمانہ ان کا ہے جنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگردوں یعنی تابعین سے دین حاصل کیا، انھیں تابعین کہا جاتا ہے۔

یہ سب قرآن وحدیث پر چلنے والے پاک باز لوگ تھے۔ ان کے بعد جو اس راہ حق پر محدثین گامزن رہے اور امت کے لوگ اس راستے پر چلتے رہے اور آج تک چل رہے ہیں اور قیامت تک چلتے رہیں گے...... اس دوران مختلف فرقے وجود میں آتے گئے، کچھ مٹتے گئے اور کچھ نئے بنتے چلے گئے۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا...... جبکہ ہادیٔ برحق رسول معظم ﷺ نے امت کو اس سے اس انداز سے بھی باخبر کر دیا ہے۔ فرمایا:

((مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَ أَصْحَابِيْ)) ②

''جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جس حق پر تھے، اس کا نام قرآن و حدیث ہے...... اور اس پر قائم رہنے والے گروہ کے بارے میں آپ ﷺ نے یوں خوشخبری دی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ

---

① بخاری، کتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور اذا اشهد : ۲٦٥٢ ۔

② مجمع الزوائد : ۱۸۹/۱ ۔ ترمذی ، کتاب الایمان ، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة : ۲٦٤١ ۔

خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ » ①

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، اللہ تعالیٰ کی مدد ان لوگوں کے شامل حال ہوگی، ان کی مخالفت کرنے والے انھیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر یعنی قیامت آجائے۔''

یہ جماعت کہ جس کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی خوشخبری ہے، اس کے بارے بتلایا گیا ہے کہ یہ حق پر ہوگی ...... اور آپ یہ ملاحظہ کر چکے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قرآن و حدیث کو حق کہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس جماعت کا وجود ہمیشہ رہے گا...... اب صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین تو حق پر یعنی قرآن و حدیث پر تھے اور یہ جماعت قائم تھی، خارجی اور شیعہ بعد کو وجود میں آئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہمیشگی کی شرط سے نکل گئے، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ تقلیدی فرقے بھی بقول شاہ ولی اللہ چار سو سال بعد وجود میں آئے۔ لہٰذا یہ بھی زبان نبوت کی شرط سے خارج ہو گئے اور پھر آگے جو ان کی قسمیں ہیں دیوبندی، بریلوی، قادری، چشتی، وغیرہ...... تو یہ تو کل کی پیداوار ہیں۔

زبان نبوت کی شرط پر صرف وہی جماعت پورا اترتی ہے جو قرآن و حدیث کو اپنا معیار اور مسلک بنائے ہوئے ہے، اس پر مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہے اور یہی وہ معیار ہے کہ جس پر داڑھوں کی مضبوطی کے ساتھ جمے اور ڈٹے رہنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ تیسری بات جو اللہ کے رسول ﷺ نے بتلائی ہے، وہ یہ ہے کہ باوجود مخالفتوں کے یہ قیامت تک رہے گی، یعنی جب یہ جماعت قائم نہیں رہے گی تو یہ دنیا باقی نہیں رہے گی کیونکہ قیامت جو قائم ہوگی تو وہ سب سے بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔

---

① ابن ماجه، مقدمه، باب اتباع النبی صلی الله علیه وسلم : ١٠ ـ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب قول النبی لا تزال طائفة من امتی ظاهرین : ١٩٢٠)

گمراہی اور گم راہ لوگ:

جس طرح حق اور اہل حق کا پہچاننا ضروری ہے اسی طرح ضلالت و گمراہی اور گمراہ لوگوں کا جاننا بھی ضروری ہے، تاکہ ان سے بچا جاسکے۔ چنانچہ گمراہی سے بچنے کا طریقہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو یوں بتلایا ہے:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا أَنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا : كِتَابُ اللهِ وَ سُنَّةُ نَبِيِّهِ» ①

''اے لوگو! میں تمھارے اندر جو چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔''

ثابت ہوا کہ جو لوگ ان دو چیزوں پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں گے وہی ہدایت کی سیدھی راہ پر گامزن ہوں گے اور جو لوگ ان دونوں سے ادھر ادھر ہٹیں گے، سرکنے کی کوشش کریں گے وہ ''ضلال'' یعنی گمراہی کی نظر ہو کر راستہ بھٹک جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس ''ضلال'' سے بھی باخبر کر دیا ہے، یہ بھی دو ہیں، ملاحظہ کریں:

وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ (النساء:١١٦)

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ تو بڑی دور کی گمراہی ''ضلال'' میں جا پڑتا ہے۔''

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ جب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو وعظ فرماتے تو اپنے خطاب میں یہ افتتاحیہ جملے ضرور ارشاد فرماتے:

---

① مستدرك حاكم، كتاب العلم، باب : ١١٦/١ ـ السلسلة الصحيحة : ١٧٦١ ـ

((فَإِنَّ خَيرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيرَ الْهُدَىٰ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) ①

''بلاشبہ تمام کلاموں سے بہتر اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تمام راستوں سے بہتر محمد ﷺ کی راہ ہدایت ہے اور تمام کاموں میں بدترین کام دین میں نیا کام (نیکی سمجھ کر) ایجاد کرنا ہے۔ ایسا ہر نیا کام جو کہ بدعت ہے، وہ سراسر (ضلال) گمراہی ہے۔''

یاد رکھیے! دو چیزیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے ڈٹے رہنے سے مومن راہ ہدایت پر گامزن رہتا ہے اور ان دونوں چیزوں سے جس قدر ڈھیلا ہوتا جاتا ہے اسی قدر گمراہی کی راہوں شرک و بدعت کی طرف لڑھکتا چلا جاتا ہے۔

سچ فرمایا اللہ مالک الملک نے:

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ﴿٣٢﴾ (یونس: ٣٢)

''حق آجانے کے بعد سوائے ضلال یعنی گمراہی کے اور کیا ہے؟''

جماعت حقہ کا عمل کیا ہوگا؟:

لوگ جب کتاب و سنت سے ہٹ کر ان دو ضلالتوں (شرک و بدعت) میں جا پڑیں گے تو جونسی جماعت لوگوں کو ان گمراہیوں سے نکال کر قرآن و حدیث کی راہ حق پر دوبارہ لا کھڑا کرنے کی کوشش کرے گی، وہی حق جماعت ہے اور اسی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے خوشخبریاں ہیں۔

ملاحظہ کیجیے! زبان مصطفیٰ ﷺ سے ان لوگوں کی پہچان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے کتاب و سنت پر تسلسل کے ساتھ چلتے رہنے والوں کی شان اور مقام۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰة و الخطبة: ٨٦٧ ـ ابن ماجه، مقدمه، باب اجتناب البدع والجدل: ٤٥ ـ

((إِنَّ الْإِيْمَانَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبَى يَوْمَئِذٍ لِلْغُرَبَاءِ إِذَا فَسَدَ النَّاسُ))①

''حقیقت یہ ہے کہ ایمان (اسلام) کی ابتدا اجنبیت کے ماحول میں ہوئی اور عنقریب یہ انہی ابتدائی حالت میں لوٹ آئے گا۔ چنانچہ اجنبیوں کے لیے مقام مسرت ہے کہ جب لوگ فساد میں مبتلا ہوں گے (تو یہ میری سنت پر قائم ہوں گے)۔''

① مسند احمد: ۱/۱۸۴۔